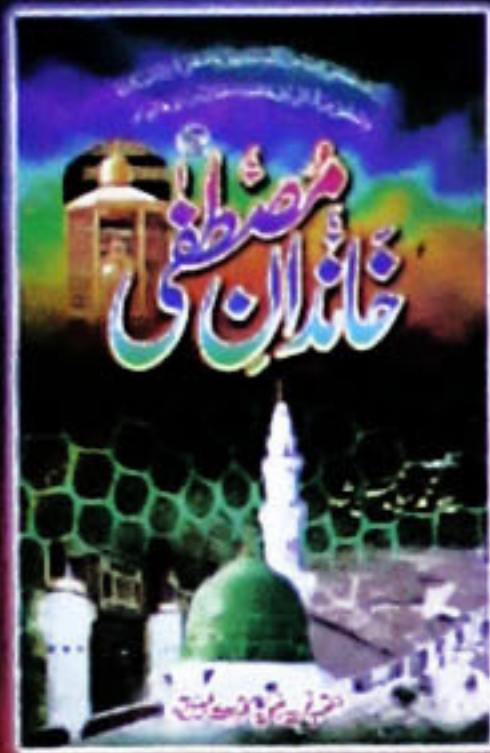


# علامہ سید محمد سعید الحسن شاہ صاحب کی مستند و جامع تصانیف

سیرت طیبہ کے ایک روشن گوش اور حسین پہلو  
کبھی جانے والی منفرد کتاب



## مصطفیٰ خاندان

حضرت ﷺ کے رشتہ داروں اور اعزہ و اقارب کے احوال کا بیان

مستند روایات، مکمل حوالا جات کے ساتھ

غیر ضروری تفصیلات اور طوالت سے پاک

حضرت ﷺ کے دیگر متعلقین، آپ ﷺ کے رضاعی رشتہ دار، آپ ﷺ

کے ہم شکل، مدنی نقیب، خلفاء راشدین، کاتبین وحی، بارگاہِ قدس

کے مفتیان کرام، شعراء، خطباء کرام اور مؤئین ذی وقار کا بیان

حضرت ﷺ کے مقرر فرمودہ، تحصیل دار، گورنرز، قاضی، محافظ و پہرے دار

اور دیگر بہت سے متعلقین کا تذکرہ

کلاسک تصانیف سے شاہانِ زمانہ کے نام لکھے گئے خطوط،

نگین تصاویر مزین

## راہِ زندگی طب نبوی



- رہبر کائنات ﷺ کے اعضاء مبارک کے حسن و جمال کا تذکرہ
  - روزمرہ کے معمولات پر بخت
  - پسندیدہ مشروبات و ماکولات کی تفصیل
  - مختلف جسمانی و روحانی امراض کا طبی علاج بھی
- کتاب ہذا میں ملاحظہ فرمائیے۔

## صلوٰۃ الرسول لہذا امیر کی محراب



- کیا حنفی نماز سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے عین مطابق ہے؟
- بار بار رفع یدین نہ کرنے، بلند آواز سے آمین نہ کہنے اور بیس رکعت نماز تراویح کا کیا ثبوت ہے؟
- بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی کیا ضرورت ہے؟
- ان سوالوں کا تفصیلی جواب جاننے کے لئے کتاب ہذا کا مطالعہ فرمائیے!

041-2626046 مکتبہ نورینہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد



# سیرت امام الانبیاء

و السلام  
صلى الله عليه  
و آله

(قرآن اور بائبل کی روشنی میں)

قرآن، پاپ اعزیمین، مبارکہ، لہرۃ، زبر، انجیل  
صحائف انبیاء اور اجابات مسائل کے سینکڑوں حوالوں  
سے مزین کتاب

تالیف:

سید محمد سعید ان سہ



مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ، فیصل آباد

گلبرگ، فیصل آباد فون: 011-2626746

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	سیرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
مؤلف	سید محمد سعید الحسن شاہ
کتابت	سید محمد عاشق حسین ہاشمی، چنیوٹ
ترتیب و اہتمام	سید حمایت رسول قادری
صفحات	۴۲۴
بار ہفتم	مارچ ۲۰۰۷ء
تعداد	۱۱۰۰
طباعت	اشتیاق اے مشاق پرنٹرز لاہور
ناشر	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
ہدیہ	

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885

الحسن بکس سنٹر

رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد فون: 2616290

# فہرست

۳۲۰۰	الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ	مقدم
	(لفظ اُمی کے معنی اور دلائل)	کتاب کی تالیف کا سبب
۴۰	قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ	پاکستان میں عیسائیت
۴۱	وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ	باب اول: فضائل سید المرسلین علیہ السلام
۴۳	إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ	فضائل مصطفیٰ (علیہ السلام) بکلام خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) شاہ
۴۳	وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ	۱۸
۴۳	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ	۱۹
۴۴	وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ	۲۰
۴۴	وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ	۲۱
۴۶	لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ	۲۱
۴۸	سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ	۲۳
	(واقعہ معراج اور دلیل نبوت)	۲۴
۵۳	لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ	۲۵
۵۵	النَّبِيِّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ	۲۶
۵۶	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ	۲۸
۶۱	مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ	۲۸
۶۲	(لفظ محمد کے معانی اور ایمان افروز بحث)	۲۹
۶۸	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا	۳۰

۱۱۶	قرآن پاک اور سائنس	۷۳	... إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ...
۱۱۸	تولید انسانی کی ابتدائی حالت	۷۶	... وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ ...
۱۱۹	تخلیق انسانی کے دوسرے مراحل	۷۷	... يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقَدِّمُوا ...
۱۲۱	کنیڈا کے نامور ڈاکٹر کی حیرانی	۷۸	... يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَوَقُّعُوا ...
۱۲۲	پاکستان کے پادری عینوبل کا اعتراف	۸۱	... إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ ...
۱۲۴	نامور مسیحی ڈاکٹر کا قبول اسلام	۸۴	... إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ
۱۲۵	صداقت اسلام کی ایک اور تابناک شہادت	۸۶	... عَالِمِ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ ...
۱۲۶	تیرہ سو سال بعد لاشوں کی برآمد	۸۸	باب دوم : دلائل النبوة
۱۲۸	جرمن ڈاکٹر کا قبول اسلام	۸۹	اخبار غیب (مختلف واقعات)
۱۳۰	قرآن پاک کے سراسر پامعجزہ ہونے کی ایک اور عظیم الشان دلیل	۹۶	علامات القیامة
۱۳۰	کمپیوٹر اور قرآن پاک	۹۹	حجاز کی آگ
۱۳۳	"۱۹" کے ہندسے کی تفصیل	۱۰۱	حادثہ بغداد
۱۳۴	معانی قرآن غور کریں	۱۰۶	دیگر علامات قیامت
۱۳۵	سورۃ التوبہ و سورۃ النمل	۱۰۶	یا جوج وما جوج
۱۳۵	حروف مقطعات اور "۱۹" کا ہندسہ	۱۰۷	دُحَانٌ (دُھواں)
۱۳۷	آب سوچے !	۱۰۸	مغرب سے طلوع آفتاب، دابۃ الارض
۱۳۹	بذریعہ کمپیوٹر ایک اور محیر العقول الحکمت	۱۰۹	ایک بڑی آگ کا ظہور، نضح صور
۱۴۲	بعض دیگر معجزات کا اجمالی ذکر	۱۰۹	اعجاز التفسران
۱۴۵	شق القمر	۱۱۲	فصاحت و بلاغت
۱۴۶	کھانے، پانی میں فراوانی	۱۱۵	ہدیت کلام و اسلوب بیان
			قرآن پاک کے واقعات اور پیشگوئیاں

۲۰۲	بشارت ۷ (مصلح)	۱۴۹	بیماروں کا شفا یاب ہونا
۲۰۳	ظہورِ اسلام سے قبل حالاتِ زمانہ	۱۵۲	مردوں کا زندہ کرنا
۲۰۷	بشارت ۸ (سچائی کی راہ دکھانے والا)	۱۵۵	حیوانات کا اطہارِ طاعت و کلام
	آئندہ کی خبریں دینے والا	۱۵۹	نباتاتِ مجادات کا اطاعت و کلام کرنا
۲۰۹	بشارت ۹ (بنو اسماعیل سے نبی)	۱۶۴	بعد از رحلت معجزات
۲۱۰	کیا یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے؟	۱۶۹	باب سوم پہلی کتب سماوی میں ذکرِ مصطفیٰ
۲۱۲	انجیل بر بناس		علیہ السلام اور واقعاتِ علماءِ اہل کتاب
۲۱۷	انجیل بر بناس میں مندرج چند ایک بشارتیں	۱۷۱	حضرت عبداللہ بن سلام کا قبولِ اسلام
۲۲۲	باب چہارم: موجودہ عیسائیت	۱۷۴	سلمہ بن سلام کا قبولِ اسلام
۲۲۲	پولس اور اس کا مذہب	۱۷۵	محمد بن عدی کا واقعہ
۲۲۸	اختلاف کی بنیاد اور یروشلیم کو نسل کا فیصلہ	۱۷۵	حضرت سلمان فارسی کا قبولِ اسلام
۲۳۰	توراة	۱۸۱	عظیم عیسائی بادشاہ ہرقل روم کا تذبذب
۲۳۱	پولس کی خیانت	۱۵۶	حضرت نجاشی حاکم حبشہ و علماءِ نصاریٰ
۲۳۲	توراة کی مخالفت		کا قبولِ اسلام
۲۳۲	توہینِ عیسیٰ علیہ السلام	۱۸۹	خسر و پرویز کا انکار اور تباہی
۲۳۵	پولس کے ایجاد کردہ بعض دوسرے عقائد	۱۹۱	عیسائی علماء کا مہابہ سے فرار
۲۳۵	عقیدہ تثلیث	۱۹۴	موجودہ بائبل اور ذکرِ حضور ختم الرسل
۲۴۰	عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں بلکہ خدا ایک ہے	۱۹۴	بشارت ۱ (محافظ)
۲۴۲	کائنات میں کوئی دوسرا خدا نہ ہونے کے چند عقلی دلائل	۱۹۶	بشارت ۲ (نبی)
۲۴۶	عقیدہ کفارہ	۱۹۷	بشارت ۳ (مددگار)
۲۵۱	حیاتِ ثانی و تعظیمِ صلیب	۱۹۸	بشارت ۴ (مددگار، دنیا کا سردار)
۲۵۳	موجودہ بائبل کے متحرف ہونے کے دلائل	۲۰۱	بشارت ۵ (مددگار، گواہ)

۳۱۶	۲۵۷ سوچیے!	انا جیلِ اربعہ
۳۱۶	۲۵۸ حضرت داؤد علیہ السلام اور قرآنِ عظیم	انا جیلِ اربعہ کی تالیف کا زمانہ
۳۱۷	۲۶۲ حضرت سلیمان علیہ السلام اور بائبل	عیسیٰ علیہ السلام کے نسب میں بائبل کے اختلافات اور فلطیان
۳۱۸	۲۶۸ حضرت ہارون علیہ السلام اور بائبل	عہد نامہ قدیم کی کتب
۳۱۹	۲۶۹ حضرت ہارون علیہ السلام اور قرآن پاک	حوالہ جات کی تحریر کا مقصد
۳۲۰	۲۸۰ خلاصہ کلام	باب پنجم، حضور امام الانبیاء علیہ السلام
۳۲۲	اعلانِ خداوندی	بجائیتِ محافظِ عصمتِ انبیاء علیہم السلام
۳۲۲	۲۸۲ باب ششم: حلیہ مبارک امام الانبیاء علیہم السلام	موجودہ بائبل اور عصمتِ انبیاء علیہم السلام
۳۳۰	۲۸۴ ذاتِ لاثانی، پسینہ مبارک، لعابِ بہن	حضرت آدم علیہ السلام اور بائبل
۳۳۱	۲۸۸ بول و براز	حضرت آدم علیہ السلام اور قرآن پاک
۳۳۲	۲۹۰ اندازِ تکلم و صوت مبارک	اس واقعہ میں قرآن و بائبل کا تقابلی جائزہ
۳۳۳	۲۹۳ باب ہفتم: سیرتِ امام الانبیاء اور غیر مسلم مدبرین کے تاثرات	مقصد واقعہ
۳۳۳	۳۰۵ سروہیم میور کے تاثرات	حضرت اسرائیل اور بنی اسرائیل (قرآن و بائبل)
۳۳۴	۳۰۶ باسورتحہ اسمتھ	نوح علیہ السلام اور بائبل
۳۳۵	۳۰۷ پروفیسر موسیو سٹیلو	نوح علیہ السلام اور قرآن مجید
۳۳۶	۳۰۹ الیکس لوازون	حضرت یعقوب علیہ السلام اور بائبل
۳۳۷	۳۱۱ کانٹ ہنری وی کاسٹری	ایک اور حملہ دوسرا بیٹا
۳۳۸	۳۱۳ پروفیسر اڈواٹر مونتے	حضرت لوط علیہ السلام اور بائبل
۳۳۸	۳۱۳ رابرٹ ایل۔ گلک	حضرت لہط علیہ السلام اور قرآن پاک
۳۳۹	۳۱۴ منٹگری واٹ	حضرت داؤد علیہ السلام اور بائبل
		تو بہن تو بہن



۳۵۲	جناب کالکا پرشاد	۳۳۹	میجر آر تھر کلان لیونارڈ
۳۵۳	کبیر داس بنارسی	۳۴۰	ڈاکٹر رابرٹس
۳۵۴	سورجیان آبادی	۳۴۰	جان جاک ویک
۳۵۵	دورام کوثری (کوثر علی کوثری)	۳۴۱	سادھوٹی - ایل وسوانی
۳۵۶	کیفی دہلوی، پنڈت رجبوبہن ناتریہ	۳۴۲	جارج برنارڈشا
۳۵۷	عرش طلسمیانی (پنڈت بالکندی بی۔ اے)	۳۴۲	پروفیسر ٹامس کارائل
۳۵۸	کنور مہندر سنگھ بیدی سحر	۳۴۲	ڈاکٹر گین
۳۵۹	بھگوان، رانا بھگوان داس بی۔ اے	۳۴۵	مسٹر مارما ڈیوک پھتال
۳۶۰	دورام کوثری	۳۴۵	مسٹر والٹر
۳۶۱	رانا بھگوان داس بھگوان	۳۴۶	ریوسٹینس
۳۶۲	امر چند قیس جالندھری	۳۴۷	مسٹر جارج ریواری
۳۶۳	پنڈت بڑی چند اختر ایم۔ اے	۳۴۷	مسٹر جارج کیل
۳۶۴	راجندر بہادر موج بی۔ اے ایل ایل بی	۳۴۸	مسٹر ایس پی اسکاٹ
۳۶۵	چاند بہاری لال صبا جے پوری	۳۴۸	پروفیسر ہٹن سمتھ
۳۶۶	شام مندر باصر کاشمیری	۳۴۹	مسٹر اینی بینک
۳۶۷	لالہ بیلی رام کشمیری	۳۴۹	ڈاکٹر موریس
۳۶۸	پریمچودریال عاشق لکھنوی	۳۵۰	پروفیسر پی۔ کے سبٹی
۳۶۹	مہاراجہ سرکشن پرشاد (سابق وزیر اعظم حیدرآباد)	۳۵۰	بابا گورونانک
۳۷۰	منشی تلوک چند محروم	۳۵۱	سوامی لکشمین جی مہاراج
۳۷۱	جلن ناتھ آزاد ایم۔ اے	۳۵۱	ڈاکٹر کیتھ ایل مور
۳۷۲	گوبند پرشاد قضا	۳۵۲	باب شتم، بارگاہ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام
۳۷۳	پنڈت بالکندی عرش طلسمیانی بی۔ اے		میں غیر مسلم شعراء کا ہدیہ عقیدت

۳۸۲	نردیو سنگھ اشک جالندھری
۳۸۳	سادھورام آرزو سہارنپوری
۳۸۴	کرشن لال موہن بی۔ اے آرزو ایم۔ اے انگریزی
۳۸۵	دہر لال سونی بی۔ اے آرزو ایم۔ اے انگریزی
۳۸۷	گرسن لال ادیب لکھنوی ایم۔ اے فارسی
۳۸۷	تیج ورت لائے ساعر سنائی بی۔ اے
۳۸۸	پنڈت لال رام رتن ادیب فاضل منشی فاضل
۳۸۸	جگن ناتھ کمال کرنا پوری بی۔ اے فاضل اردو و فارسی
۳۸۹	لالہ تارا چند تارا لالہ پوری
۳۸۹	منشی لچمن زائن سخا دسی ٹیچسٹریٹ چپورہ
۳۹۱	لالہ چندی پرشاد
۳۹۲	لالہ چنتو مل ناقد دہلوی
۳۹۳	ستیش چند طالب دہلوی
۳۹۴	عرش صہبائی
۳۹۵	سرداری لال نشتر میرٹھی
۳۹۶	بابو برج گوپی ناتھ بسکھل امرتسری
۳۹۷	لالہ رام سرورپ شیدا بی۔ اے
۳۹۷	گنیش لال خستہ دہلوی
۳۹۸	اودھ ناتھ نشتر لکھنوی
۳۹۹	(ہندو شاعرہ) شریستی بوا دتی
۴۰۰	(ہندو شاعرہ) رام پیاری لکھنوی
۴۰۰	کتابیات

لالہ لال چند صاحب فلک
منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی
لالہ مرلی دھر پرشاد دہلوی
سردار کنور ہندو سنگھ بیدی سحر
سردار گور بخش سنگھ مخمور جالندھری
سنتیہ پال اختر رضوانی
برہم ناتھ دت قاصر
شیر سنگھ شمیم فرخ آبادی (سابقہ ٹیچسٹریٹ)
منشی انند کشور کیتا
دیوان نند کشور عشق
دھرم پال گیتا، وفا
ڈاکٹر ماتا پرشاد زب دہلوی
وشنو کمار شوق لکھنوی
سندر لال حمید
ڈاکٹر شیر زیناب سنگھ کشل
منشی پیارے لال رونق دہلوی
بسمل الہ آبادی
فراق گورکھپوری
ساعر ہوشیار پوری (پروفیسر دہلی کالج)
روشن لال نعیم
رشی پٹیلوی
شکر لال ساتی سہارنپوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الَّذِي وَحَدَّ لَا شَرِيكَ لَهُ الْمَا  
وَاحِدًا أَحَدًا صَدًا حَيًّا قَيُّومًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا  
أَحَدٌ وَأَفْضَلُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَأَكْمَلُ تَسْلِيمَاتِ اللّٰهِ وَأَنْمَى بَرَكَاتِ  
اللّٰهِ عَلَى خَيْرِ خَلْقِ اللّٰهِ إِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ مَعْدِنِ الْجُودِ وَالْعَطَاءِ الَّذِي  
كَانَ نَبِيًّا وَآدَمِيًّا وَطَيِّبِ الطَّيْنِ وَالْمَاءِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ  
رَاحِمَةً لِلْعَالَمِينَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ. أَمَا بَعْدُ

حضور سرور کونین، خواجہ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تو بیف و سیرت میں  
یہ کتاب نہ تو کوئی پہلی کوشش ہے اور نہ ہی اس سلسلہ کی یہ آخری کڑی ہے بلکہ حق تو یہ  
ہے کہ ان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف تب سے جاری ہے کہ جب ابھی نہ تو فرش زمین ہی  
معرض وجود میں آیا تھا اور نہ ہی اس پر فلک نیلگوں کا خیمہ بنا تھا اور یہ تعریف تب بھی ہوگی  
کہ جب تعریف کرنے والے سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی بھی نہ رہے گا۔ یہ بات آفتاب  
نصف النہار سے بھی زیادہ عیاں اور روشن و تاباں ہے کہ پوری مخلوقات ارضی و سماوی میں  
جس قدر تعریف و توصیف میرے آقا رسول عربی (فداہ رُوحی و جسدی) امی و ابی، صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم کی ہو چکی ہے، ہو رہی ہے اور ہوتی ہے گی، اس کے عشر عشیر بھی کسی دوسری ہستی کی تعریف  
توصیف نہیں۔ شنائے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مسلم و غیر مسلم عرب و عجم والے تخت و  
فوق والے، یمن و یسار والے سب کے سب رطب اللسان ہیں۔ اور ہستی محمد صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم کی یہ حمد صرف اس دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ میدان محشر میں تو ان کی حمد اس سے

۱۔ لفظ محمد کا معنی ہے، الذی یحمد حمدًا بعد حمدٍ یعنی ایسی ہستی کہ جس کی ہمیشہ تعریف پر تعریف  
ہوتی رہے۔

کہیں زیادہ ہوگی۔

میرے آقا رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں بے شمار کتب موجود ہیں۔ آکسفورڈ کے نامور دانشور مسٹر مارگو لیتھ اپنی کتاب ”محمد کے دیباچہ میں اس غیر مختتم سلسلہ کیوں اعتراف کرتے ہیں کہ ”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابلِ فخر چیز ہے۔“ بایں ہمہ زیرِ نظر کتاب ”سیرتِ امام الانبیا“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دوسری کتب اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں آپ کو سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ دینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کا احساس بھی ملے گا اور دنیا میں بڑھتی ہوئی عیسائیت کو روکنے کے لیے عیسائیت کے اصل خدخال کا بھی پتہ چلے گا۔

کئی سال قبل اس بندۂ ناچیز (مؤلف کتاب بنام) نے محض ذوقِ مطالعہ کی غرض سے بائبل کا

ازاول تا آخر سرسری سا مطالعہ کیا تھا اور بعض جگہوں پر اپنے قلم سے نشانات بھی لگائے، اس وقت یہ بات تصدیق میں بھی نہیں تھی کہ کبھی ان ہی نشانات کی مدد سے ایک عظیم الشان کتاب بھی ترتیب پا جائے گی۔ پھر ۱۹۸۵ء میں چند ایک چونکا دینے والی خبریں اخبارات کی زینت بنیں۔ مثلاً: ”بنگلہ دیش میں کئی لاکھ مسلمان عیسائی ہو گئے۔“

”ضلع رحیم یار خاں میں کئی ہزار (غیر مسلم) افراد نے عیسائی مذہب قبول کر لیا“ ان دونوں جگہوں میں لوگوں کی انتہائی غربت اور مشنری کا عیسائی پیر کام آیا سو نے چاندی کی چمک نے ان لوگوں کو تبدیلی مذہب پر آمادہ کر لیا اور ایمان کے سوداگروں نے ان کے ضمیر کو نقداً خرید لیا۔ اسی دوران ۸ نومبر ۱۹۸۵ء کو قومی اخبارات میں ایک اور خبر شائع ہوئی، ”انڈونیشیا میں ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا۔ مسلمانوں کے اس سب سے بڑے ملک میں ۶۵۰ عیسائی مشن کام کر رہے ہیں۔“

لے خیال ہے کہ بعد میں شائع ہونے والی خبروں کے مطابق عیسائیوں نے اس تعداد میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔

اس خبر سے صرف چند ماہ قبل یعنی مارچ ۱۹۸۵ء میں ایک ماہنامہ کے حوالہ سے سیالکوٹ کے پادری ولیم مسیح کا ایک اشتہار بنام "مسلمانوں جو اب دو" نظر سے گزرا۔ ولیم مسیح نے اپنے اس اشتہار میں بعض غیر معتبر کتابچوں کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (معاذ اللہ) "مرکز مٹھی میں مل گئے ہیں۔ آپ بالکل بے اختیار اور مجبور محض ہیں اور یہ بھی کہ ان (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جیسا علم (معاذ اللہ) عامی اشخاص بلکہ بچوں، پاگلوں، حتیٰ کہ جانوروں تک کو حاصل ہے۔"

ولیم مسیح نے مزید تحریر کیا کہ "ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو، کیونکہ تمہارے قرآن سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں، اور ہمارے عیسیٰ مسیح اندھوں کو بینائی، کورٹھوں کو تندرستی اور مردوں کو زندگی بخشتے تھے اور ہمارے نبی نے اپنی ماں کی گود میں اپنے نبی ہونے کی، کتاب طے کی اور اپنی ماں کی پاک دامنی کا اعلان فرمایا۔ قرآن سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی عیسیٰ مسیح پوشیدہ بات کا علم رکھتے تھے۔ اس لیے آؤ مسلمانو! ہمارے نبی عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو جو زندہ، با اختیار اور علم والے ہیں، ورنہ مروہ، بے اختیار اور بے علم نبی پر ایمان رکھنا بے سود ہے اور تم کافر ہی رہو گے۔"

یہ تھے وہ اسباب کہ جنہوں نے اس ناچیز کو جھجھور کر رکھ دیا اور یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کہیں علماء کی غیر ذمہ دارانہ تحریریں اور روش عیسائیت میں اضافہ کا سبب تو نہیں؟ اس کا موثر طریقہ سے سدباب ضرور ہونا چاہیے۔ اگرچہ اس ناچیز کو اپنی علمی کم مائیگی کا پورا پورا احساس تھا اور اب بھی ہے، مگر اپنے آقا رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مقدس کے صدقہ اور اپنے پروردگار کی بے پایاں رحمت کی امید پر اس کتاب کی ابتدا کر دی۔ الحمد للہ تعالیٰ ختم الحمد للہ تعالیٰ۔ وہ قادر مطلق کہ جس نے معمولی مچھر سے متکبر نمروہ کی خدائی کا بت پاش پاش کیا، جس نے چھوٹے چھوٹے پرندوں سے ابرہہ کے ہاتھیوں

کا لشکر تباہ کیا، اسی قادر مطلق نے اپنے اس ضعیف بندے کو یہ عظیم الشان کتاب مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس سعادتِ عظمیٰ پر یہ بندہ ناچیز اپنے رحیم و کریم پروردگار کے حضور سراپا سپاس ہے اور امیدوار ہے کہ یہ کتاب اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے محبوب کریم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا سبب بن کر کل بروزِ محشر اس عبدِ ضعیف کے لیے ذریعہ نجات بنے گی آمین ثم آمین

۱۹۷۶ء میں نیشنل کرسچن لیگ کے صدر اور جنرل سیکرٹری پاکستان میں عیسائیت

کا ایک بیان اخبارات میں چھپا کہ پاکستان میں عیسائی آبادی ساٹھ لاکھ ہے۔ اگرچہ یہ دعویٰ باطل تھا، کیونکہ اُن کے نزدیک غالباً ہر شخص عیسائی ہے کہ جو اُن کے مشنری اسکولوں یا اداروں کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک سوالنامہ پر گھر کے اُن کو بھیج دیتا ہے اور مشنری اُسے کامیابی کا سرٹیفکیٹ یا دوسرے لفظوں میں عیسائیت کی سند جاری کر دیتی ہے۔ جاہل مسلمان اُس سوالنامے میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو (معاذ اللہ) خدا کا بیٹا اور نجات دہندہ کے طور پر درج کرتا ہے جو کہ مسلمان کے عقیدہ توحید کے بالکل خلاف ہوتا ہے۔ بنا بریں عیسائی اُسے اپنی جماعت کا رکن تصور کر لیتے ہیں، حالانکہ اس مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا، وہ محض اپنی بے وقوفی اور جہالت کی وجہ سے سوالنامہ میں دیئے گئے اشارات کے مطابق جوابات میں یہ تحریر کرتا ہے۔

بائیں ہمہ یہ بات باعثِ تشویش ہے کہ قیامِ پاکستان کے وقت مشرقی اور مغربی پاکستان میں عیسائیت کی کل آبادی اسی ہزار تھی۔ ۱۹۵۱ء میں صرف مغربی پاکستان میں عیسائی آبادی بڑھ کر چار لاکھ چونتیس ہزار ہو گئی۔ ۱۹۶۱ء میں ۵ لاکھ ۸۳ ہزار ۸ سو ۸ ہو گئی۔ ۱۹۷۱ء تک یہ آبادی ۹ لاکھ ۷ ہزار ۸ سو تھی، جبکہ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق مسیحی آبادی ۱۳ لاکھ ۱۰ ہزار ۴ سو ۲۶ ہو چکی تھی۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۸۱ء تک ۳۰ سال کے عرصے میں مسیحی آبادی کے بڑھنے کا تناسب تقریباً ۲۰۲ فی صد رہا، جبکہ مسلمان آبادی کے بڑھنے کا تقریباً

۱۷ عیسائیت کی تبلیغ و تخریب ۲۷ مذکورہ

یہ بات انتہائی حیران کن ہے کہ فرنگی کے سو سالہ دور اقتدار، سرکاری اشرور سوخ اور مراعات کے باوجود مشرقی اور مغربی پاکستان میں عیسائی آبادی اسی ہزار سے نہ بڑھ سکی اور پھر قیام پاکستان کے بعد عیسائی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو دورِ غلامی میں مسلمان علماء کرام اور بزرگانِ دین نے عیسائی مبلغوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کے لیے سیدراہ ثابت ہوتے، مگر قیام پاکستان کے بعد علماء (الآماشا اللہ) اس مشن سے بالکل غافل ہو گئے اور فرقہ سازی و فرقہ بازی میں مصروف ہو گئے۔ اس طرح عیسائی مشنریوں کے لیے میدان صاف ہو گیا اور دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے خصوصاً امراتہ طبقہ نے اسلامی تعلیم کو چھوڑ کر انگریزی تعلیم کو اپنالیا، جبکہ اسلامی مدارس میں عموماً ذہنی یا جسمانی طور پر معذور افراد کی ہی دلچسپی باقی رہ گئی (الآماشا اللہ) عیسائی مشنری نے علماء کے باہمی اختلاف اور عوام الناس کی دینی تعلیم کی دوری سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور ساتھ ساتھ انہوں نے غریبوں کے ساتھ روابط بڑھانے شروع کر دیے اور ان میں صابن، گرم کپڑے، تیل، خشک دودھ کے ڈبے وغیرہ تقسیم کر کے ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا شروع کر دیں۔

علاوہ ازیں عیسائی مشنریاں اور ادارے اخبارات میں اشتہارات دیتے ہیں؟ تو رات زبور انجیل اور صحاح انبیاء کا مطالعہ مفت اور گھڑ پیٹھے کیجئے۔ کئی سادہ لوح مسلمان ان کو خط لکھ دیتے ہیں اور یوں مشنری کے جال میں ایک نیا شکار پھنس جاتا ہے، چنانچہ اس مسلمان کو عیسائی بنانے کا عمل شروع کر دیا جاتا ہے۔ پہلے پہل تو اسے موجودہ انجیل کے منتخب شدہ اسباق بھیجے جاتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اس کو ایسا لٹریچر بھیجا جاتا ہے جو بظاہر ان لوگوں کا تحریر کردہ ہوتا ہے جنہوں نے

۱۔ سماہی فکر و نظر ص ۲۲ خیال رہے کہ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کی کل آبادی

۱۶۴۴۱۶۴۴ (۲۲۲۲۲۲۲۲) ہے جس میں ۵۰۰۰۵۰۰ (۸۱۲۲۲۲۲۲) مسلمان، ۱۳۱۱۱۱۱ (۱۱۶۱۱۱۱۱) عیسائی، ۱۲۶۱۱۱۱ (۱۲۶۱۱۱۱) ہندو

۲۲۲۲۲۲۲ (۲۲۲۲۲۲۲۲) اور ۹۹۹۹۹۹ (۹۹۹۹۹۹۹۹) پارسی اور ۵۰۰۰۰ (۵۰۰۰۰) دیگر مذاہب ہیں (فکر و نظر ص ۲۳۔ ستمبر ۱۹۸۶ء)

نئی نئی عیسائیت قبول کی ہوتی ہے۔ اس لٹریچر میں ایک انسان کو گمراہ کرنے کے لیے تمام تر  
 داؤ پیچ آزمائے گئے ہوتے ہیں۔ پڑھنے والا اکثر و بیشتر اُن من گھڑت واقعات سے متاثر  
 ہو جاتا ہے۔ اسی دوران اُس مسلمان کو کار سپانڈنس کلب نامی ادارے کا ممبر بننے کی دعوت  
 دی جاتی ہے اور گزشتہ اسباق میں کامیاب ہونے پر مسیحی لٹریچر کی شکل میں انعام دیا جاتا  
 ہے اور ملاقات کے باہمی اجتماعات میں بلایا جاتا ہے، جہاں ماہر قسم کے پادری اجتماع میں  
 شامل ہونے والے نئے افراد کے سوالوں کا جواب دے کر اُن کے ذہن کو عیسائیت قبول  
 کرنے کیلئے راہ ہموار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ موسوم گراما میں مری کے پرفضا مقام پر کیمپ لگائے  
 جاتے ہیں، جن کو کیمپ مبارک کہا جاتا ہے، وہاں پرواجی سے خرچہ پر طلباء کو آٹھ دن کھٹا  
 جاتا ہے، اُن کے قیام و طعام کا خرچہ مشنری برداشت کرتی ہے۔ اس جگہ چوٹی کے عیسائی  
 پادری مسلمان طلباء کو بھرپور انداز میں عیسائیت کی طرف مائل کرتے ہیں۔ اس طرح مسلسل  
 تنگ و دو کے بعد مشنری ایک صحیح راسخ العقیدہ مسلمان کو عیسائی بنانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔  
 اس کے علاوہ پاکستان کی سرحد سے تھوڑے سے فاصلے پر سیشلز جزیرے میں ایک  
 انتہائی طاقتور ریڈیو ٹرانسمیٹر نصب ہے۔ یہاں سے دن میں پانچ گھنٹے مسلسل پاکستان  
 کی قومی زبان اردو اور علاقائی زبانوں پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو میں بائبل کی تعلیمات  
 نشر ہوتی رہتی ہیں۔ اس ریڈیو کا علاقائی دفتر اسلام آباد میں ہے، جبکہ مسیحی تہواروں کے ایام  
 میں پاکستان ٹیلی وژن اور ریڈیو پاکستان سے بھی مسیحی تعلیمات نشر ہوتی ہیں۔  
 مملکت عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عیسائیوں کے رومن کیتھولک عقیدہ کی تبلیغ و  
 اشاعت کے لیے پاپائے روم کا سفیر ۱۹۵۸ء سے متعین ہے جو چرچ کے مذہبی معاملات کی نگرانی  
 کرتا ہے اور ان معاملات میں حکومت پر باؤ ڈالنے کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتا ہے۔  
 کیتھولک کے علاوہ پروٹسٹنٹ فرقہ اور دوسرے عیسائی فرقوں کے ادارے بھی پاکستان میں  
 لے سہ ماہی فکر و نظر جولائی تا ستمبر ۱۹۸۷ء



وسیع پیمانے پر سرگرم عمل ہیں۔ ان کے ذیلی اداروں میں سینکڑوں کی تعداد میں اسکول، کالج، ہسپتال، زچہ بچہ سنٹرز اور یتیم خانے موجود ہیں۔

پاکستان میں ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۴ء تک صرف ۳۶ سال میں ۱۵۶ نئی مشنریاں قائم ہوئیں۔ ایک پُرانی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں مشنری اداروں کی تعداد ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ مشنری ہیڈ کوارٹرز اور چرچ ۱۰۲ عدد ۲۔ پرائمری سکول ۸۵ عدد ۳۔ ہائی سکول کالج ۹۹ عدد ۴۔ ٹیکنیکل اسکول ۱۳ عدد ۵۔ لڑکیوں کے یتیم خانے اور ہوسٹل ۳۰ عدد ۶۔ لڑکوں کے یتیم خانے اور ہوسٹل ۳۲ عدد ۷۔ متفرق تعلیمی ادارے اور سنٹرز ۸ عدد ۸۔ مرکز تعلیم بالغاں ۱۱ عدد ۹۔ شفاخانے (ڈسپنسریاں) ۱۴ عدد ۱۰۔ مشن ہسپتال ۱۱ عدد ۱۱۔ مسیحی اخبارات و رسائل ۳۰ عدد ۱۲۔ مسیحی مکتبے اور ناشر ادارے ۱۸ عدد ۱۳۔ دارالمطالعے ۳۵ عدد ۱۴۔ بائبل خط و کتابت اسکول ۱۵ عدد ۱۵۔ کار سپانڈنس کلب (صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔

مملکت عزیز پاکستان کی حکومت، علماء اور عوام کی یہ مجرمانہ غفلت ہے کہ عیسائی مشنریوں کو اس قدر کھلی چھٹی دے دی گئی ہے، حالانکہ کئی دیگر ممالک مثلاً چین، ایران، عراق، سیلون، تھائی لینڈ، سوڈان وغیرہ میں غیر ملکی مشنریوں پر پابندی عائد ہے۔ اہل پاکستان کو یہ تلخ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ہندوستان سے حکومت چھیننے سے قبل عیسائی کمپنیاں محض تجارتی غرض ظاہر کر کے یہاں وارد ہوئی تھیں اور پھر جو کچھ ہوا، وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ آج بھی کئی افریقی ممالک میں مسلمان اکثریت کے باوجود عیسائی اقلیت کی حکومت ہے۔ مسلمان کو اس پستیگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ رب العزت جل شانہ اپنے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سہ سے پوری دنیا میں اسلام کو غلبہ ادرخ و نصرت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

نیاز کیش، سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ

۱۵ اب ۱۹۸۸ء ہے، مجھے افسوس ہے کہ محض دو رسائل کی وجہ سے کوشش کے باوجود مجھے تازہ ترین رپورٹ نہیں مل سکی یہ اعداد و شمار کئی سال پُرانی رپورٹ کے مطابق درج کرنا ہوں گے عیسائیت کی تبلیغ و تحریک (مکمل)

شایدند از زمان سما بلوغ لعن الله الجماله  
وصف رخ او و او ای لضم کتبت اللدخه الجماله

قرآن با یقین و کوشش و محنت و محنت  
صدقاً و قیماً را سخاوتاً و امانتاً و امانتاً

یا صاحب الجمال و یا سید البشر  
من و جمک المنفق و لوداع امر

لا ینالینا شیئاً منکم ما کان حقاً

بعد از خدا بزرگ توئی و محضت  
۱۳۹۹

## فضائل سید المرسلین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم دائماً ابداً

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو نوع بشر کو صراط مستقیم دکھانے کے لیے مبعوث فرمایا۔ ہم ایمان ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک کسی بھی نبی برحق کی شان میں گستاخی کفر ہے۔ لَا تَفْرِقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِۦ (کہ ہم اس (اللہ تعالیٰ) کے کسی رسول پر بھی ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے) کے مطابق تمام انبیاء کرام کو نفس رسالت و نبوت میں یکساں مانتے ہیں، یعنی یوں نہیں کہ کسی کو عارضی، ظنی، بروزی اور کسی کو مستقل بلکہ تمام کو اللہ جل شانہ کے برگزیدہ پیغمبر تصور کرتے ہیں۔ کسی بھی نبی کی شان اس نیت سے بیان کرنا کہ دوسرے نبی کی توہین مقصود ہو، ناجائز و حرام تصور کرتے ہیں، لیکن انبیاء کرام کے باہمی درجات کو ضرور تسلیم کرتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں، کیونکہ یہ چیز خود خدا سے لم یزل نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتی:

”یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی، ان میں سے کسی سے (تو) اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے (محب سے) بلند درجہ عطا فرمایا۔ اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور (روح القدس) رپاکیزہ روح سے ان کی مدد فرمائی۔“

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ  
عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُمْ مِّنْ كَلِمَةِ اللّٰهِ  
وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَّ  
آتَيْنَا عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ  
الْبَيْتَ وَآيَاتِنَا بِرُوحِ  
الْقُدُسِ ط (البقرہ ۲۵۳)

اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہاں کچھ فضائلِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نقل کرتے ہیں۔ اولاً یہ بات ضرور ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ کوئی بھی مخلوق حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کا حقہ بیان نہیں کر سکتی، کیونکہ ان کے فضائل میں خود خالق کائنات کا ارشادِ گرامی ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ  
(الانشراح)

(اے محبوبِ علیک السلام) اور ہم نے تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلند فرمادیا۔

## فضائلِ مصطفیٰ بکلامِ حاشا (جلت شانہ)

یوں تو سارا قرآن پاک ہی فضائلِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ ہر آیت مبارکہ آپ کا مستقل معجزہ ہے اور منکرینِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کھلا پیہنج ہے۔ ”تم اس کی مثل کوئی سورۃ بنا لاؤ اور اس سلسلے میں اپنے تمام مددگاروں کو خدا کے سوا بلاؤ اگر تم سچے ہو“ مگر زمانہ گواہ ہے کہ آج تک مثل قرآن نہ بن سکا اور نہ بن سکے گا۔ لہٰذا قرآن پاک نے بہت سی جگہ پر نہایت واضح الفاظ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان فرمائی، ان میں سے چند ایک آیات مبارکہ ملاحظہ فرمائیے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا  
سَاعِنَا وَقُولُوا نُنظَرُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
وَاللَّكْفِيرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرة)

اے ایمان والو! ساعنا نہ کہا کرو، بلکہ یوں عرض  
کرو کہ ہم پہ نظرِ شفقت فرمائیے اور پہلے ہی  
یعورسُن لو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب

لہٰذا قرآن پاک کے متعلق مکمل بحث انشاء اللہ تعالیٰ آگے آرہی ہے۔

اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب شمعِ رسالت کے پروانے بارگاہِ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہوتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو کلامِ مبارک سے مشرف فرما رہے ہوتے، تو اگر کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی، تو وہ عرض کرتا، **رَاعِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ** یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، (اس کلام میں) ہماری عیادت فرمائیے، یعنی دوبارہ ارشاد فرمائیے۔ لفظ **رَاعِنَا** یہود کی زبان میں گالی تھا، وہ بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو **رَاعِنَا** (چرواہا یا احمق) معاذ اللہ کہنے لگے اور دل میں خوش ہونے لگے کہ خوب کلمہ ہاتھ لگا۔ ایک دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو نیت کو مہانپ گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، اگر آئندہ میں نے کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہود نے کہا کہ ہم پر کیوں بگڑتے ہو؟ مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں۔ اس پر آپ نہایت غمزہ حالت میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ ادھر تو یہ حاضر ہوتے ہیں اور ادھر جبریل امین یہ آیتِ مبارکہ لے کر آجاتے ہیں کہ اے مسلمانو! آئندہ **رَاعِنَا** کہنا ہی بند کر دو، تاکہ کسی بد بخت کو گستاخی کا موقع ہی نہ ملے اور آئندہ **اَنْظُرْنَا** عرض کیا کرو۔ سبحان اللہ تعالیٰ کیا شان ہے میرے آقا (فداہ امی وابی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کہ خدائے بزرگ و برتر کو یہ گوارا نہیں کہ اُس کے محبوب علیہ السلام کی شانِ اقدس میں کوئی ایسا لفظ بولا جائے کہ جس میں گستاخی کا شائبہ بھی ہو۔

(۲) **قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرة ۱۴۴)**

تحقیق ہم ملاحظہ فرما رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا پس ہم آپ کو پھیرتے ہیں اُس قبلہ کی طرف، جس پر کہ آپ راضی ہیں پس اپنا چہرہ انور مسجدِ حرام کی طرف کر لو۔

تفسیر منطہری، قرآن، روح البیان میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

ایک بار جبریل امین سے اس تمنا کا اظہار فرمایا کہ بیت اللہ شریف چونکہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کا قبضہ ہے، اس لیے میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبلہ بنا دے۔ جبریل امین نے عرض کیا، میں تو بندۂ مامور ہوں اور آپ حبیب اللہ اور خدائے تم پزل کے بہت مقرب ہیں، دعا فرمائیے، تو تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ معتبر تفاسیر میں ہے کہ آپ شہری پڑھیں رجب پیر کے دن ظہر کے وقت مسجد قبلتین (مسجد بنو سلمہ) میں ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے مگر اللہ جانے آج کی نماز میں کیا راز ہے، ولی خواہش کے مطابق تبدیلی قبضہ کے لیے انتظار وحی میں آسمان کی طرف بار بار نظر فرما رہے ہیں۔ ابھی صرف دو رکعت ہی ادا فرمائی تھیں کہ رحمت الہی جوش میں آجاتی ہے جبریل امین یہ آیہ مبارکہ لے کر حاضر خدمت ہو جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ کا رب، فرماتا ہے کہ اے محبوب، تمہاری رضاعت کے مطابق تمہارا قبضہ تبدیل فرما دیا گیا ہے اور فرماتا ہے کہ اپنا چہرہ منسج حرام کی طرف کھلو، چنانچہ بقیہ دو رکعت خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے ادا فرمائی گئیں (سبحان اللہ تعالیٰ و بحمدہ)

(۳) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ  
فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ  
ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ  
الرَّحِيْمُ (آل عمران - ۳۱)

(اے محبوب علیک السلام، تم فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ، اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربان ہے)

تفسیر کبیر، روح البیان و تفسیر سیدنا ابن عباس وغیرہ میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے یہود و نصاریٰ کو دعوتِ اسلام دی، تو انہوں نے کہا کہ ہم تو اللہ کے پیارے ہیں ہمیں تمہارے اتباع کی کیا ضرورت ہے، تو تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اور ظاہر ہو گیا کہ خدا کا پیارا صرف وہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تابعدار ہے۔

(۴) وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ  
التَّيِّبِينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ  
كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ  
رَسُولٌ مٌصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ  
لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ  
قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ  
عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا  
أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا  
أَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ  
(آل عمران - ۸۱)

اور یاد کرو کہ جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے  
ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت  
دوں، پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف  
لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائیں  
تو تم ضرور بالضرور اس رسول پر ایمان لے  
آنا اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا  
کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس پر میرا بھاری  
ذمہ لے لیا۔ سب نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار  
کر لیا تو فرمایا کہ ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ،  
اور خود میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور علیہ السلام  
پر ایمان لانے اور معاون بننے کا وعدہ لے لیا جو کہ فی الحقیقت تمام انبیاء کرام علیہم السلام  
کی امتوں سے بھی وعدہ تھا کیونکہ امت تو اپنے نبی ہی کے پیچھے ہوگی اور پھر شب معراج میں  
اس کا اظہار یوں فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام  
انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں مقعدی تھے، اور امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
امام — ثابت ہوا کہ کوئی بھی شخص جو کسی بھی نبی کا امتی ہو، اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کا زمانہ اقدس پاتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا واجب ہوگا۔

(۵) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ  
أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ  
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ  
بیشک اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا  
مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے رسول  
بھیجا جو ان پر اس کی آیات مبارکہ تلاوت  
فرماتا ہے اور انہیں پاک فرمانا ہے اور انہیں

وَالْحِكْمَةُ وَإِنْ كَانُوا مِنْ  
 قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۱۶۴  
 کتابِ حکمت سکھاتا ہے اور بے شک  
 وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ کی ہر انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں۔ خود باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اگر تم  
 اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو، تو ناممکن ہے" مگر کسی بھی نعمت پر اس طرح اظہارِ احسان  
 نہیں فرمایا جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر فرمایا اور ساتھ  
 ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ رسول نہ صرف تمہیں آیاتِ الہیہ کی تلاوت سے مشرف فرماتے ہیں،  
 بلکہ تمہیں رُوحِ وحیم کی پاکیزگی بھی عطا فرماتے ہیں، یعنی عیسائیوں کی طرح پیستہ نہیں دیتے،  
 بلکہ نظرِ کرم سے ہی رُوح کو کفر و شرک کی نجاست سے نجات دے دیتے ہیں (خیال ہے  
 کہ عیسائی اپنے بچوں کو پیدائش کے ساتویں سال اور دوسروں کو عیسائی بناتے وقت  
 زرد پانی کے حوض میں غوطہ دیتے ہیں، اسے پیستہ دینا کہتے ہیں) آخر میں ارشاد ہوا کہ  
 تم صریح گمراہی میں تھے۔ بلاشبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے قبل  
 اہل دنیا کی عموماً اور اہل عرب کی خصوصاً جو حالت تھی، وہ محتاج بیان نہیں۔ لوگ اپنی  
 بچیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ سفاحِ جاہلیت عروج پر تھا۔ لوگ ننگے ہو کر  
 بیت اللہ شریف کا طواف کیا کرتے تھے۔ اس جگہ یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ایک  
 مشہور متعصب غیر مسلم یوڈی سیرت نگار "مارگو لپتھ" MARGALTOUCH اپنی تصنیف "محمد"  
 میں لکھتا ہے: ابوہریرہ کو عقل و دانش کے لحاظ سے غیر معمولی شہرت حاصل تھی، یہاں  
 تک کہ وہ تیس سال کی عمر میں دارالندوہ کا ممبر بن گیا۔ دراصل مسطر مارگو لپتھ کو حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر دشمن ہی بہت عقلمند نظر آتا ہے، اسی لیے وہ اپنی تصنیف  
 میں جگہ جگہ ان مشرکین کو عقل و دانش کا خزانہ خیال کرتا ہے۔

۱۶۴ یعنی لوگ اپنی بیویوں کو روسائے عرب اور سردارانِ قوم کے پاس بھیجتے تاکہ یہ ان کے لطفوں  
 سے حاملہ ہوں۔ اگر وہ حاملہ ہو جاتیں، تو مردِ فخر سے بتاتا کہ میری بیوی کو فلاں پوہری کا حمل ہے۔ ۱۶۴



ہمیں مسٹر مارگو لیتھ پر کیا افسوس ہو سکتا ہے۔ اس متعصب سے یہی توقع ہو سکتی ہے،  
 البتہ ہم یہاں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں، جس سے مشرکین مکہ کی عقل کا بخوبی پتہ چلتا ہے،  
 زمانہ جاہلیت میں ایک شخص "اساف" نے بیت اللہ شریف کے اندر ایک عورت  
 "ناتکہ" سے زنا کیا اور غضبِ الہی سے وہ دونوں پتھر ہو گئے۔ مشرکین مکہ نے ان دونوں پتھر  
 کے مجسموں کو اٹھایا اور ایک کو صفا اور دوسرے کو مروہ کے پاس نصب کر دیا اور دونوں  
 کو خدا سمجھ کر پوجنے لگے اور جب صفا اور مروہ کے پاس آتے جاتے تو تمام مشرک بشمول  
 ابو جہل ان کو سجدہ کرتے اور چھوٹے تھے۔ جب حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو کھودنے  
 کا ارادہ فرمایا تھا، تو انہی بتوں کی وجہ سے مشرکین نے مخالفت کی تھی۔ (مدارج الجنۃ وغیرہ)  
 قارئین آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ابو جہل اور اس کے ساتھی کتنے دانا تھے، جن پر غضب  
 خدا نازل ہوا، وہی ان کے خدا بن گئے۔ اس حالت میں مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے اس جملہ کی  
 اہمیت کا پتہ چلتا ہے، اور بے شک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

(۶) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ  
 عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي  
 مِنْ سُلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ فَمَا مِنْهُ  
 بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ج (آل عمران ۱۷۹)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ عام لوگوں کو  
 علم غیب دے۔ بل اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے  
 رسولوں سے جسے چاہے، پس تم ایمان لاؤ  
 اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر۔

امام سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے  
 فرمایا کہ میرے سامنے میری تمام امت پیش کی گئی، جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے  
 ان کی تمام نسل، اور جو مجھ پر ایمان لانے والے ہیں یا نہیں لانے والے، وہ سب مجھے بتائے  
 گئے ہیں۔ اس فرمان کی اطلاع منافقوں کو پہنچی، تو وہ مذاق کرتے بولے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وآلہ وسلم) کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے، وہ ان کے بھی مومن و غیر مومن  
 کو جانتے ہیں، جبکہ ہم ان کے پاس رہتے ہیں اور یہ ہمیں بھی مسلمان ہی سمجھتے ہیں، چنانچہ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام ممبر شریف پر کھڑے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے وہ کس وجہ سے ہمارے علم پر زبان طعن دراز کرتے ہیں؟ تم اپنے زمانے سے قیامت تک کی جو بات چاہو پوچھو، تم جو بھی پوچھو گے ہم بتا دیں گے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: "حذافہ"۔ اس کے فوراً بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا حبیب اللہ علیک السلام ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں (آپ ہم اہل ایمان پر راض نہ ہوں) ہمیں معافی دیجئے، تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرماتے ہوئے: کیا آئندہ بھی طعن کرو گے؟ کیا باز رہو گے؟" ممبر شریف سے اتر آئے۔

(تفسیر منظرہری، خزانہ، نورالعرفان، خازن وغیرہ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ اپنی والدہ کے پاس گئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی، تو حضرت عبداللہ کی والدہ ان سے سخت ناراض ہوئیں اور بولیں تیرے جیسا بیٹا میں نے نہیں دیکھا، کیا تجھے علم نہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں کیا کچھ کیا کرتی تھیں۔ اگر خدا نخواستہ میں نے کوئی غلطی کی ہوتی، تو تو نے مجھے بھری محفل میں رسوا کر دیا ہوتا، یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ پوشیدہ نہیں کہ درحقیقت کس کا کون باپ ہے؟

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں پھر اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول یعنی اے محبوب! تم، ان کی سفارش فرماؤ تو وہ گنہگار یقیناً اللہ تعالیٰ کو معاف فرمائے والا مہربان پائیں گے۔

(۷) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا  
أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ  
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ  
لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

(النساء، ۶۴)

اس آیت کریمہ میں گناہوں کے مریض کو نہ صرف بارگاہِ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

میں حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا گیا ہے، بلکہ صدقِ دل سے حاضر ہونے والے کو شفا یاب ہونے کی خوشخبری بھی سنائی گئی ہے۔

حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحلت فرماتے ہوئے صرف تین روز ہی گزرے تھے کہ ایک اعرابی قبرِ انور سے چمٹ کر یوں عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، جو کچھ آپ نے اپنے خدا سے سنا اور لیا اور ہم نے آپ سے لیا یعنی قرآن کریم، اس میں یہ آیت بھی ہے: وَكُوْنُوْا اَنْتُمْ اِذْ ظَلَمْتُمْ . . . . . (آخر تک آیت تلاوت کی اور کہا میں نے بھی اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ میری سفارش فرمائیں۔ اعرابی جذبہ شوق سے یہ عرض کر رہا تھا کہ اتنے میں قبرِ انور سے آواز آئی، قَدْ غَضَبَ لَكَ تَحْقِيقُ تیری مغفرت ہو گئی۔) (جذب القلوب، تاریخ مدینہ) (سبحان اللہ)

محمد بن عرب بلالی فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر تھا، اتنے میں ایک اعرابی آیا اور قبرِ انور کے پاس کھڑے ہو کر (انتہائی جذبہ شوق) سے عرض کرنے لگا، اے خیر الرُّسُلِ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، حق سبحانہ، تعالیٰ نے آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور اس میں ارشاد فرمایا، وَكُوْنُوْا اَنْتُمْ اِذْ ظَلَمْتُمْ . . . . . (پوری آیت تلاوت کی اور کہا) یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، میں بھی گنہ گار ہوں اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے آپ کو اپنا سفارشی بنانا ہوں، پھر چند اشعار پڑھے اور چلا آیا، وہیں بیٹھے بیٹھے مجھے نیند آگئی اور خواب میں دیکھا کہ حضورِ خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرماتے ہیں کہ جاؤ اُس اعرابی کو بشارتِ سنادو کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہوں کو میری شفقت کی برکت سے بخش دیا ہے (جذب القلوب، تاریخ مدینہ)

(۸) فَلَا وَرَيْكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (تو اے محبوبِ علیک السلام، تمہارے رب  
حَتَّىٰ يُحْكِمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ کی قسم وہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوں گے جب تک

ثُمَّ لَا يَجِدُ وَافِيَّ أَنْفُسِهِمْ  
حَرْجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا  
تَسْلِيمًا (النساء - ۶۵)

تمام تنازعات میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور تم  
جو بھی فیصلہ فرما دو اس کے لیے اپنے دل میں  
کوئی رکاوٹ نہ پائیں بلکہ مکمل طور پر پل سے تسلیم کر لیں۔

ذرا انداز بیان ملاحظہ فرمائیے کہ قسم تو اپنی ذات کی ہی فرمائی، مگر یوں نہیں کہ مجھے اپنی ذات  
کی قسم یا میری بزرگی کی قسم، بلکہ ارشاد ہوا: اے محبوب مجھے تیرے رب کی قسم، سبحان اللہ تعالیٰ  
کتنا پر لطف کلام ہے۔ گویا یوں ارشاد ہوا، اے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم،  
ہمیں قسم ہے کہ جو تمہارا غلام نہیں، وہ ہمارے حضور بھی مردود ہے۔ ایمان صرف اسی کا  
قبول ہے جو تمہارا تابع فرمان ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حترہ کے ایک پہاڑی نالے کے  
پانی سے کھیتوں کو سیراب کرنے کے متعلق ایک انصاری کے ساتھ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ  
کا جھگڑا تھا، دونوں فیصلہ کے لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں  
حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا: زبیر تم سینچ لو، پھر اپنے ہمسائے کی  
زمین کی طرف پانی چھوڑ دو، اس پر وہ انصاری ناراض ہو گیا اور بولا: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم)، اس فیصلہ کی وجہ یہ ہے کہ زبیر آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے یہ سن کر حضور علیہ السلام  
کے رخ انور کا رنگ بدل گیا اور ارشاد فرمایا: زبیر زمین سینچنے کے بعد پانی کو اتارو کے رکھو  
کہ پانی منڈھیر تک پہنچ جائے، پھر اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ اس طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
زبیر کو پورا حق دیا، جبکہ صریح حکم میں انصاری نے آپ کو ناراض کر دیا، حالانکہ پہلے آپ  
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا مشورہ دیا تھا کہ جس میں دونوں کے لیے فراخی تھی۔

(بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ احیاء الموات والشرب)

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ اسی سلسلہ  
میں آیت (مذکورہ بالا) کا نزول ہوا (مظہری،

امام محی السنۃ فرماتے ہیں کہ مجاہد اور شعبی کے نزدیک اس کا شانِ نزول یوں ہے کہ بشرِ منافق اور ایک یہودی کے درمیان کوئی جھگڑا تھا، دونوں فیصلہ کے لیے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا، کیونکہ وہ سچا تھا۔ منافق یہودی سے بولا چلو عمر کے پاس چلتے ہیں اور فیصلہ کروا تے ہیں، چنانچہ دونوں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور اپنا قضیہ بیان کیا۔ یہودی بولا عمر! خیال رکھنا کہ اس سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں، مگر یہ نہیں مانا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اندر گئے اور تلوار نکال لائے، آتے ہی اُس منافق کی گردن اڑادی اور فرمایا: جس کو میرے آقا رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ قبول نہیں، عمر کے ہاں اُس کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت عمر نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے، اس سے جواب طلبی فرمائی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے تو عمر سے یہ اُمید نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کریں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے عمر! اس آدمی کو کیوں قتل کیا؟ اسی وقت جبریل امین یہ آیت کریمہ لے کر حاضر ہو گئے، چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خون سے بری قرار دے دیا (منظہری ابن ابی حاتم سے تاریخ الخلفاء للسیوطی)۔

(۹) مَنْ بَطَّعَ الرَّسُولَ فَقَدْ  
 أَطَاعَ اللَّهَ ۝۸۰  
 وہی اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے۔

مروی ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکمِ خدا اپنی اطاعت کا حکم دیا تو رَأْسُ الْمُنَافِقِينَ عبد اللہ بن اُبی بولا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اب اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنی اطاعت کروانا چاہتے ہیں (ایک دوسری روایت میں ہے کہ اُس نے کہا کہ کیا اب ہم

ان کو عیسائیوں کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح رب مان لیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی، جس میں بتایا گیا کہ اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی درحقیقت اطاعتِ خدا ہے اور جلال ہے اور جو ان کا نافرمان ہے، وہ خدا سے لم یزل کا فرمانبردار نہیں کہلا سکتا۔ (تفسیر سیدنا ابن عباس)

(۱۰) وَمَنْ يَتَشَاقِقِ اللَّهَ وَ  
رَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ  
الْعِقَابِ (انفال - ۱۳)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی مخالفت کرے یا کرتا ہے۔۔۔ (وہ جان لے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے۔

یہ آیت مبارکہ غزوة بدر کے متعلق ہے کہ کافروں کو ذلت در سوائی اس لیے ملی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نافرمان تھے اور یہ قانون ہمیشہ کے لیے ہے کہ جو کوئی کسی بھی نبی برحق کا نافرمان و گستاخ ہوگا، اللہ تعالیٰ کے حضور ملعون و مقہور ہوگا، خواہ وہ کتنا بھی بڑا عالم و فاضل اور عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔ ابلیس لعین کی مثال اہل اسلام اور اہل کتاب سب کے سامنے ہے اگر آدم علیہ السلام کے انکار کا یہ بدلہ ہے تو سیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انکار کا بدلہ کیا ہوگا؟

(۱۱) وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ  
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ  
مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ  
فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (النساء  
۱۱۳)

اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب علم سکھا دیا، جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان اسرار و رموز سے مطلع فرمایا کہ جو انسانی ادراک سے کہیں ماورزی ہیں اور یہ بات تو بدترین دشمن بھی تسلیم کرتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بھی شخص سے اکتسابِ علم نہیں کیا اور کوئی بھی انسان یہ دعویٰ نہیں

کر سکتا کہ میں نے ایک حرف بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھایا یا کوئی شے سکھائی ہے اور ہم اہل اسلام پوری دنیا کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمارے آقا رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پوری (ظاہری) حیات مبارکہ میں آپ کا کوئی بھی ایسا قول یا فعل ثابت نہیں کر سکتے کہ جو حکمت و دانائی کا گلدستہ نہ ہو۔ وہ گھریلو زندگی ہو یا خارجی، وہ سخی زندگی ہو یا اجتماعی، وہ میدانِ جنگ ہو یا تختِ عدالت، وہ یتیموں پر شفقت فرمائی جا رہی ہو یا سلاطینِ زمانہ کے نام خطوط بھیجے جا رہے ہوں۔ ہر جگہ اور ہر مقام پر علم و دانش، تدبیر و حکمت کے وہ گوہر لٹاتے کہ زمین تو زمین آسمان والے بھی عیش عیش کراٹھے۔ بلاشبہ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

(۱۲) يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ قُرْآنًا مُّبِينًا (النساء ۱۶۴) اے لوگو! بیشک تمہارے سب کی طرف سے تمہاری طرف کھلی دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے النَّاس فرما کر گویا پوری نوعِ بشر کو مخاطب فرمایا، اس میں یہودی، عیسائی، آتش پرست، ستارہ پرست، دہریے اور بت پرست غرضیکہ تمام اولادِ آدم شامل ہے، اُن سب سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل، یعنی (عند المفسرین) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے۔ ظاہر ہے کہ دلیل و دعویٰ کو مضبوط کرنے کے لیے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اُس کے رسول ہیں کہ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ يَعْنِي اللّٰهُ تَعَالٰی جَل شَانَہُ وہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اہل مکہ کو توحید خداوندی کی دعوت دی تو سب سے پہلے اپنے آپ کو یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا کہ اے اہل مکہ میری زندگی کا ایک بڑا حصہ یعنی چالیس سال تمہارے اندر گزرے ہیں۔ میری پوری چالیس سالہ زندگی کا ایک ایک گوشہ تمہارے سامنے عیاں ہے، تو کیا تم میری اس زندگی کے کسی بھی لمحے پر انگشتِ نمائی

کر سکتے ہو؟ کہ فلاں لمحے تم نے معاذ اللہ فلاں قبیح فعل کیا تھا یا جھوٹ بولایا وعدہ کی خلاف ورزی کی تھی۔ تمام اہل مکہ نے بیک زباں اقرار کیا کہ نہیں برگز نہیں، آپ کے بدترین دشمن بھی تمہاری امانت و صداقت پر شک نہیں کر سکتے۔ آپ ہمارے نزدیک صادق اور امین ہیں۔ تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: پھر جان لو یہ بت جھوٹے ہیں اور عبادت کے لائق صرف وہی وحدہ لا شریک ہستی ہے کہ جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا، اس میں شک نہیں کہ مشرکین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن بن گئے۔ آپ کو شہید کرنے کے پروگرام بنانے لگے، حتیٰ کہ اس نیتِ فاسدہ سے کاشانہ اقدس کا محاصرہ بھی کر لیا اور محاصرہ کرنے والوں میں مکہ کے ہر معتبر قبیلہ کا کوئی نہ کوئی فرد ضرور موجود ہے۔ دشمنی اس قدر شدید ہے کہ لات و عزتی کی قسمیں اٹھا کر آج شہید کرنے کے لیے حملہ آور بھی ہیں، مگر اعتماد کی یہ حالت ہے کہ اپنی امانتیں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس رکھی ہوئی ہیں۔ ۶۲۸ء میں مشہور عیسائی بادشاہ ہرقل روم نے ابوسفیان بن حسرت (جو اس زمانہ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بدترین دشمن تھا) سے دریافت کیا کہ اُس مدعی نبوت نے کبھی عہد شکنی یا بد عہدی کی؟ ابوسفیان نے کہا کہ وہ تو صادق و امین ہے، اُس نے کبھی بد عہدی نہیں کی (تفصیلاً واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا) تو ہرقل نے کہا کہ جو بندوں سے جھوٹ نہیں بولتا، وہ خدا پر کب جھوٹ بول سکتا ہے، وہ یقیناً سچا نبی ہے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی ہستی ہیں کہ دشمن بھی ان میں نقص نہیں نکال سکتے۔ اکثر علماء کرام کے نزدیک بُرہان سے مراد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ہیں کہ آپ سر انور کے بال مبارک سے لے کر قدم انور تک سر اپا معجزہ ہیں، (انشاء اللہ تعالیٰ مستقل باب میں ذکر کیا جائے گا۔)

(۱۳) يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا  
 أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط  
 یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، (لوگوں تک،  
 پہنچا دو جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی



وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ  
بِسَالَتِهِ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ  
مِنَ النَّاسِ ط (مائدہ - ۶۷)

طرف نازل فرمایا گیا، اگر ایسا نہ ہوا تو تم  
نے اُس کا کوئی پیغام نہ پہنچایا اور اللہ تعالیٰ  
لوگوں سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام محی السنہ نے محدث بن کعب قرظی سے حضرت ابی ہریرہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی کہ جب سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے  
ہمراہ ہوتے اور راستہ میں کہیں ٹھہرتے، تو ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے سب سے بڑا  
درخت اور اس کا سایہ چھوڑ دیتے تاکہ آپ وہاں آرام فرمائیں۔ ایک دن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار اس درخت کے  
ساتھ لٹک رہی تھی کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور تلوار اتار لی، اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی آنکھ کھل گئی تو وہ اعرابی تلوار اتار کر بولا: محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اب مجھ سے تم کو  
کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اللہ بچائے گا اور فرمایا کہ تلوار  
رکھ دے۔ یہ سنتے ہی اعرابی کا ہاتھ کپکپانے لگا اور تلوار اُس کے ہاتھ سے گر گئی اور اعرابی  
نے اپنا سر اتنے زور سے درخت کے ساتھ مارا کہ اُس کا دماغ پارہ پارہ ہو گیا۔ تب یہ آیہ کریمہ  
نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری جلد ۷)

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس طرح حفاظت فرمائی کہ بیشمار  
کوششوں کے باوجود کفار آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید نہ کر سکے۔ ایک بار ابو جہل بعین نے  
حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حالت سجدہ میں دیکھا تو ایک بڑا پتھر اٹھا لیا تاکہ  
معاذ اللہ سر اور کھپل ڈالے۔ جو نہی وہ نزدیک ہوا تو خوفزدہ ہو کر تجھے بھاگا اور پتھر ہاتھ سے نہ  
پھینک سکا۔ قریش نے پوچھا، ابو لکم! تجھے کیا ہوا؟ رنگ بدلا ہوا ہے۔ بولا جب میں  
نزدیک گیا، تو میں نے اُس کے قریب ایک اونٹ دیکھا اللہ (تعالیٰ) کی قسم میں نے اس کا وہ  
سر، گردن اور دانت دیکھے کہ آج تک کسی اونٹ کے ایسے (ہیبت ناک) نہ دیکھے، وہ اونٹ

مجھے کھانے کے لیے دوڑانا تھا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جبریل علیہ السلام  
تھے، اگر بوجہل اور قریب آتا تو اسے پکڑ لیتے۔ (سیرت ابن ہشام)

۲۵، ۲۶ء کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہودی قبیلہ بنو نضیر کی بستی  
میں صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لے گئے، تو یہودیوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شہید کرنے  
کا پروگرام بنایا، چنانچہ حتی بن اخطب کی ترغیب پر عمرو بن حجاج نے ارادہ کیا کہ اس مکان کی تخت  
پر چڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑا سا پتھر گرا کر کھیل ڈالے کہ جس کی دیوار سے نواختہ کو نین  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹیک لگاتے تشریف فرما تھے۔ سلام بن مشکم یہودی نے مخالفت کی  
اور کہا کہ تمہارے ارادہ بد سے اُن کا رب اُن کو مطلع فرما دے گا، مگر دوسرے یہودی نملنے  
اسی اثنار میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہودیوں کی خباثت و  
بد عہدی سے مطلع فرما دیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے اٹھے  
اور صحابہ کرام کی معیت میں مدینہ طیبہ تشریف لے آئے (محمد رسول اللہ، مدارج النبوة، ابن ہشام)  
ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کفار کے ہاتھوں شہید  
ہونے سے بچالیا۔

جو لوگ غلامی کریں گے اس رسول کی جو نبی اُمّی  
میں جسے وہ لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس نوراۃ اور  
انجیل میں وہ (رسول علیہ السلام) انہیں بھلائی کا  
حکم دیں گے اور برائی سے منع فرمائیں گے اور  
ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائیں گے  
اور گندی چیزیں حرام فرمائیں گے اور ان پر سے  
وہ ان کے بوجھ اور ان کے گلے کے پھندے  
(یعنی سخت احکام) اتار پھینکیں گے جو کہ ان پر  
تھے۔

(۱۲) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ  
الْبَنِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ  
مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ  
وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ  
وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ  
لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ  
الْمُنْكَرَاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ  
وَالْأَعْلَى الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

الاعراف / ۱۵۷

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ کوئی بھی غیر منتصب شخص انکار نہیں کر سکتا، اس آیت مبارکہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت "نبی اُمّی" کا ذکر ہے۔ نبی کا معنی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا (مصباح اللغات ص ۸۴ مطبوعہ کراچی) اور اُمّی کا معنی ہے "ان پڑھ" ایک معنی ہے اُمّت والا اور یہ دونوں معنی حدیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ "نبی اُمّی" حضور خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے کہ کسی سے پڑھے بھی نہیں اور اخبار خیب بھی دیتے ہیں۔ انبیاء کرام گزشتہ کے تمام واقعات سے بھی مطلع ہیں، بہت سی آئندہ کی پیشین گوئیاں بھی فرماتے ہیں جو کہ حرف بکرت رت ہیں۔ پھر صحابہ کرام کے سامنے جو کلام اللہ شریف کی مقدس آیات کریمہ کی تلاوت فرماتے، وہ ہمیشہ بغیر کسی تبدیلی کے منظم طریقہ سے تلاوت فرماتے، حالانکہ ایک معمولی سمجھ رکھنے والا آدمی بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ کتنا بھی عالم و فاضل کیوں ہو، اگر بغیر لکھے فی البدیہہ کوئی تقریر کرے اُسے کہا جائے کہ دوبارہ وہی تقریر کر دو جو پہلے کر چکا ہے، تو ضرور دوبارہ وہ مکمل طور پر لفظ بلفظ وہی تقریر نہیں کر سکتا، کچھ نہ کچھ الفاظ کی کمی بیشی ضرور ہو جائے گی یا کسی چیز کو سمجھاتا ہوا اسی مفہوم کا کوئی دوسرا لفظ بول دے گا، مگر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باوجود کہ "نبی اُمّی" ہیں دنیا کے کسی بھی عالم و فاضل کی صحبت اختیار نہ فرمائی، وہ جب ایک بار قرآن کریم کی تلاوت فرماتے ہیں تو دوبارہ کسی لفظ کی کمی بیشی تو درکنار کسی زبردیر کی کمی بیشی بھی نہیں ہوتی۔ پھر ایک دوبارہ ہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پوری تینیس سالہ نزول قرآن کی زندگی میں ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ پھر خود سوچو کہ یہ سب کچھ بغیر عطا سے خدا کے خود بخود کیسے ہو گیا پھر کلام بھی وہ کہ جس کا پورے جن و انس کو کھلا چیلنج ہے کہ اگر تم انکار نبوت میں سچے ہو تو اس قرآن کی مثل بنالو، مگر تمام جن و انس مل کر بھی کبھی اس چیلنج کا جواب نہ دے سکتے ہیں اور

نہ دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اُمّی اس لیے بھی رکھا تا کہ کوئی بھی شخص یہ الزام عائد نہ کر سکے کہ چونکہ یہ پڑھے لکھے تھے، اس لیے سابقہ کتب سماوی کے مطالعہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان علوم پر دسترس حاصل ہو گئی ہے، مگر بغیر کسی انسان سے کچھ سیکھے، عطائے خدا تے لم یزل کے ساتھ علوم ظاہری و باطنی اور حقائق و معارف کے دریا بہا دیتے اور بغیر دنیاوی تعلیم و مطالعہ کے قرآن عظیم پیش کرنا اگر معجزہ نہیں تو کیا ہے؟

دشمنانِ اسلام کے پاس ان ناقابل تردید حقائق کا چونکہ کوئی جواب نہ تھا، اس لیے بعض یورپین سیرت نگاروں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اُمّی ہونے کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی، چنانچہ جرمنی کے پروفیسر نولڈکیہ NOLDEKY نے اپنی کتاب تاریخ قرآن میں ایک باب باندھا ہے کہ کیا نبی لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے؟ اس بحث میں وہ یقینی رائے قائم نہ کر سکا، بلکہ اُس تے یہ رائے قائم کی کہ قرآن میں جو اُمّی کا لفظ مذکور ہے، وہ اس بات کو نہیں بتاتا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے، بلکہ اس کا مفہوم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قدیم آسمانی کتب پڑھے ہوئے نہ تھے۔  
(محمد رسول اللہ ص ۱۱۷)

حالانکہ یہ بات آفتابِ نیم روز سے بھی زیادہ واضح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی انسان کے شاگرد نہیں اور نہ ہی اپنے دستِ مقدس سے کچھ تحریر فرمایا اور نہ ہی کوئی تحریر پڑھی۔

ایک فرانسیسی سیرت نگار "موسیو سدیو" اپنی تصنیف "تاریخ عرب" جز اول ص ۹۵ طبع ثانی میں لکھتا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اپنے دوسرے ہم وطنوں کی طرح بغیر تعلیم یافتہ تھے اور پڑھنا بالکل نہ جانتے تھے" ایک انگریز فلسفی "ٹوماس کارلائل" اپنی کتاب "کتاب البطل" (ترجمہ علامہ محمد سباعی) میں لکھتا ہے: پھر ہمیں ایک

بات نہ بھولنی چاہیے۔ وہ یہ کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی استاد سے کچھ نہیں پڑھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ملک عرب میں کتابت (لکھنے) کا فن نیا نیا رائج ہوا تھا اور دلائل سے یہ بات مجھ پر ثابت ہوئی کہ صحیح حقیقت یہی ہے کہ (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھنا پڑھنا بالکل نہ جانتے تھے۔

کانٹ ہنری دی کاسٹری GONT HENRIDE CASTERI فرانسیسی اپنی کتاب "اسلام پر خیالات" میں تحریر کرتا ہے: "یہ امر محقق ہے کہ (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑھنا جانتے تھے نہ لکھنا، بلکہ جیسا کہ انہوں نے متعدد مرتبہ خود اپنے متعلق فرمایا کہ وہ ایک اُمّی نبی تھے اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا وصف تھا جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصروں میں کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مد مقابل نہ تھا (محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت اَلَّذِي يَجِدُ وَنَهْ مَكْتُوبًا) یعنی اہل کتاب اس برگزیدہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پائیں گے، کے متعلق تفصیلاً تو آگے جا کر بحث کی جائے گی۔ البتہ یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

حضرت زید بن سعنے جو یہود میں بڑے پائے کے اجبار (علامہ) تھے، اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں نے توراہ میں نبی آخر الزماں کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں، وہ سب میں نے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔ صرف دو خصلتیں تھیں، جن کا آزمانا باقی تھا، یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غضب پر شفقت لے جانا ہے اور دوسرے کی شدت جہالت اور ایذا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ ان دونوں کی آزمائش کے لیے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی محبت سے پیش آتا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانہ سے باہر تشریف لائے

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھے، اتنے میں ایک سوار جو غالباً بدوی تھا۔ خدمتِ فیضِ درجت میں حاضر ہوا اور یوں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لاتے ہیں، میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ، تو تمہیں رزقِ بختِ ملے گا۔ اب ان کے ہاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ طمع کے سبب اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ . . . . . اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے مبارک ہو تو ان کی دستگیری فرمائیے۔" یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلو میں ایک صاحب (یعنی سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کی طرف دیکھا۔ اُس نے عرض کیا کہ اس میں سے تو کچھ نہیں بچا (یعنی جو آیا تھا، وہ سب تقسیم کر دیا گیا ہے) یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کھجوروں کی مقدارِ معین میعادِ معین پر خرید کی اور اس کی قیمت اسی مثقال (تقریباً تیس گیس تو لے) سونا خدمتِ انور میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اسی مثقال اس سوار کو دے دیئے اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اس قبیلے میں تقسیم کرو، جب وہ میعاد ختم ہونے میں دو تین روز باقی رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ منجمہ دیگر اصحاب کے ابو بکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے اور بیٹھنے کے لیے ایک دیوار کے قریب پہنچے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص اور چادر کے دامن پکڑ لیے اور بڑے غصے سے آپ علیہ السلام کی طرف دیکھ کر یوں کہا: "اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! داتا ابداء) کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا؟ اے خاندانِ بنو مطلب! قسم بخدا تم ادا سے حق سے گریز کرنے کے لیے جیلے بہانے کرتے ہو۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے غصے سے میری طرف دیکھ کر کہا: اے دشمنِ خدا! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ مجھے قسم ہے اس ذاتِ پاک کہ جس نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم (یہود) کے درمیان صلح ختم (اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناراض) ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو ابھی تلوار سے تیرا سراڑا دیتا۔“ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آرام آہستگی اور بستم کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: عمر! مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے اچھی طرح قرض ادا کرنے اور اسے اچھی طرح تقاضا کرنے کا کہتے۔

اے عمر! اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کرو اور اسے جو دھمکایا ہے، اس کے عوض میں صاع (تقریباً استی کلوز) زائد دے دو۔“ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ساتھ لے گئے اور میرا حق ادا کر دیا اور میں صاع کھجوریں علاوہ دیں۔ میں نے پوچھا یہ زائد کیسی ہیں؟ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا، تو میں نے کہا: عمر! مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ میں زید بن سعد ہوں۔ فرمایا، وہی زید جو یہودیوں کا بڑا علامہ ہے؟ میں نے کہا ہاں، پھر پوچھا کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ جبکہ تو دانا اور عالم تھا، میں نے کہا، عمر! (حقیقت یہ ہے کہ) جب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ تمام علما کے جو میں تورات میں پڑھا کرتا تھا، موجود پائیں۔ اب حسرت و علامتیں باقی تھیں جو میں نے اب آزمالیں۔ اسے عمر! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نبی ماننے پر راضی ہو گیا ہوں اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ یہ آدھارا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر صدقہ ہے۔“ پھر دونوں بارگاہِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوئے اور زید بن سعد نے بارگاہِ رسالت میں حسرتاً فرمایا:

اظہارِ اسلام کر دیا۔ (ولان النبوة لعماد ابی نعیم)

اندازہ کیجئے کہ غیر متعصب اور حقیقت پسند علماء اہل کتاب جو ایک ایک علامتِ نبوت کی تحقیق و جستجو میں اتنے صبر آزا مراحل سے گزرے تھے۔ اگر وہ علماء تورات و انجیل میں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہونشانیاں پڑھتے تھے۔ ان میں اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں جو مطابقت نہ پاتے یا متذبذب ہوتے، تو وہ کبھی بھی ایمان نہ لاتے؟ یہ باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی کتنی عظیم دلیل ہیں۔ اسی آیت مبارکہ میں مذکور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات دین اسلام کے دینِ فطرت ہونے کی بھی نشاندہی کرتی ہیں۔ (آیت مبارکہ دیکھیں)

”وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام، سفیری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائیں گے اور گندی چیزیں حرام فرمائیں گے اور ان پر سے وہ ان کے بوجھ اور ان کے گلے کے پھندے (یعنی سخت احکام) اتار پھینکیں گے جو کہ ان پر تھے۔“

”سفیری چیزیں حلال فرمانے والے“ یعنی جو اشیاہ بنی اسرائیل پر بطور سزا حرام کر دی گئیں جس طرح چربی اور ہرناخن و آلہ جانور یا خود انہوں نے اپنے اوپر حرام کر لیں، جس طرح کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ، وہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت پر حلال فرمادی گئیں۔

اور جو چیزیں مثلاً شراب وغیرہ جو افعالِ قبیحہ کا باعث تھیں، ان کو سختی سے حرام فرمایا، کیونکہ اس کے استعمال سے افعالِ رذیلہ کے سرزد ہونے کے سامنے ساتھ انسان پر اس کے انتہائی مضر طبی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں اور اس حقیقت کو اہل مغرب بھی خوب جانتے ہیں۔ اسے اسلام نے اس حد تک قابلِ نفرت بنا دیا کہ پینا تو درکنار، جسم پر ملنا بھی ناجائز قرار دیا، جبکہ موجودہ انجیل میں پانی کی شراب بنانا، حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا معجزہ بتایا گیا ہے۔ انجیل میں ہے کہ آپ نے چھ مٹکے جو پانی کے بھرے ہوئے فی منگہ دودھ تین تین من کا تھا، سب شراب بنا دیئے اور لوگوں کو پلائی گئی اور یہ پہلا معجزہ تھا۔



ملاحظہ فرمائیے انجیل یوحنا باب ۱۱، آیت ۶ تا ۱۱)

(دیونہی) عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ”پولس رسول کا تیمتھسین کے نام پہلا خط باب نمبر ۵

آیت ۲۴ میں ہے:

”آئندہ کو صرف پانی ہی نہ پیا کرو، بلکہ اپنے معدے اور اکثر کمزور رہنے

کی وجہ سے ذرا سی مے بھی کام میں لایا کرو۔“

۲۶۸

(انجیل مقدس پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور)

گویائے نوشی (شراب پینے) کی اجازت ہی نہیں، بلکہ حکم دیا گیا ہے۔ بہتر ہو گا کہ آپ کو برطانوی حکومت کی ایک نصیحت سے بھی مطلع کر دیا جائے، یہ نصیحت اس وقت کی ہے، جب برطانوی راج جوہن پر تھا۔ مخزن حکمت میں ہے:

”جب برطانیہ عظمیٰ کی افواج جرمنی کے خلاف میدان جنگ میں جانے لگیں،

تو شراب نوشی کے نقصانات کو مد نظر رکھتے ہوئے سپہ سالارِ اعظم جناب لارڈ کچر

صاحب بہادر نے دلیران و شیران برطانیہ کو مخاطب کر کے

یہ نصیحت کی کہ حتی الامکان شراب نوشی نہ کرنا، لیکن جب بعض ضروری کاروبار

میں ہرج اور نقصان ہونے لگا، تو اکابر و اعیان مملکت، بلکہ خود اعلیٰ حضرت

ملک معظم نے بھی ترک مے نوشی کا عہد کر کے خاص و عام کو اپنی بے مثل مثال

تقلید کی تحریک و ترغیب دی۔“ (مخزن حکمت ص ۱۸۸، طبع سوم)

ان اقتباسات کو پڑھیے اور خود سوچئے کہ دینِ فطرت، دینِ مسیحیت ہے یا دینِ اسلام۔

”بوجھ اور گلے کے پھندے اٹارنے والے رسول علیہ السلام“ وہ تمام احکام جو کسی خاص وقت

یا قوم کے لیے تھے اور تمام انسانوں کے لیے ہمیشہ قابل عمل رہنے ممکن نہ تھے، مثلاً مال کا

پوتھائی حصہ زکوٰۃ دینا، وضو کی جگہ کسی بھی حالت میں تیمم نہ کر سنا نماز (عبادت) صرف

عبادت خانوں (گرجوں) میں ہونا، ان کے سوانہ ہو سکتا، جسم یا کپڑے پر پلیدی لگ جائے،

تو اس جگہ کو جلا دینا یا کاٹ ڈالنا، مالِ غنیمت کا حرام ہونا وغیرہم ایسے اعمال تھے، جن پر ہمیشہ قیامت تک عمل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ سب بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) کے لیے تو تھے، مگر دین اسلام میں تبدیل فرما کر آسانی فرمادی گئی۔ انجیل میں ہے:

”میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے

گال پر طمانچہ مارے، تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے، اور جو کوئی تجھ پر

نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لینے دے۔“

(متی کی انجیل باب ۵، آیت ۴۰-۴۱)

کیا موجودہ زمانے میں انجیل کے اس حکم پر عمل کر کے کوئی حکومت قائم رہ سکتی ہے؟ کیا یہ حکم ہر زمانے میں قابل عمل ہے؟ یقیناً انسانیت کی فلاح و بہبود اسلام کے دامن میں ہی پوشیدہ ہے۔

(۱۵) قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي

رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۚ أَعْرَافٌ

انبیاء بنی اسرائیل اپنے اپنے زمانے میں کسی خاص علاقے یا قوم کی طرف مبعوث فرمائے

گئے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کو لیجئے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف

لے گئے تو حضرت خضر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت واجب نہ تھی، اسی لیے

انہوں نے عرض کیا تھا کہ چونکہ میرے عمل اور آپ کے علم میں بڑا فرق ہے، اس لیے آپ

کو میرے کاموں پر اعتراض ہوگا، کیونکہ وہ آپ کی شریعت کے مطابق نہ ہوں گے اور آپ

کے تابع رہنا مجھ پر لازم نہیں کہ میں آپ کا امتی نہیں ہوں۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

کا ارشاد بھی موجودہ انجیل میں یوں درج ہے:

”میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی پھیڑوں کے سوا کسی اور کے

پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی کی انجیل باب ۱۵، آیت ۲۲)

غیر اسرائیلی کو فیض دینا گویا بچوں کی روٹی چھین کر کتوں کے آگے ڈالنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ دیکھیں اسی باب کی آیت ۲۶ اور دوسری جگہ اس بات کو موتی خنزیر کے آگے ڈالنے کے مصداق کہا گیا ہے، یعنی اس سے ثابت ہے کہ بھیجے تو صرف بنی اسرائیل کی طرف گئے ہیں، لیکن اگر کسی دوسرے کو کچھ فیض مل جائے، تو شاذ و نادر ہے۔

یہ اعزاز صرف خاتم الانبیاء حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے حصہ میں آیا ہے کہ آپ تمام انسانیت کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے، اسی لیے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت مطہرہ میں وہ اصول اپنائے گئے ہیں جو رہتی دنیا تک تمام اقوام عالم کے لیے یکساں طور پر مفید اور کارآمد ہیں۔

(۱۶) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ  
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَرَّحٰنَا  
(اور اے محبوب علیک الصلوٰۃ والسلام) وہ خاک  
جو تم نے پھینکی، وہ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ  
نے پھینکی۔

اس آیت مبارکہ میں ایک عظیم واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ سواقعیہ یہ ہے کہ ۲۷ سترہ  
رمضان المبارک کو کفار مکہ کا ایک بہت بڑا لشکر اسلام کو مٹانے کے لیے مدینہ طیبہ کی  
طرف بڑھا۔ مقام بدر میں تین سو تیرہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا۔ لشکر کفار کی گنا  
بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ سرتاپا لوسے کے لباس میں عرق اور اس وقت کے بدید ترین  
اور نمون آشام سہتیاروں سے مسلح تھا، جبکہ مسلمانوں میں بعض کے جسم پر میض بھی نہ تھی۔ مسلمانوں  
کے پورے لشکر کے پاس دو یا تین گھوڑے اور آٹھ تلواریں تھیں۔ باقی مسلمان کھجور کی شاخیں  
ہاتھوں میں تھامے کھڑے تھے۔ کفار کے پاس قسم کے کھانے تھے اور مسلمان رزق  
کفار تمام رات شراب و رقص میں مشغول رہتے اور مسلمان ذکر الہی میں مصروف رہتے۔ لشکر کفار  
کی طرف سے گالے والوں کے گالے اور باجوں کے نغصے، اوجھ مسلمانوں کے ہاں آیات قرآنی  
کی تلاوت اور تمبیر کے کھمبے ایسے میں کفار نے مسلمانوں پر پھر لوہہ چمک کر دیا۔ حالت یہ تھی کہ تین تین

چار چار سو اور وہ زیادہ آہن پوش کفار اکیسے مہاجر یا تن تنہا انصاری پر پل پڑے۔ میدان جنگ میں انسانی اعضاء گاجر، مولیٰ کی طرح کالے جا رہے تھے، اُبلتے ہوئے گرم گرم خون سسپا ہریوں کے کپڑے بھیگ رہے تھے، انسانی لاشوں کو گھوڑے کھل رہے تھے، ایسے میں زخمیوں کی چیخ و پکار، تیغ و تبر کی چٹا چٹی، برچھیوں اور نیزوں کی جھنجھناہٹ، تیروں کی فٹافٹ، گھوڑوں کی سنہناہٹ، کفار کے جتنی نقاروں کی ہیبت ناک گھن گرج، لات و منات، ہیل و عزی سے امداد کے لیے کفار کا شور و پکار، مجاہدین اسلام کی آہ و آواز کی صدا تین اور ہر ضرب پر اللہ اکبر کے پرچوش اور فلک بوس نعرے، اس سب کچھ سے میدان کارزار ایک ہولناک منظر پیش کر رہا تھا، گویا آسمان پھٹ رہا تھا، زمین پر لرزہ تھا، پہاڑ کھپکھپا رہے تھے۔ موت مہیب انداز میں منہ کھولے انسانوں کو ہڑپ کر رہی تھی۔ ادھر حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ میں پڑے بارگاہ رب العزت میں دُعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ العالمین یا ذوالجلال والاکرام آج اس میدان میں یہ نہبتے مسلمان جو کٹ جائیں اور مٹ جائیں تو تیری عبادت کرنے والے بندے دنیا میں نہ رہیں گے۔ ابھی اپنی عبادت کرنے والے ان مسلمانوں کو آج فتح سے نواز..... الخ.....

پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اپنے محبوب صحابی سے فرمایا: "بشارت ہو امدادِ خدا بصورتِ ملائکہ آگتی ہے۔" پھر ایک مٹھی خاک کی لے کر کافروں کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ جانتے وہ مُشتِ خاک تھی یا ابابیل کی کنکریاں کہ وہ سب کافروں کو لگی اور دوسرے ہی لمحے ان کے منہ پھر گئے اور وہ میدانِ جنگ سے بھاگنے لگے۔

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ  
کہ جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح عطا فرمائی۔ اس آیت مبارکہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ رکتب تفسیر، فرمایا جا رہا ہے کہ اسے محبوب علیک السلام، وہ مُشتِ خاک جو اپنے

پھینکی، وہ تم نے نہیں پھینکی، بلکہ تمہارے رب نے پھینکی تھی، گویا ہاتھ تمہارے، مگر کام ہمارا تھا۔ ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

(۱۷) اِنَّ الَّذِيْنَ يُّبَايِعُوْنَكَ  
اِنَّمَا يُّبَايِعُوْنَ اللّٰهَ هٰذَا اللّٰهُ  
فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج (الفتح - ۱۰)

(اے محبوب علیک السلام) وہ لوگ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ

کا ہاتھ ہے۔

اس آیت کریمہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے علوم مرتبہ کا پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دست مبارک کتنا عظیم ہاتھ ہے اور اس ہاتھ پر بیعت کرنے والے کتنے عظیم ہیں۔ ایسی آیات مبارکہ اور انتہائی حیرت انگیز معجزات کے ہوتے ہوئے بھی آج تک کسی صحیح العقیدہ مسلمان نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ یا اللہ کا بیٹا یا اللہ کا کوئی جز نہیں کہا، بلکہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ جل شانہ کے برگزیدہ بندے اور شاندار رسول ہیں، بلکہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اَنَا بَشَرٌ کہتے ہوئے بندگی خدا کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بندگی کو یوں بیان فرماتا ہے:

(۱۸) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ  
الْمَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَّحٰى  
يُّوْحٰى (النجم - ۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے  
وہ تو نہیں کرتے، مگر وہی، جو انہیں وحی  
کی جاتی ہے۔

(۱۹) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا  
اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا  
دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (۲/۲۱۸)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول  
(علیہ السلام) کے بلائے پر فوراً حاضر ہو جایا  
کہ جب رسول علیہ السلام تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں  
جو تمہیں زندگی بخشنے گی۔

اس آیت مبارکہ میں پروردگار عالم نے اہل ایمان کو دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ادب سکھایا ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ عالیہ کی اہمیت بتاتی ہے اور حکم دیا کہ جو نبی محبوبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی کو طلب فرمائیں تو فوراً بلا حیل و حجت تمام کام ترک کر کے بارگاہِ نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) حاضر ہو جایا کرو اور صدائے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغامِ خدا سمجھو کہ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو تمہیں بلاتے ہیں تو زندگی عطا فرمانے کے لیے بلاتے ہیں وہاں سے تمہیں روحانی عروج میسر آتا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرتے ہوئے حیاتِ جاودانی حاصل کر سکتے ہو۔

(۲۰) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ ۲۱

(اے محبوبِ علیک السلام! تم نے تمام جہانوں کے لیے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا۔)

ربِّ کائنات جل شانہ نے اپنے لیے ربِّ العالمین اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے رحمۃ للعالمین فرمایا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کفار کے لیے بھی رحمت ہیں؟ اس کا جواب خود کلامِ الہی میں ملتا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے:

(۲۱) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۝ (۲۳)

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کہ ان (کافروں) پر عذاب کرے، جب تک (اے محبوب

علیک السلام) آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔

علامہ ثنار الشہ پانی پتی نے بخاری شریف کے حوالہ سے نقل کیا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے کہ ابوہیل نے کہا تھا: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ . . . الخ . . .

یعنی اے اللہ تعالیٰ اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی

دردناک عذاب ہم پہ لایا، تو تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے حوالہ سے لکھا کہ یہ بات کہنے والا نصر بن حارث تھا۔ (تفسیر مظہری جلد پنجم)

پتہ چلا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے صدقہ سے کفار بھی دنیا کے اندر ایسے اجتماعی عذاب سے محفوظ رہے۔ آیت مبارکہ ۱۱۱ میں علماء کرام نے بڑے نفیس نکات بیان فرمائے ہیں، کچھ اختصاراً عرض کیے جاتے ہیں:

(۱) یہ کہ رحمت کون ہے، اس کا جواب اَسْئَلُكَ میں فرمایا کہ رحمت آپ ہے۔  
 (۲) کب سے کب تک اور کس کس پر رحمت ہے۔ یہ سب عالمین میں فرمادیا کہ جسے اور جتنا عالم ہے اور عالمین کا اطلاق جن پر بھی ہوتا ہے سب رحمت میں شامل ہیں ظاہر ہے کہ ماسوا اللہ تعالیٰ، سب لفظ عالمین میں شامل ہیں۔ خواہ جانور ہوں یا انسان، درخت ہو یا پتھر، جن ہو یا فرشتے غرضیکہ ہر شے (ماسوا اللہ تعالیٰ کے) لفظ عالمین میں داخل ہے۔

آپ خود ارشاد فرماتے ہیں: اَسْئَلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (مُسلماً) یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تو جب سات کل مخلوق کے لیے عام ہے تو رحمت بھی سارے جہانوں کے لیے عام ہے۔ پھر کسی بھی راحم (رحمت کرنے والے) کے لیے چار باتیں لازم ہیں:

(۱) سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے، رحم کرنے والے زندہ ہو، مُردہ نہ ہو، وہ رحم نہیں کر سکتا، بلکہ وہ رحم کا طالب و مستحق ہے، لہذا اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہ ہوں تو احوال عالمین نہیں ہو سکتے، جبکہ یہ بات احوال عالمین قرآن سے ثابت ہے، فلہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

(۲) یہ کہ راحم کے لیے ضروری ہے کہ مروجوم (جس پر رحم کیا گیا) کے حال سے واقف ہو مثلاً زید مظلوم ہے، وہ مُردہ کے پاس طلبِ رحم کے لیے آتا ہے، جب تک عمر و زید کو اپنے حال سے مطلع نہ کرے گا، زید اس پر رحم نہیں کر سکتا، کیونکہ اُسے تو علم ہی نہیں کہ عمر و مظلوم بھی ہے کہ نہیں یا کس قسم کی مصیبت میں مبتلا ہے۔ اس لیے راحم کے لیے واقف حال و نا بھی ضروری ہے پس مگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو علم عطا نہ فرماتے، تو راحم کیسے ہوں گے؟ جبکہ عدالتے لم یزل خود

فرماتا ہے کہ میں نے تم کو رحمتہ للعالمین بنایا۔

(۳) یہ کہ رحم کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو، مثلاً اگر کسی مظلوم کو کوئی مار رہا ہے تو رحم میں اتنی قوت و اختیار ضروری ہے کہ ظالم سے مظلوم کو بچا سکے، ورنہ وہ اس پر رحمت کرنے والا نہ کہلا سکے گا۔

(۴) یہ کہ وہاں تک رسائی بھی ہو، مثلاً اگر کئی میل کے فاصلہ پر کوئی ظالم کسی ظلم کر رہا ہے۔ اگر یہ رحم وہاں موجود ہوتا تو ظالم کو وہ روکنے پر قادر تھا، لیکن دور ہونے کی وجہ سے دک نہیں سکتا، اس لیے یہ رحم اس مظلوم کے لیے رحم نہیں، کیونکہ اس پر تو رحم نہ کر سکا جبکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ ثابت ہوا کہ عطاۓ خدا سے یہ تمام صفات راجحاً للعالمین حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پائی جاتی ہیں۔ (مختصاً از مقالات کاظمی جلد نمبر ۱، و شان حبیب الرحمن)

اس میں یہ ضروری نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جسمانی لحاظ سے ہی ہر جگہ موجود ہوں بلکہ حکمی لحاظ سے بھی ممکن ہے، مثلاً سورج ایک جگہ موجود ہونے کے باوجود کم و بیش نصف زمین کو روشن رکھتا ہے، تو اگر محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پھیلا یا ہوا نور (علم و حکمت) اگر پوری کائنات (ما سوا اللہ) کو کفایت کرے، تو مقام تعجب نہیں۔

آیہ مبارکہ کی اس تشریح کی روشنی میں "پادری و یمسح سیا لکوئی" کے وہ تمام اعتراضات جو کہ صلا پر مذکور ہیں، حجاباً منثوراً (تہس نہس) ہو جاتے ہیں کہ جن پر اسے بڑا ناز تھا۔

(۲۲) لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ

مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ

مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

بِالْمُؤْمِنِينَ سَرُوفٌ شَرِيحٌ ۝ ۹

۱۲۸

میشک تمہارے پاس تشریف لاتے تم میں سے

وہ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہ جن پر تمہارا مشقت

میں پرنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے بہت

چاہنے والے (اور) مسلمانوں پر بہت کرم کرنے والے

مہربان ہیں۔



اس آیتِ کریمہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ رسول خدا بن کر تشریف لائے (معاذ اللہ) خدا یا خدا کے بیٹے نہیں، بلکہ تم انسانوں میں سے ہی تشریف لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تم پر پڑنے والی مصیبت بھی پریشانی کا باعث ہے۔ تمہارے لیے بہت چاہنے والے ہیں اور ایمان والوں کے لیے تو خاص مہربان ہیں۔ یعنی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنوں، بیگانوں سب کے لیے مہربان ہیں۔ میدانِ طائف میں نابکارانِ قوم نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سخت ذہنی اور جسمانی تکالیف پہنچائیں۔ ان بد بختوں نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اتنے پتھر برسائے کہ تمام جسمِ انور ہو لہان ہو گیا۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو پائے اقدس پر پتھر مارتے جب شدتِ تکلیف سے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ جاتے اور اپنے ہاتھ اپنے پاؤں پر رکھ لیتے تو بد بخت آگے بڑھ کر پھر کھڑے کر دیتے اور چلنے پر مجبور کر دیتے۔ یونہی خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قدم مبارک اٹھاتے تو وہ بد بخت و نابکار لوگ پتھروں کی بارش کر دیتے اور ساتھ ساتھ ہنسی مذاق بھی اڑاتے تھے۔

جب وہ بد بخت تھک ہار کر واپس چلے گئے، تو صحابہ کرام (جو خود بھی زخمی ہو چکے تھے) نے عرض کیا کہ ان گستاخوں کے حق میں بددعا ہی فرما دیجئے۔ خدائے لم یزل کی طرف سے "ملک الجبال" (پہاڑوں پہ مامور فرشتہ) بھی حاضر خدمت ہوا۔ بحکمِ خدا اجازت مانگی کہ بارِ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اجازت دیجئے میں کہ اس قوم کو کھیل کر رکھ دوں مگر اس رحیم و کریم آقا نے جو دعائی وہ یوں تھی، اَللّٰهُمَّ اِهْدِ لِقَوْمِيْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ہ یعنی میرے مولا! اس میری قوم کو ہدایت فرما دے، ان کو علم نہیں کہ ہم کس سے بدسلوکی کر رہے ہیں۔

جنگِ بدر میں حضرت عباس کفارِ مکہ کے ساتھ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

ان تمام قیدیوں کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھے ہوتے تھے۔ یہ کفار شمع رسالت کو گل کرنے کی نیت سے آئے تھے۔ ان کا سب سے بڑا ہدف ذاتِ فخرِ دو عالم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھی، مگر آج وہ خود قیدی ہیں۔ رات کے وقت صحابہ کرام نے محسوس کیا کہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ بے چین ہیں، بصد ادب عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ پریشان کیوں ہیں؟ ارشاد ہوا کہ یہ میرے قریب کے مکان والے قیدی عباس کے کراہنے کی آواز نے میری نیند اڑادی ہے، اس لیے بے چین ہوں۔ جاں نثارانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فوراً اٹھے اور حضرت عباس کی بندشوں کو ڈھیلا کر دیا، جب آواز آنا بند ہو گئی، تو فرمایا اب تو عباس کی آواز نہیں آتی۔ غلاموں نے عرض کیا کہ حضور ہم نے ان کی رسیوں کو ڈھیلا کر دیا ہے اور وہ سو گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ جاؤ ان تمام قیدیوں کی رسیوں کو ڈھیلا کر دو۔

(سبحان اللہ تعالیٰ)

فتح مکہ کے وقت جو جان کے دشمنوں سے سلوک فرمایا، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں آپ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات ملیں گے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جان کے بدترین دشمنوں کو بھی کمالِ عفو و کرم کا مظاہرہ فرماتے ہوئے معاف فرما دیا۔ آپ کو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ایک بھی ایسا واقعہ نہ ملے گا کہ آپ علیہ السلام نے اپنے کسی بھی ذاتی دشمن سے انتقام لیا ہو۔

(۲۳) سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ

پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کے گرد اگر وہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں

مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ وَكَمَا تَنْتَظِرُوْنَ ۙ  
 الْبَصِیْرُ ۙ

اس آیہ کریمہ میں نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بڑے شاندار طریقے سے بیان فرمائی گئی ہے اور اس طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہِ رب العزت جل شانہ میں حاضر ہوتے ہیں تو بندۂ خدا بن کر اور جب بندگانِ خدا کے پاس تشریف لاتے ہیں، تو رسولِ خدا بن کر، برہانِ خدا بن کر، مبشر و نذیر بن کر، سراجِ منیر بن کر، ایک عام انسان جب اپنے استاد یا والد کے پاس جاتا ہے تو فرمانبردار شاگرد یا بیٹا بن کر۔ لیکن جب وہی اپنے شاگرد یا اپنے بیٹے کے پاس جاتا ہے تو استاد یا باپ بن کر۔ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاں بہت سے دوسرے معجزات و خصائص سے نوازا، وہاں معراجِ البقی کی صورت میں بھی ایک ایسا عظیم الشان معجزہ عطا فرمایا جو کہ نبوتِ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ واقعہ معراج اعلانِ نبوت کے گیارہ سال اور تقریباً پانچ ماہ بعد، ۲ رجب المرجب پیر کی شب کو پیش آیا۔

صبح کو جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے سامنے رات کے انتہائی قلیل حصہ میں نہ صرف بیت الحرام سے بیت المقدس تک بلکہ ملکوت السموات کی سیر کا بھی ذکر فرمایا، تو خود کافروں کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آج رات ہم نے ان کو مکہ مکرمہ میں دیکھا، صبح طلوعِ آفتاب سے قبل بھی اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ یہ آج تک بیت المقدس گئے بھی نہیں، اور ہم وہاں کی چپہ چپہ سرزمین سے واقف ہیں۔ انہوں نے دعویٰ تو کر دیا کہ میں آج رات بیت المقدس کی سیر کر کے آیا ہوں، مگر یہ ہمارے سوالات کی تاب نہ لا سکیں گے ان کے اس دعویٰ کی وجہ سے ہمارے ہاتھ ان کی ایسی کمزوری آگئی ہے کہ اب ہم اسے پورے زمانہ کے سامنے جھوٹا ثابت کر سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے باہر نکلے تاکہ لوگوں کو اس واقعہ عجیب سے مطلع کریں، تو ابو جہل سے ملاقات ہوئی فرمایا، آج رات میں بیت الحرام سے بیت المقدس تک میرے کہے آئے ہوں، ابو جہل یہ سنتے ہی ٹھٹھک گیا۔ دوسری لمحے اُس کے ذہن میں کوئی خیال آیا تو ابولا؛ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے اثبات میں جواب دیا اور فرمایا ہاں رات کے قلیل حصہ میں، میں نے سب کچھ دیکھا۔ ابو جہل بولا کیا آپ اپنی قوم کے ہاں اس بات کا اقرار کریں گے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں، دراصل ابو جہل نے سمجھا تھا کہ دعویٰ تو کر دیا، مگر کما حقہ ثبوت پیش نہ کر سکیں گے، اس لیے کہیں معاذ اللہ انکر نہ جائیں، چنانچہ وہاں کھڑے ہی ابو جہل نے چلانا شروع کر دیا اور چیخ چیخ کر لوگوں کو جمع کرنے لگا۔ عجیب بات تھی کہ آج تک تو وہ لوگوں کو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتیں سننے سے روکتا تھا، مگر آج خود لوگوں کو جمع کر رہا تھا۔ درحقیقت وہ لوگوں کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (معاذ اللہ) دروغ گو ثابت کرنا چاہتا تھا، جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے، تو ابو جہل بولا؛ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اب وہی کچھ کہو جو مجھے کہہ چکے ہو۔، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو واقعہ گزشتہ سے مطلع فرمادیا، تو تمام حیران رہ گئے۔

کفارِ مکہ تو تکذیب و تمسخر کے درپے تھے؛ کہنے لگے ٹھیک ہے ہم نے آسمان تو نہیں دیکھے لیکن مسجدِ اقصیٰ تو کئی بار دیکھی ہے۔ آپ ہمیں مسجدِ اقصیٰ کے متعلق بتائیں۔ کفارِ مکہ پیچیدہ سے پیچیدہ تر سوال کر رہے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُن کے ہر سوال کا مسکت جواب دیتے جا رہے تھے۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مسجدِ اقصیٰ کو اتنا قریب کر دیا تھا، جتنا کہ مسجدِ بیت الحرام سے عقیل بن ابی طالب کا گھر خواجہ کونین حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُس کا ایک ایک ستون ایک ایک دروازہ اور ایک ایک کھڑکی اپنے سر کی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے تھے اور بلا تکلف جوابات

ارشاد فرما رہے تھے۔ کفار حیران و سرگردان تھے کہ آخر یہ بیت المقدس کبھی گتے بھی نہیں پھر بھی سب کچھ بتا رہے ہیں۔ پھر کفار نے ایک اور سوال دلخ دیا جو ان کے نزدیک بڑا ذنی سوال تھا کہ بتاؤ ہمارے قافلے تجارت کے لیے ملک شام کی طرف گتے ہوتے ہیں، تم جو ان راستوں سے گزرے ہو تو بتاؤ ہمارے قافلوں کا کیا حال ہے اور وہ کہاں ہیں؟ جو اباً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک آدمی کا نام لے کر فرمایا، بنی فلاں کے قافلہ پر میں مقام روحا پر گزرا تھا، ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا، وہ تلاش کر رہے تھے، میں نے ان کو اونٹ کی خبر دی، وہ لوگ آئیں، تو ان سے دریافت کر لینا۔ کفار نے کہا کہ ٹھیک ہے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے، پھر ارشاد فرمایا: میں بنی فلاں کے قافلہ پر بھی گزرا، پھر دو آدمیوں کے نام لیے جو راوی کو یاد نہیں رہے، وہ دونوں مقام ذی طوی میں ایک اونٹ پر سوار تھے، میں نیزی سے ان کے قریب سے گزرا تو، ان کا اونٹ میری وجہ سے بدک کر بھاگا اور وہ دونوں سوار گر پڑے، جس سے فلاں آدمی کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جب وہ آئیں تو ان سے دریافت کر لینا۔ کفار نے کہا کہ یہ دوسری عظیم نشانی ہوئی۔ پھر کفار نے اپنے ایک اور قافلہ کے متعلق پوچھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، یہ قافلہ مقام نعیم میں مجھے ملا۔ کفار نے سوال کیا کہ اُس قافلے کے اونٹوں کی گنتی بتائیے اور اس میں کون کون لوگ ہیں اور یہ بھی بتائیے کہ قافلہ کیا مال لارہا ہے؟ اُس کی ہیئت کیا ہے؟ وہ کب پہنچے گا؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قافلہ کی مکمل ہیئت و تعداد سے ان کو مطلع فرما دیا اور پھر یہ فرمایا کہ اس قافلہ کے آگے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے جس پر دو دھاری دار بوریوں لہی ہوئی ہیں اور یہ قافلہ صبح سورج طلوع ہوتے ہی مکہ میں پہنچ جائے گا۔ وہ بولے ٹھیک ہے، یہ تیسری نشانی ہوئی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید فرمایا کہ دوسرا قافلہ پرسوں بروز بدھ غروب آفتاب سے قبل آجائے گا۔ کفار مکہ نیزی سے پہاڑ کی گھاٹی کی طرف جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے ایک عظیم خبر دی ہے۔ وہ کدی نامی پہاڑی پر اٹیٹھے اور انتظار کرنے لگے کہ کب سورج نکلے اور ہمیں تکذیب کا بہانہ ملے۔ ناگہاں ان میں سے ایک آدمی بولا کہ خدا کی قسم سورج نکل آیا۔ اسی لمحے اُن کا ہی دوسرا آدمی چلا آیا اور دیکھو خدا کی قسم قافلہ بھی آگیا۔ سب کی نگاہیں قافلہ کی طرف اٹھ گئیں۔ ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق آگے آگے وہی خاکستری رنگ کا اونٹ تھا، اوپر وہی دھاری دار دو بوریوں پر تھیں۔ اونٹوں کی تعداد اور افراد قافلہ بعینہ وہی تھے، جن کے متعلق پہلے خبر دی جا چکی تھی۔ یہ کار روز آیا، تو دوسرا قافلہ بھی شام سے پہلے آگیا اور سب اہل قافلہ نے اُن تمام باتوں کے متعلق لفظ بلفظ وہی کچھ بتایا جو کہ حضور خواجه کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے بتا چکے تھے۔ اس کے باوجود اکثر کفار ایمان نہ لائے اور بولے (معاذ اللہ) یہ بہت بڑا جادو ہے۔

حافظ ابی نعیم اصفہانی نے دلائل النبوة میں حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت وحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجا، تو پورا واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ آگے درج ہوگا، قیصر روم نے تحقیق حال کے لیے ابی سفیان کو اپنے دربار طلب کیا۔ ابوسفیان اس وقت شدید ترین کافر اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدترین دشمن تھا۔ جب ابی سفیان، اپنی کوشش کے باوجود حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت قیصر روم کی نگاہ سے نہ گرا سکا تو بولا اے بادشاہ! میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں کہ اُس بدھی نبوت کا جھوٹ تجھ پر ظاہر ہو جائے۔ قیصر نے پوچھا کہ بتاؤ وہ کیا بات ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات ارش حرم (خانہ کعبہ) سے چلا اور ایلیا (بیت المقدس) آیا اور اسی رات صبح سے پہلے مکہ واپس پہنچ گیا۔ ابی سفیان کا توں ہے کہ جب میں یہ بتا رہا تھا، تو اُس وقت جیسا تیوں کا پیشوا اور مسجد اقصیٰ کا سب سے بڑا پادری قیصر روم کے پاس کھڑا تھا، اس پادری نے کہا کہ مجھے اس رات کا علم ہے۔ بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تجھے کیا علم ہے؟ اُس نے کہا کہ میری عادت

ہے کہ میں روزانہ رات کو سونے سے قبل مسجد اقصیٰ کے تمام دروازے بند کر دیا کرتا ہوں۔ اس رات میں نے تمام دروازے بند کر دیئے، مگر باوجود شدید کوشش کے ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے کارندوں اور ملازمین کو بلایا، سب نے پوری طاقت صرف کی مگر دروازہ نہ ہلا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہم کسی پہاڑ کو اُس کی جگہ سے دھکیل رہے ہیں۔ بالآخر میں نے حکم دیا کہ برطھتی کو بلایا جائے۔ برطھتی نے دیکھ کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ (شاید) اوپر کی عمارت نیچے آگئی ہے اور دروازے پر اس کا بوجھ پڑ گیا ہے، اس لیے رات کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دروازہ کھلا چھوڑ کر ہم آگئے، صبح جب میں وہاں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ بالکل ٹھیک ہے، اس میں کوئی نقص نہیں اور گوشۂ مسجد والے پتھر میں سوراخ تھا اور جانور باندھنے کا نشان بھی تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج رات اس دروازہ کا کھلا رہنا صرف نبی معظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تھا، یقیناً اس نبی معظم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے ہماری اس مسجد میں نماز پڑھی ہوگی۔ (ابن کثیر جلد نمبر ۲) واضح ہو کہ عیسائی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مسجد اقصیٰ تک جانے اور آسمانوں کی سیر کرنے کے واقعہ کا انکار کرتے ہیں (کہ آسمان پر جانا ممکن نہیں) تعجب ہے کہ اگر یہ صحیح ہے، تو عیسائیوں کے اپنے اس عقیدے کا کیا بنے گا کہ ”یسوع مسیح تیسرے روز زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے۔“ انجیل میں ہے:

”غرض خداوند یسوع کو اُن سے، کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا

اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا۔“ (مرقس کی انجیل، باب ۱۶ - ۱۹)

”جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا، تو ایسا ہوا کہ اُن سے جدا ہو گیا

اور آسمان پر اٹھایا گیا۔“ (لوقا، باب ۲۴ - ۵۱)

(۲۴) لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ  
الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ  
بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پکارنے کو  
ایسا نہ سمجھو کہ عیسائے تم آپس میں ایک دوسرے  
کو پکارنے ہو۔

اس آیت کریمہ میں بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ادب سکھایا جا رہا ہے۔  
 صاحب روح البیان علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کی دو تفسیریں ہیں  
 پہلی یہ مراد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا، آپس میں ایک دوسرے  
 کو پکارنے کی طرح نہ سمجھو، یعنی اسے محمد، اسے احمد، اسے بھائی، اسے دوست وغیرہ  
 نہ کہو، بلکہ یوں عرض کرو: یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
 اور دوسری تفسیر یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بلانا آپس میں ایک دوسرے  
 کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ ان کے بلانے کا جواب دو یا نہ دو، نہیں، بلکہ جب بھی اور جس  
 حالت میں بھی تم ہو، فوراً حاضر ہو جایا کرو، اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین  
 کے بہت سے واقعات شاہد ہیں۔

اس کی تفسیر ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نداء و عار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
 کو عام شخص کی نداء یا دعائی طرح نہ جانو، بلکہ یہ تو محبوب (علیہ السلام) ہیں کہ اگر مردوں کو پکاریں  
 تو فوراً زندہ ہو کر لیاک کہیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غزوہ خندق کے  
 موقع پر کی گئی دعوت کے دوران فوت شدہ بچوں کے زندہ ہونے روزِ خیبر بکری کے پکے  
 ہوتے گوشت کے کلام کرنے اور ایسے ہی بہت سے واقعات شاہد ہیں اور یہ محبوب  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شان کے مالک ہیں کہ اگر چاند کو اشارہ کریں تو فوراً حکم مانے۔ اگر کسی  
 درخت کو دربارِ عالیہ میں طلب فرمائیں، تو اس درخت میں مجال انکار نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور پر نور  
 سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اثنائے سفر میں ایک  
 بدوی حاضر خدمت ہوا۔ جب وہ نزدیک آیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا  
 کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا  
 ہے؟ اس نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اس پر کون گواہی دیتا ہے؟ آنحضرت علیہ السلام



نے فرمایا کہ وہ درخت اور ساتھ ہی اُس درخت کو طلب فرمایا جو وادی کے دوسرے کنارے پر کھڑا تھا، وہ زمین کو چیرتا ہوا سامنے آکھڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اُس سے اپنی صداقت کی گواہی طلب فرمائی اور اُس درخت نے ہر بار (فصح زبان سے) گواہی دی کہ آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں برحق ہے، پھر درخت واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی عامر بن صعصعہ میں ایک بدوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت فیضِ درخت میں حاضر ہوا اور بولا کہ میں کیونکر پہچانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اُس کھجور کی شاخ کو ہلالوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟ اُس نے عرض کیا کہ ہاں۔ پس آپ علیہ السلام نے اُس شاخ کو اشارہ کیا تو وہ فوراً درخت سے اترنے لگی، یہاں تک کہ زمین پر گر گئی اور پھد کئے لگی۔ حافظ ابی نعیم اصفہانی کی روایت میں ہے کہ وہ شاخ سجدہ کرتی اور سر اٹھاتی حاضر خدمت ہوتی اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سیدھی کھڑی ہو گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ پس چلی جا، حکم پاتے ہی واپس اپنی جگہ جا کر درخت سے لگ گئی۔ یہ دیکھ کر اُس اعرابی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جیبہ)

خصائص کبریٰ جز ثانی

ایسے ہی درختوں، پتھروں اور وحشی جانوروں کے بہت سے واقعات ہیں۔

(۲۵) النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ  
مِنَ النَّفْسِ وَآسَرُ وَاجِبُهُ  
أُمَّتُهُمْ۔ ۲۲

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ایمان والوں  
کی جان کے ان سے زیادہ مالک ہیں اور  
آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات  
ان (اہل ایمان) کی مائیں ہیں۔

اولیٰ کے معنی قریب بھی ہیں مالک بھی اور زیادہ حق دار بھی۔ مفسرین کرام کے نزدیک یہاں تینوں معنی درست ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم پورا پورا شاہ، ماں باپ تمام انسان، بلکہ خود اپنی ذات کے حکم سے بھی زیادہ نافذ العمل ہے۔ وہ شخص اسلام میں رہتا ہو یا بھی عباد کا صحیح لطف نہیں اٹھا سکتا، جو اپنے جسم و جان، رُوح و قلب کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی میں نہیں دے دیتا۔ ایک سچے مسلمان کی سب سے بڑھ کر یہ علامت ہے کہ اُس کا ہر قول و فعل حکم سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہو۔ اس آیت کریمہ میں دوسری اس بات کی وضاحت فرمائی گئی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ایمان والوں کی دروغانی مائیں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری و رحلتِ مبارکہ کے بعد ان سے شادی کرنا حرام ہے، ان کی گستاخی بدترین جرم ہے، لیکن چونکہ یہ نسبی مائیں نہیں، اس لیے ان کے بھائی ایمان والوں کے ماموں، یا ان کی ہم شیرائیں ایمان والوں کی خالائیں نہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل و اولاد ایمان والوں کے بھائی بہن نہیں، بلکہ ان کی نسل پاک کا چھوٹا سا بچہ بھی ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے نزدیک باعثِ صد عزت و احترام ہوگا، کیونکہ وہ ان کے نبی علیہ السلام کی نسل پاک سے متعلق ہے۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تُو ہے نورِ عین، تیرا سب گھرانہ نور کا

لیکن اگر معاذ اللہ وہ سید زادہ بے دین ہو جائے گا، تو تب قابلِ احترام نہیں، کیونکہ تعلق

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ایمان شرطِ اول ہے۔ نسباً ابوہب قریبی ہوتا ہو یا بھی قابلِ نفرت ہے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دُور کے ہوتے ہوئے بھی ایمان داروں کے نزدیک دل و جان سے پیارے ہیں۔

(۲۶) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ  
لِمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ  
الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا - ۳۲

کی (مبارک زندگی، تم لوگوں میں (سے) اُس  
کے لیے بہترین نمونہ ہے جو کہ قیامت کی امید  
رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ہر اُس شخص کو کہ جو بھی سچے دل سے اللہ تعالیٰ جل شانہ، اور قیامت پر  
یقین رکھنے والا ہے، فرمایا گیا ہے کہ تمہارے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی  
مقدس زندگی ایک کامل ترین نمونہ ہے۔ تم بحیثیت مسلمان وزیر ہو یا حاکم، مالدار ہو یا غریب،  
صاحب خانہ ہو یا تارک الدنیا، یتیم ہو یا یتیم پرور، حاکم ہو یا محکوم، شہری ہو یا دیہاتی، سپاہی  
ہو یا کمانڈر، باپ ہو یا لخت جگر، غرضیکہ جو بھی ہو، اگر چاہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
مبارک زندگی سے رہنمائی مل جائے گی اور اسی میں خدائے لم یزل کی رضا بھی ہے۔

تو اب اس آیت کریمہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک  
زندگی ایک ایسی انوکھی اور شاندار زندگی ہے کہ ہر (صالح) شخص اسے اپنے لیے مثال بنا  
سکتا ہے۔ ایسی مکمل ترین سیرت زمانے میں کسی کی نہیں گزری۔ بطور مثال دیکھیں کہ سیدنا  
عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک و مقدس زندگی ترک دنیا میں گزری، حتیٰ کہ مکان تک نہ بنایا  
اب ایک تارک الدنیا شخص تو ان کی پیروی کر سکتا ہے، مگر قاضی بادشاہ اپنے لیے ان کی  
زندگی کو مثال نہیں بنا سکتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب زندگی میں میان بیوی، اولاد،  
بہن بھائیوں، ماں باپ اور اعزا و اقربا سے سلوک، میدان جنگ میں جہاد وغیرہ کے متعلق  
کچھ نہ ملے گا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی شانہ زندگی کو صاحب حکومت و سلطنت  
تو مثال بنا سکتا ہے، مگر فقیر و بے نوا نہیں (علیٰ ہذا القیاس)

لیکن شفیع معظم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی ایسی مکمل ہے  
کہ اگر تم بادشاہ ہو تو فاتح مکہ مکرمہ کی مبارک زندگی دیکھو، اگر سپہ سالار ہو تو میدان بدر میں لاہوت  
طریقے سے فوج لڑانے والے کی طرف دیکھو۔ اگر سپاہی ہو تو حنین کے دن ہاتھ میں تلوار پکڑ کر

کفار کو لکارنے والے کی طرف دیکھو۔ اگر تارک الدنیا ہو تو غارِ حرا میں عبادت گزار کو یہ  
 رکھو۔ اگر سلطانِ وقت ہو تو سلاطینِ زمانہ کی طرف پُر وقار خطوط لکھوانے والے علیہ السلام  
 کی طرف دیکھو، اگر صاحبِ دولت ہو تو ملاحظہ کرو کہ ربیعہ بنتِ معوذ چند لکڑیاں (تروخیر  
 کے) حاضرِ خدمت فیضِ درجت ہوئیں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے  
 اُن کو لپ بھر کر سونا عطا فرمایا (ترمذی)

ایک شخص بارگاہِ نبوی میں حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا کہ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 آپ تو بڑے مالدار ہیں۔ ارشاد فرمایا، بھئی تم نے ہمارا کیا مال دیکھا؟ اس آدمی نے عرض  
 کیا کہ میں آپ کی خدمت میں آ رہا تھا، راستہ میں جنگل سے گزرا دیکھا کہ جنگل بکریوں سے  
 بھرا پڑا ہے۔ اتنا بڑا ریوڑ آج تک نظر سے نہیں گزرا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس  
 قدر بکریاں بھلا کس کی ہو سکتی ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کی ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آدمی کی بات سنی، تو مسکرا پڑے۔ پھر ارشاد  
 ہوا کہ وہ بکریاں تجھے اچھی لگتی ہیں؟ وہ بولا جی ہاں، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا  
 کہ جاؤ وہ تمام بکریاں ہم نے تجھے عطا فرما دیں۔ وہ آدمی اپنے قبیلہ والوں کی طرف بھاگا  
 جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا، اے میرے قبیلے والو! مسلمان ہو جاؤ، خدا تعالیٰ کی قسم، محمد  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ غزنی کا خوف نہیں فرماتے (شرح قصیدہ نبویہ)  
 اسی طرح اگر تمہارا تعلق تعلیم و تدریس کے ساتھ ہے تو مسجدِ نبوی شریفہ میں قائم اس  
 یونیورسٹی کے بانی و معلم کی طرف دیکھو کہ جس یونیورسٹی کے فارغ التحصیل صدیق و فاروق اور  
 عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے اندازہاں بنانی رکھنے والے دانشور ہیں جس یونیورسٹی میں  
 ایک دیہاتی اور بے علم آتا ہے تو ایک ہی نظر میں اُسٹادِ زمانہ بنا دیا جاتا ہے اور اگر کوئی  
 گم کردہ راہ آیا، تو فیضِ صحبت سے رہبر و رہنما بنا دیا جاتا ہے۔

لے مدارج النبوة میں ایسا ہی واقعہ غزوہ حنین کے تحت سفوان بن امیہ کا لکھا ہے۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا      خاک کے ذروں کو ہمدوش شریا کر دیا  
 خود نہ تھے جو راہ پر اور اس کے مادی بن گئے      کیا نظر تھی جس نے مردوں کو میسما کر دیا  
 یونہی اگر تم باپ ہو تو حضرت رقیہ، زینب، اُمّ کلثوم و فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہن  
 کے والد گرامی قدر کو دیکھو۔ اگر تم سربراہِ خاندان ہو تو خاندانِ نبوت کے سربراہ  
 (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف دیکھو۔

اور اگر تم سربراہِ خاندان نہیں، بلکہ فردِ خاندان ہو تو مسجدِ نبوی شریفہ کی تعمیر کے وقت  
 اینٹیں اٹھانے والے محبوبِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھو اور اگر تم کسی کی اولاد  
 ہو اور جاننا چاہتے ہو کہ ماں باپ کی خدمت کیسے کروں، تو چشمِ تصور سے ذرا دیکھو کہ ایک جگہ  
 حضورِ سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مال و دولت تقسیم فرما رہے ہیں۔  
 سائل حاضر خدمت ہیں اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرما رہے ہیں کہ اتنے میں ایک عورت  
 حاضر خدمت ہوتی ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس اس بڑھیا عورت  
 کے استقبال کے لیے آگے بڑھتے ہیں اور اپنے دستِ مقدس سے اس کا ہاتھ تعام کر  
 بڑے احترام کے ساتھ اپنی جائے نشست پر لاتے ہیں، اور اپنے سر سے چادر اتار کر  
 زمین پر بچھا دیتے ہیں اور اس عورت کو اپنی چادر پر بٹھا دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ بڑے احترام  
 اور محبت سے گفتگو فرماتے ہیں، پھر وہ بڑھیا عورت چلی جاتی ہے۔

اس حدیثِ پاک کے راوی فرماتے ہیں کہ اس بڑھیا عورت کے چلے جانے کے بعد میں نے  
 صحابہ کرام سے عرض کیا کہ یہ مائی صاحبہ کون تھیں کہ جن کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا  
 احترام فرمایا؟ تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ یہ عورت وہ منحی کہ جس نے حضورِ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کو حالتِ بچپن میں دودھ پلایا تھا۔ سبحان اللہ تعالیٰ! اگر دودھ کی ماں کا یہ احترام  
 ہے تو پھر اصل ماں کا کیا احترام ہوگا؟ معاذ اللہ میں مقابلہ نہیں کر رہا، بلکہ اس ضمن میں  
 صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ انجیل میں ماں کی عزت کا تصور کیا ہے، ملاحظہ ہو،

یوحنا کی انجیل کی یہ عبارت:

”پھر تیسرے دن قانا ی گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں، وہاں تھی۔ اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی اور جب مے ہو چکی، تو یسوع کی ماں نے اُس سے کہا کہ اُن کے پاس سے شراب نہیں رہی۔ یسوع نے اُس سے کہا: اے عورت! مجھے تجھ سے کیا

کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔“ (باب ۲ - آیت ۴ تا ۷)

کیا موجودہ انجیل سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل باب و اصحاب اور شادی کے موقع پر بہت سے دوسرے افراد کی موجودگی میں اپنی والدہ کو بول دینے کی بجائے سختی سے جھڑک دیا اور ماں کہنا بھی گوارا نہ کیا، بلکہ اُسے عورت کہا۔ اسی انجیل کے باب ۱۹ میں ہے:

”یسوع نے اپنی ماں اور اس شاگرد کو جس سے محبت رکھتا تھا پاس

کھڑے دیکھ کر ماں سے کہا کہ اے عورت! دیکھ تیرا بیٹا یہ ہے۔“

پھر شاگرد سے کہا دیکھ تیری ماں یہ ہے اور اُس وقت سے وہ شاگرد اُسے

اپنے گھر لے گیا۔ (آیت ۲۶-۲۷)

اس جگہ بھی والدہ صاحبہ کو ماں نہیں عورت کہہ کر ایک شاگرد کے حوالہ کیا گیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کیا ہمارے مسیحی بھائی اپنی اس انجیل کے تعلیم کے مطابق اپنی ماؤں سے یہی سلوک کرتے ہیں؟ اور اس ناروا سلوک کو اپنے نبی کی سنت سمجھ کر اپناتے ہیں؟ یا کیا انجیل کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے ماں باپ کے ساتھ احترام سے پیش آتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ تاثر موجودہ انجیل نے دیا ہے جبکہ ہم مسلمانوں کے نزدیک یوں نہیں، بلکہ قرآن پاک کی سورۃ مریم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے منرمایا،

وَبَرًّا لِلْوَالِدَاتِ وَلَمْ يَجْعَلْنِي  
جَبَّارًا شَقِيًّا ۝

(اللہ تعالیٰ اجل شانہ) مجھے اپنی ماں سے اچھا  
سلوک کرنے والا بنایا۔ مجھ کو جبار یا بدبخت  
نہ بنایا۔

گویا کہ قرآن پاک عیسیٰ علیہ السلام کی شان بیان فرما رہا ہے، جبکہ موجودہ انجیل سے  
عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا پہلو نکلتا ہے

(۲۷) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ  
مِّن رَّبِّ جَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ  
اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝

(۳۳)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
تمہارے مردوں میں سے کسی کے (نسبی،  
جسمانی، باپ نہیں، ہاں (البتہ) اللہ تعالیٰ  
کے (برگزیدہ) رسول اور تمام انبیاء علیہم السلام  
کے بعد تشریف لانے والے ہیں۔

حضور ختم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید  
بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مطلقہ بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حکم خدائے  
بزرگ و برتر، شادی فرمائی، تو بعض کفار نے اعتراض کیا۔ اُن کے جواب میں فرمایا گیا کہ  
حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے تو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے، اس لیے وہ مردوں میں  
داخل نہیں اور آپ خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صرف صاحبزادیاں ہی ہیں،  
فلہذا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی مرد کے (نسبی یا جسمانی) باپ ہی نہیں، تو پھر اُس  
کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا کیوں ناجائز ٹھہرا۔ گویا کہ اعتراض رسول خدا علیہ السلام  
کی ذات پر ہوا تو جواب خود سپردِ کارِ عالم نے دیا۔ سبحان اللہ تعالیٰ!  
خیال ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم محمد قرآن پاک میں چار جگہ،  
مذکور ہوا۔ ایک تو اسی جگہ ایک سورۃ فتح میں مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ۔ ایک سورۃ محمد میں کہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اور ایک سورۃ آل عمران میں کہ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ  
عجب بات ہے کہ اس اہم مبارک محمد کے حروف بھی چار ہیں اور اسم ذات اللہ کے  
حروف بھی چار ہی ہیں۔ محمد کا معنی ہوتا ہے؛ ہمیشہ تعریف کیا ہوا، کہ جس کی تعریف  
پر تعریف کی جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ۔ آپ علیہ السلام  
کے اسم مبارک کی عین مظہر ہے۔ بدترین دشمن بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کیے بغیر  
نہ سکا۔ آج تک دنیا میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر جتنی  
بھی کتابیں اپنوں اور بیگانوں نے لکھی ہیں، اس موضوع پر اس قدر کتب کسی بھی شخصیت  
کے حق میں نہیں لکھی گئیں۔ مشہور اور متعصب مستشرق سیرت نگار مارگولیتھ MORGALIOUTH  
اپنی تصنیف "محمد" MUHAMMAD کے ویساچہ میں لکھتا ہے:

"محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ  
ہے، جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے۔  
سکھوں کے گرونانک صاحب نے اہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق  
ایک عجیب و پر لطف انداز سے اظہار خیال کیا۔ انہوں نے لکھا ہے  
نام لیو جس پکش کا کروچو گتاتا      دو ملا و پنج گن کرو کاٹو بیس بنا  
نانک پچھے سو نو گنے دو اس میں ملا      اس بدہر کے نام سے نام محمد بنا  
یعنی کسی بھی نام کے بلحاظ ابجد عدد نکالیں اور ان کو چار سے ضرب دے کر جمع  
کر کے حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دے کر مجموعہ کو بیس پر تقسیم کر دو جو باقی بچے اسے  
نو سے ضرب دے کر دو جمع کر دو تو ۹۲ جو اب آئے گا اور ۹۲ اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کے اعداد ہیں۔ اس طرح بابا گرونانک نے یہ ثابت کر دیا کہ دنیا کا فیہا میں اسم محمد  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہے۔ جس طرح کسی نے کہا ہے

کیا شان احمدی کاچمن میں ظہور ہے      ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

لے حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔



بندۂ ناچیز و مؤلف کتاب کے نزدیک تو حاصلِ کلام یہ ہے کہ خالق کائنات  
اجل شانہ نے اپنے برگزیدہ بندے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی ہی  
سیارکھا کہ ہر شخص خواہی نخواستہ ہی تعریف کرنے پر مجبور ہے۔

عرش پہ تازہ چھتر چھاڑ، فرش پہ طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگاتے تیری ہی داستان ہے

روح البیان شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں  
ایک گنہگار اسرائیلی تھا، اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اسے کوڑے کرکٹ کے  
پھیر پر پھینک دیا۔ ایت کائنات کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ  
پیرے اس بندے کو غسل، کفن اور نماز کے بعد دفن کرو، اس لیے کہ اس نے ایک  
بار تورات میں اسمِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دیکھ کر اسے بوسہ دیا تھا اور آنکھوں  
سے لگا لیا تھا، جس سے ہم نے اس کے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں۔

روح البیان، سورۃ احزاب یہ ہی آیت مبارکہ

ایک دوسری صفت جو اس آیت مبارکہ میں حضورِ خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کی بیان کی گئی، وہ یہ ہے کہ یہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام، اللہ تعالیٰ اجل شانہ کے

لہذا شیعہ سے) علم الامداد کے مطابق اعدادِ حروف یہ ہیں: ا - ۱ - ب - ۲ - ج - ۳ - د - ۴ - ۵ -

۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰ -

س - ۱ - ش - ۲ - ت - ۳ - ث - ۴ - خ - ۵ - ذ - ۶ - ض - ۷ - ظ - ۸ - غ - ۹ - زہانی یاد کرنے کے لیے ان مجموعہ

کو یاد کر لیں۔ ا - بجد - ہوز، حطی - کمن - معفص، قرشت - شخذ - ضنظغ - اسی کے مطابق

اہم محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعداد دیکھیں کہ م - ۴ - ح - ۳ - م - ۲ - د - ۱ - محمد یونہی کسی بھی نام یا

شے کے اعداد نکالیں اور مذکورہ بالا طریق پر عمل کریں، تو جواب ۹۲ ہی آئے گا۔ ۱۲ منہ

برگزیدہ رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور خود سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاتم الانبیاء کی تشریح میں فرمائی: اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (یعنی میں آخری نبی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)

ایک اور جگہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال یوں ہے کہ جس طرح کہ ایک نہایت ہی عمدہ طریقہ سے محل تعمیر کیا گیا ہو اور ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو، دیکھنے والے اس کے گرداگرد گھومتے ہیں اور اس کی عمدہ تعمیر سے متعجب ہوتے ہیں مگر اس ایک اینٹ کی جگہ اس کی کمی محسوس کرتے ہیں۔ پس میں نے (تشریف لاکر) اس اینٹ کی جگہ پر کر دی ہے۔ میرے ساتھ عمارت مکمل کر دی گئی ہے اور میرے آنے کے ساتھ رسول (آنے) ختم کر دیئے گئے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے: وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (مشکوٰۃ، بخاری، مسلم)

اب اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ابھی (دوبارہ) تشریف لائیں گے، جب کہ حضور خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ دعوتی نبوت کرنے والے دجال و کذاب ہوں گے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور ضرور تشریف لائیں گے، مگر وہ پہلے والے نبی ہوں گے نہ کہ بعد والے اور اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بن کر تشریف فرما ہوں گے جیسے کہ اگر کوئی کسی شخص کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ فلاں اپنے والدین کا آخری فرزند ہے۔ تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس کے بعد کوئی فرزند پیدا نہ ہوا، لیکن اس کا یہ معنی تو برگزیدہ نہیں ہوتا کہ پہلے تمام مر گئے ہیں۔ فلہذا اب جو سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تشریف لائیں گے، تو وہ پہلے نبی ہوں گے کہ جن کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے نہ کہ بعد والے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور کسی کو نبوت نہ ملے گی۔

نبوت کا عطا فرمایا جانا مکمل ہو چکا ہے۔ خلاقِ عالم نے انبیاءِ علیہم السلام کی رموز کو بھی  
 نبی ہی پیدا فرمایا تھا جیسا کہ **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ وَالِآيَةِ مَبَارَكَةٍ**  
 سے عیاں ہے۔ یوں نہیں کہ معاذ اللہ تم معاذ اللہ کہ پہلے تو اس کا کوئی پروگرام نہ ہو پھر  
 کسی شخص کے اچھے چال چلن دیکھ کر ارادہ فرمائے کہ چلو ٹھیک ہے ہم اسے نبی بنا دیتے  
 ہیں۔ اس بات کا تو تصور بھی جہالت و بے دینی ہے۔ وہ خدا ہی کیا جسے اتنا بھی علم  
 نہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ جب خالق کائنات جل شانہ  
 نے تم کو پیدا کیا تو اُسے حکم ہوا کہ لکھ۔ اُس نے عرض کیا کہ کیا لکھوں؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:  
**كُلُّكُمْ رَجُلٌ وَرَجُلٌ مِّنْكُمْ لِيُحَدِّثَ إِلَىٰ نَحْوِ عَنَّا** ہے، سب کچھ لکھ دے۔ چنانچہ وہ سب کچھ  
 لکھا جا چکا ہے۔ قرآن پاک میں ہے، **وَلَا سَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ**  
**مُّبِينٍ** یعنی کائنات کی ہر خشک و تر شے جو جب جس جگہ موجود تھی یا ہوگی، وہ سب لوح محفوظ  
 میں لکھی جا چکی ہے، چنانچہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے کہ کون نبی کس زمانے میں کس قوم  
 کے پاس کتنے عرصے کے لیے تشریف لاتے گا، اُس کی شریعت کب منسوخ و منکرئی  
 شریعت نافذ فرمائی جائے گی، پہلے کس کی تشریف آوری ہوگی اور ختم الرسل کون ہوگا؟  
 فلہذا جو سچے دل سے اپنے خالق کائنات، اپنے پالنے والے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا  
 ہے، تو اس پر یہ بات لازم ہو جاتی ہے کہ وہ خدائے لم یزل کے پورے پروگرام پر ایمان  
 لائے اور اُس کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور نازل فرمودہ تمام  
 کتب و صحائف پر اجمالی طور پر ایمان لائے اور جس بھی برحق نبی کا زمانہ اُسے نصیب ہوا،  
 اُس پر اجمالی ہی نہیں، بلکہ تفصیلی ایمان لائے، اُس کی شریعت کی پیروی کرے، کیونکہ  
 یہ ہی بات اُس کے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ مثلاً سیدنا موسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے  
 تو پہلی شریعت میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ شریعت نافذ فرمادی اور بنی اسرائیل  
 ایمان لائے اور حق بھی یہی تھا جو ایمان نہ لایا، دربارِ خدا تعالیٰ میں مردود ٹھہرا۔

طاہر وقت اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ مجھ پر واز رہا۔ بنی اسرائیل میں انبیاء کرام  
 علیہم السلام تشریف لاتے رہے، یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں آخری صاحب کتاب  
 نبی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تشریف آوری ہو گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 نے اپنی کتاب "انجیل" کو پیش فرمایا، بہت سے نیک بخت ایمان لے آئے، مگر  
 ایمان نہ لانے والے بد بختوں کی بھی کمی نہ تھی، حالانکہ تمام بنی اسرائیل (یہودیوں)  
 پر لازم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھتے، مگر ان کی شقاوت نے ان بد بختوں  
 کو عزت میں ڈالا اور وہ اس انعام سے محروم رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
 رونق انروز عالم ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے حکم خدائے لم یزل کامل ترین شریعت نازل  
 فرمادی اور وہ دین آگیا جس کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ**  
**الْإِسْلَامُ** یعنی اللہ جل شانہ کے نزدیک پسندیدہ ترین دین اسلام ہے،  
 دین موسوی و دین مسیحی منسوخ فرما کر دین اسلام پر عمل کرنے کا حکم دے دیا۔ چاہیے تو  
 یہ تھا کہ مشرکین کے ساتھ ساتھ تمام اہل کتاب بھی ایمان لے آتے، مگر ان کا تہمت  
 آئے آگیا اور ان میں اکثر دولت ایمان سے محروم رہ گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری  
 پر یہودیوں نے محض ضد کی وجہ سے انکار کر دیا تھا۔ بعینہ حضور اقدس سید المرسلین  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر عیسائیوں نے انکار کر دیا۔ اس جگہ  
 اگر کسی غیر مسلم کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ کیا جو بھی دعوت نبوت کرے گا، اٹھی کو  
 مان لیا جائے گا؟ اگر یونہی ہے، تو مسلمانوں نے کئی ایسے لوگوں کا انکار کیا، جنہوں  
 نے خود کو نبی کہا تھا۔ مثلاً مسیلمہ کذاب، اسود عسنی، سجاح، اسحاق افرس وغیرہ  
 وغیرہ۔ اور ابھی کچھ عرصہ قبل مدعی نبوت مرزا قادیانی، یہ سب اہل اسلام کے نزدیک  
 اس دعوت نبوت کی وجہ سے مردود ہوئے۔ اگر یہ جھوٹے نبی ہیں، تو معاف اللہ تعالیٰ یہودی

عیسیٰ علیہ السلام اور یہود و نصاریٰ دونوں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت یہ  
افترا کر سکتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے الزام لگایا بھی تھا۔ اس کا تفصیلی جواب تو انشاء اللہ تعالیٰ  
آگے آئے گا، جیسا کہ ہم بفضلہ تعالیٰ پہلی کتب سماوی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف  
آوردی کی بشارت بالذات ثابت کریں گے، یہاں اختصاراً اتنا ہی عرض کیا جاتا ہے کہ حضور پر نور  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے تشریف لانے والے نبی مصدق بالنبیین (گزشتہ نبیوں  
کی تصدیق کرنے والے) اور مبشر بالنبیین (آنے والے انبیاء کی بشارت دینے والے)  
بن کر تشریف لائے ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کے متعلق بتا دیا اور یہ بات موجودہ  
توراة و انجیل میں پائی جاتی ہے۔ موجودہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو بیان  
کرتے ہوئے مصنفین نے جگہ جگہ لکھا "یہ واقعہ اس لیے ہوا، تاکہ وہ نوشتہ پورا ہو جو فلاں  
نبی کی معرفت کہا گیا۔" مثلاً "اعمال" میں ہے:

"بھائیو! اُس نوشتہ کا پورا ہونا ضرور تھا جو روح القدس نے داؤد کی بانی

اس یہوداہ کے حق میں پہلے سے کہا تھا جو یسوع کو پکڑنے والوں کا راہنما ہو،"

(اعمال باب ۱، آیت ۱۶)

آگے یہوداہ کی عبرت ناک ہلاکت کا واقعہ درج کرنے کے بعد لکھا (یہ اس لیے ہلاک ہوا)

"کیونکہ زبور میں لکھا ہے کہ اس کا گھرا جڑ جاسے اور اس میں کوئی بسنے والا

نہ رہے اور اُس کا عہد دوسرا لے لے۔" (اعمال باب ۱، آیت ۲۰)

یعنی ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی، ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام نے

بشارت دی کہ میرے بعد نبی آئے گا اور عیسائیوں کو آنے والے نبی کا انتظار بھی تھا جو حنا

کی انجیل میں ہے: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا)

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے، کیونکہ

اگر میں نہ جاؤں گا، تو وہ "مرد گار" تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا،

تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔“ (دب ۱۶، آیت ۷)

دوسری جگہ ہے: ”اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے، تو تم یقین کرو کہ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیونکہ دنیا کا سرور آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (دب ۲۹-۳۰) ظاہر ہے کہ میدانِ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد تشریف لانے والے نبیؐ کو کہ کائنات کا سرور ہوگا، کی بشارت دی، مگر سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد آنے والے کسی نبی کی بشارت نہیں دی، بلکہ فرمایا: ”میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ مزید فرمایا: ”میرے بعد تیس دن وصال و کذاب ہوں گے۔“ (جو جھوٹا دعویٰ نبوت کریں گے) یہی وجہ ہے کہ حضورِ خواجہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والا ہر مدعی نبوت وصال و کذاب ہوگا، کیونکہ سید عالم خاتم الانبیاء ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

(۲۸) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا  
أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا  
وَقَدْ بَرَّاهُ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ  
بِأَذْنِهِ وَبِرَّاجِبًا مُبِيرًا  
(۳۳/۲۵ - ۲۶)

اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہمیشہ  
ہم نے آپ کو بھیجا مشاہدہ کرنے والا (گواہ)  
بنا کر اور خوش خبری دینے والا اور ڈرٹانے  
والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلانے  
والا اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر

اس آیت کریمہ میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی صفات بیان فرمائی گئی ہیں ان کی تشریح کرنا بساطِ انسانی سے باہر ہے۔ انتہائی اختصار کے ساتھ چند ایک وضاحتیں پیش کی جاتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو ارشاد فرمایا: ”اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا“ ظاہر ہے کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔ خالق تو وہی ہے نہ کہ کوئی اور، مگر اس جگہ خصوصیت سے اپنے نبی کو یوں کیوں ارشاد فرمایا۔ یہ اس لیے کہ عام انسان کے دنیا میں آنے

اور نبی کی تشریف آوری میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صاحب نور العرفان ایک بہترین مثال پیش فرماتے ہیں: بحری جہاز میں سوار مسافر بھی ہوتے ہیں اور کپتان بھی، مگر حالت یہ ہوتی ہے کہ کپتان پیسے (تنخواہ) لے کر بیٹھتا ہے، جبکہ مسافر پیسے دے کر ویرہ ہوتی ہے کہ مسافر پار لگنے کو بیٹھتا ہے اور کپتان پار لگانے کو جہاز ایک ہے، مگر سواروں کے منصب و مراتب جدا جدا ہیں۔ ہم دنیا میں آتے پار لگنے کے لیے اور نبی تشریف لاتے پار لگانے کے لیے۔ ”پھر انبیاء اللہ تعالیٰ اجل شانہ کے خاص بندے بن کر آتے، فلہذا ان پر اعتراض، گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے، اُن کی گستاخی خدائے بزرگ و برتر کی نافرمانی ہے اور اُن کی اطاعت خالق کائنات کی فرمانبرداری ہے، اسی لیے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ - یعنی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی وہی خدا تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے۔

دوسرے اس آئیہ کریمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاہد فرمایا گیا۔ شاہد کا معنی گواہ بھی ہے۔ یعنی شہادت دینے والا حاضر بھی ہے، یعنی مشاہدہ کرنے والا محبوب بھی ہے، یہاں سبھی معنی بن سکتے ہیں، شاہد بمعنی گواہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ  
بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى  
هُؤُلَاءِ شَهِيدًا ۚ (۴۱ / ۴۲)

پس اُس وقت کیا حالت ہوگی کہ جب ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب (علیک السلام) تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

مشاہدہ بمعنی مشاہدہ کرنے والا۔ ایک تو مذکورہ آئیہ مبارکہ اس چیز کی شاہد (گواہ) ہے اور اسی طرح البقرہ کی ۱۲۳ آئیہ مبارکہ بھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گواہ ہیں اور گواہی بغیر مشاہدہ کے ناممکن ہے وہ مشاہدہ خواہ بالعلم ہو یا بالبصر۔ بہر حال مشاہدہ ضروری ہے۔ پھر جو مشاہدات معراج کی شب فرماتے وہ تصور انسانی سے ماورا ہیں۔ جنت و دوزخ کا مشاہدہ تو شاید ان مشاہدات کی نسبت کس درجہ میں ہو، کیونکہ ان کا مشاہدہ زمین پر رہتے ہوئے بھی فرمایا۔

امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک طویل حدیث نقل فرماتے ہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الخسوف ادا فرمائی، تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی جگہ پر کوئی چیز دست مبارک بڑھا کر، پکڑی۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، (حالت نماز میں)

إِنِّي سَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَنَأَوَّلَتْ  
مِنْهَا عُنُقُودًا وَكُوأَخَذْتُه  
لَا كَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتْ  
الدُّنْيَا وَسَأَيْتُ السَّمَاءَ  
فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا  
قَطُّ أَفْطَعَ. (مشکوٰۃ)

میں نے جنت کو دیکھا، میں نے اس سے  
انخوڑ کا ایک خوشہ لینے کا قصد کیا اور اگر میں  
اُس کو لے لیتا (توڑ لیتا) تو تم رہتی دنیا تک  
اُس کو کھاتے اور میں نے دوزخ کو دیکھا،  
پس میں نے اس سے بڑھ کر بولناک منظر  
کبھی نہیں دیکھا۔ . . . . (ابھی حدیث جاری ہے)

یعنی اللہ تعالیٰ، جب جہاں جس شے کا چاہے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو  
مشاہدہ کرا دیتا ہے۔

۳۔ شاید بعض محبوب خدا، یہ معنی بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عین  
صادق آتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ کرام بیٹھے ہوتے تھے، اتنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
تشریف لے آئے۔ جب صحابہ کرام کے پاس پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنا کہ  
صحابہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام  
کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرا کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام  
فرمایا۔ ایک کہہ رہا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ ایک نے کہا کہ  
آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چُن لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف



لائے اور فرمایا: ”جو کچھ تم نے کہا میں نے سُن لیا ہے اور تم تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں یہ درست ہے اور موسیٰ اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والے ہیں یہ بھی درست ہے اور عیسیٰ رُوح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں یہ بھی درست ہے اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چُن لیا، یہ بھی صحیح ہے۔ خبردار! (سُن لو) اور میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں فخر سے نہیں کہتا۔ قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والے میں ہوں (یعنی میرے دست مبارک میں ہوگا) اور فخر نہیں کرتا کہ آدم اور اس کے سوا بھی باقی تمام (انبیاء) اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والوں اور پہلے ہوں جس کی سفارش قبول کی گئی ہے (یعنی شفاعت کا دروازہ میرے لئے کھلے گا) مجھے فخر نہیں اور میں پہلے ہوں جو جنت کا دروازہ بلاؤں گا اور میرے لیے وہ کھولا جائے گا (یعنی جنت بھی میرے لیے ہی کھولی جائے گی) اور اللہ تعالیٰ مجھ کو اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں کرتا کہ میں اگلے اور پچھلوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ترین ہوں۔ (ترمذی - دارمی - مشکوٰۃ جلد ۳)

ثابت ہوا شاید کے یہ تینوں معنی حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں پائے جاتے ہیں۔

آیہ زیر بحث میں شاید کے بعد جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت مذکور ہوئی، مبشر و نذیر ہے۔ یعنی خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے پھیلی آیہ مبارکہ کے تحت یہ درج کیا جا چکا ہے کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی جدید نبی کی بشارت لے کر نہیں آئے، بلکہ سلسلہ نبوت آپ پر مکمل ہو چکا ہے اور اس جگہ جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبشر فرمایا گیا ہے تو ان معنی میں کہ اہل ایمان کو جنت کی بشارت دینے والے، اسی لیے ساتھ ہی نذیر کا بھی ذکر فرمایا گیا کہ نافرمانوں کو عذابِ خدا سے ڈرانے والے بھی ہیں۔ اس کے بعد ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهِ اللّٰهُ تَعَالٰی

کی طرف بلانے والے اُس کے حکم کے ساتھ۔ فی الحقیقت یہ صفت تمام انبیاء علیہم السلام پر پائی گئی کہ اُن تمام کی بعثت مبارکہ کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بلائیں مگر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت مبارکہ کا خصوصیت کے ساتھ کتب سابقہ میں بھی ذکر ہوا، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کسی ایک زمانے یا علاقے تک محدود نہیں جیسے کہ انبیاء بنی اسرائیل صرف مخصوص علاقوں میں مبعوث فرماتے گئے۔ خود عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھینٹوں کے سوا، اور کسی کے پاس

نہیں بھیجا گیا،“ (متی کی انجیل، باب ۱۵، آیت ۲۴)

لیکن نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ تم میرے لئے  
 تَبْرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُورَانَ  
 عَلٰی عَبْدِهِ لِيَكُوْنُ لِلْعٰلَمِيْنَ  
 نَذِيْرًا ۝۱۵

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن  
 اپنے بندے پر جو (بندہ) سارے جہانوں کو  
 ڈرسانے والا ہو۔

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہوا،

(اے محبوب!) ہم نے آپ کو بھیجا تمام جہانوں  
 کے لیے رحمت بنا کر۔

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا  
 رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶

ایک اور جگہ یوں ہے:

(اے محبوب!) تم فرما دو کہ اے لوگو! میں تم  
 سب کی طرف، اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي  
 رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۝۱۷

مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین میں بحوالہ مسلم شریف میں ہے کہ حضور اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول (بھیجا گیا) ہوں

وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔

موجودہ انجیل میں ہے:

”اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیونکہ دنیا کا سردار

آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔“ (یوحنا کی انجیل، باب ۴، آیت ۳۰)

دوسری جگہ ہے:

”لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا، تو تم کو تمام سچائی کی راہ

دکھائے گا۔“ (انجیل یوحنا، باب ۱۶، آیت ۱۳)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا اگرچہ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ تو تمام انبیاء علیہم السلام

تھے، مگر امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہی نرالی ہے۔

دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِہ کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کی صفت سِرَاجًا مُنِيرًا ذکر فرمائی گئی جس کا معنی بتانا ہے چمکتا ہوا سورج یا

روشن چراغ۔

بے شک حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ آفتاب ہدایت ہیں کہ جس سے انتہائی

دیر تاریکی کفر و شرک چھٹ گئی۔ ایک ہی نظر سے نہ جانے کتنے دلوں کو نور ایمان سے منور

فرما دیا۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ

وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ۝۱۵

جمہور مفسرین کرام متفق ہیں کہ اس جگہ نور سے مراد ذاتِ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم ہے۔ گویا کہیں تو انہیں سراجِ منیر اور کہیں نورِ مبین کہا گیا۔

(۲۹) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ

يُصَلُّونَ عَلٰى النَّبِيِّ طَٰٓئِفًا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝۲۳

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دو

بھیجتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

پر اسے ایمان والو! تم بھی ان پر خوب

دُرود و سلام بھیجو۔

قرآن مجید فرقان حمید میں پروردگار عالم نے اپنے بندوں کو بہت سے حکم دیتے، مثلاً نماز پڑھو، روزے رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو اور ایمان لاؤ وغیرہ وغیرہ، مگر ہمیں بھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کام ہم بھی کرتے ہیں، لہذا تم بھی کرو اور ہمارے فرشتے بھی کرتے ہیں، تو اسے اہل ایمان تم بھی کرو۔ صرف دُرود شریف ہی کے لیے یہ ارشاد ہوا کہ ہم بھی بھیجتے ہیں اور ہمارے فرشتے بھی۔ اے ایمان والو! تم بھی بھیجو۔ اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کوئی کام ایسا نہیں کہ جس میں رب تعالیٰ اور بندہ مشترک ہو۔ اللہ تعالیٰ والا کام بندہ نہیں کر سکتا اور بندے والے کاموں سے اللہ تعالیٰ کی شان بلند و بالا ہے، مثلاً رب تعالیٰ کا کام پیدا کرنا، رزق دینا، مارنا اور زندہ کرنا وغیرہ ہے، جبکہ بندہ یہ کام نہیں کر سکتا، جبکہ بندے کا کام عبادت کرنا، اطاعت کرنا وغیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ ان افعال سے پاک و منزہ ہے۔ یہ صرف دُرود شریف ہی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے حکم دیا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا دُرود ہے رحمت نازل کرنا اور فرشتوں اور انسانوں کا دُرود، طلبِ رحمت ہے، مگر ایک مخصوص تعلق ہر جگہ کار فرما ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ایک عجیب نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اپنے محبوب پر رحمت بھیجتے ہیں اور بھیجتے رہیں گے اور تم بھی ہمارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے طلبِ رحمت کرو۔ حالانکہ مانجی تو وہ چیز جاتی ہے جو پہلے حاصل نہ ہو۔ محبوبِ کبریا علیہ السلام پر تو اتنی عظیم رحمت کا نزول ہوا کہ اُن کو رحمتہ للعالمین بنا دیا۔ پھر ہم کو کیوں حکم ہے۔؟ وجہ یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے دعائے رحمت کریں گے، تو کوئی بڑی بات نہیں کہ رحمتِ خدا جوش میں آجائے اور جو رحمتِ محبوبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر برس رہی ہے، اُن کے صدقہ سے کوئی چھینٹا ہم پر بھی پڑ جائے اور یوں ہمارا بیڑا پار ہو جائے۔ دُرودِ سلام پڑھنے کے بے شمار فضائل ہیں۔ اگر تفصیل دیکھنی ہو تو ملاحظہ فرمائیے تفسیر روح البیان، مظہری، افضل الصلوات، جذب القلوب، مدارج النبوۃ اور نسیم الریاض وغیرہ

مشکوٰۃ شریف باب الصلوٰۃ علی النبی میں ہے؛

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ اور اس کے دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کے دس درجات بلند کیے جائیں گے۔ (رواہ النسائی)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب بھی کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں سلام عرض کرنے والے کا جواب دیتا ہوں۔“  
سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ”سخت ترین بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک دُعایا میں اور آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس کا کوئی بھی حصہ بارگاہ قبولیت میں نہیں پہنچتا۔ جب تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے (ترمذی) شفا شریف میں انہی سے یہ حدیث پاک مروی ہے، اُس میں یہ بھی ہے کہ نماز بھی بغیر درود شریف کے قبول نہیں ہوتی (شفا قاضی عیاض)

حضرت ابی درداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجو، اس لیے کہ جمعہ کا دن حاضر کیا گیا ہے اور فرشتے بھی اس دن حاضر ہوتے ہیں اور بیشک جو کوئی (مسلمان) مجھ پر درود پڑھتا ہے، وہ درود میرے پاس پیش کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ پڑھنے والا فارغ ہو جاتا ہے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا، کیا رحلت کے بعد بھی؟ تو ارشاد فرمایا

کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس بات کو حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، لہذا اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے (ابن ماجہ)۔  
 (۳۰) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا  
 كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَ  
 نَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ  
 لَا يَعْلَمُونَ ۚ

اور اے محبوب علیک السلام، ہم نے تم کو نہ بھیجا  
 مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو کہ (تمام)  
 انسانوں کو گھیرنے والی ہے (آپ تشریف  
 لائے) خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سنانے  
 ہوئے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
 نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی خصوصیتیں عطا فرمائی گئی ہیں جو کہ مجھ سے قبل کسی کو نہ ملیں۔  
 ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میں مدد کیا گیا ہوں۔ میرے لیے زمین سجدہ  
 بنا دی گئی ہے اور پاک کر دی گئی ہے۔ میری امت میں سے جس پر نماز کا وقت آتے، وہ  
 اسی جگہ نماز پڑھ لے۔ میرے لیے غنائم حلال کر دیئے گئے۔ مجھ سے قبل  
 کسی نبی کے لیے مالِ عنیت حلال نہ تھا۔ مجھے شفاعت (کبریٰ) کا حق دیا گیا اور دیگر  
 نبی خاص خاص قوموں کی طرف بھیجے جاتے، جبکہ میں تمام انسانیت کی طرف بھیجا گیا  
 ہوں۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

اگرچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خالق کائنات نے بہت سے  
 خصائص عطا فرمائے، مثلاً جو امع الکلم، ختم نبوت، سیادت انبیاء، سب انبیاء سے  
 قبل پیدائش اور سب سے آخر بعثت، معراج شریف، سب سے زیادہ امت  
 والے، سب سے قبل جنت میں جانے والے وغیرہ وغیرہ بے شمار خصائص ہیں مگر اس  
 جگہ پانچ مخصوص خصائص کا ذکر فرمایا گیا۔ زمین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میرے لیے  
 مسجد بنا دی گئی ہے اور پاکیزہ کر دی گئی ہے۔ یعنی دیگر اقوام یہود و نصاریٰ کی طرح

نماز کے لیے گر جاگھر یا کسی خاص معبد خانہ میں جانا ضروری نہیں، بلکہ جہاں بھی نماز کا وقت ہو جاتے نماز ادا کرنا جائز ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ مسجد کے برابر ثواب تو نہیں، لیکن نماز ہو ضرور جائے گی۔ اس طرح اگر پانی پر قدرت نہیں تو تیمم کر لو، اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ ہمیں پاک فرمادے گا اور یہ ہر وہ کہ جس پر لفظ انسان صادق آتا ہے۔ آپ علیہ السلام کی امت دعوت میں شامل ہے۔

(۳۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
لَا تَقْدَمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ  
وَسُؤْلِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ  
اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو اور  
اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ  
سُننا جانتا ہے۔

اس آیت مبارکہ کے بعض شان نزول نقل کیے گئے ہیں جن میں یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں نے عید الضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل ہی قربانی کر دی تھی، ان کو منع کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مطابق بعض لوگ یوم الشک یعنی رمضان سے ایک روز قبل روزہ رکھتے تھے کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو، ان کو منع کیا گیا اور ممکن ہے کہ ان تمام باتوں سے ممانعت کی گئی ہو۔ حاصل یہ کہ اے ایمان والو! کسی بھی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو، نہ حکم دینے میں نہ دین سمجھنے سمجھانے میں، نہ راستہ چلنے میں، نہ فیصلہ کرنے میں، نہ گفتگو کرنے میں حتیٰ کہ مشکوٰۃ شریف باب ما علی الماموم میں ہے کہ مرض وفات شریف میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت فرمانے کا حکم دیا۔ ایک روز عین حالت نماز میں، جبکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت فرما رہے تھے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ اسی وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقتدی بن گئے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم امام۔ یہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ معراج

کی رات مسجد اقصیٰ میں ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہ السلام تک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام موجود تھے، مگر سوائے امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کسی نے امامت نہ فرمائی۔ حضرت جبریل علیہ السلام مؤذن تھے، تو سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام امام اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام مقتدی۔ ہاں البیتہ اگر خود سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی غلام کو آگے فرمادیں تو اَلْحُكْمُ فَوْقَ الْاَدَبِ کے مصداق صحیح ہوگا جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کی شب غارِ ثور میں پہلے داخل ہوئے یا خود خواجہ کونین علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جماعت کرانے کا حکم دیا اور دوسری توجہ طلب اس آیت کریمہ میں یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آگے نہ بڑھو! جبکہ ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت و اطراف وغیرہ سے پاک و منقرہ ہے اور اس سے آگے بڑھنا غیر ممکن ہے۔ ہاں البیتہ یہ ممکن ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت تمہارے پاس کوئی حکم نہ آجاتے۔ خود ہی فیصلہ نہ کر لیا کرو اور دوسرے یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے وہ عبدِ خاص ہیں کہ ان کی گستاخی بارگاہِ رب العزت میں مردود ہونے کا باعث ہے

(۳۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آوازِ مبارکہ سے بلند نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔

کتبِ تفاسیر میں ہے کہ ایک بار بارگاہِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں حاضری کے دوران صدیق و فاروق صحابہ کرام کی آوازیں کچھ بلند ہو گئیں، تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔



اس سے دربارِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے آداب خود خدا نے  
 لم یزل سکھاتا ہے اور یہ قیامت تک کے لیے ہے۔ آج بھی زاترین کرام جب رضی اللہ عنہما  
 پر شرفِ حاضری پاتے ہیں تو انتہائی ادب و احترام سے سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اس  
 آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد یہ دونوں صحابہ یعنی صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
 اتنی آہستہ گفتگو کرتے تھے کہ جیسے سرگوشی کر رہے ہوں (روح البیان)

علامہ ابن جریر نے حضرت محمد بن ثابت بن قیس بن شماس کے حوالہ سے بیان کیا  
 اور اسے امام محی السنۃ نے بھی ذکر فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ بہرے تھے اور بلند آوازی سے گفتگو کرنے کے عادی تھے) راستہ  
 ہی میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر سے گزرے اور  
 رونے کا سبب پوچھا تو حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے،  
 اور مجھے ڈر ہے کہ شاید میرے لیے ہی نازل ہوئی ہے، کیونکہ میری آواز اونچی ہے اور مجھے  
 اپنے اعمال کے برباد ہو جانے اور دوزخی ہو جانے کا ڈر ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 نے بارگاہِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو کر یہ بات عرض کر دی۔ ادھر حضرت  
 ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گریہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ انہوں نے (گھر جا کر) اپنی بیوی جمیلہ  
 بنت عبد اللہ بن اُبی سے کہا کہ میرے ساتھ گھوڑے باندھنے کی جگہ چلو اور گھوڑے کا رتہ  
 مضبوطی سے میرے پاؤں کو باندھ کر گھونٹے سے کس دو (حسب الحکم) جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
 نے ایسے ہی کیا۔ حضرت ثابت نے کہا، اب میں باہر نہ نکلوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت  
 آجائے یا میرے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے راضی ہو جائیں۔ رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جا کر ثابت کو بلا  
 لاؤ۔ حسب الحکم حضرت عاصم اُسی جگہ گئے جہاں حضرت ثابت کو دیکھا تھا، جب وہ  
 وہاں نہ ملے، تو ان کے گھر گئے۔ جا کر دیکھا تو ثابت گھوڑے کی کوٹھری میں بند ہیں۔

حضرت عاصم نے کہا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طلب فرما رہے ہیں۔  
 حضرت ثابت نے کہا کہ یہ رستہ توڑ دو۔ اس کے بعد دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کی خدمت فیضِ درجت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا،  
 ثابت تمہارے رونے کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، آقا،  
 میری آواز اونچی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی متعلق نازل ہوئی ہے حضور اکرم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابلِ ستائش  
 زندگی گزارو گے اور شہادت پاؤ گے اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ثابت نے کہا، میں  
 اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ السلام کی خوشخبری پر راضی ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے  
 رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آئندہ کبھی بلند آواز سے نہ بولوں گا۔

اس جگہ یہ بھی عرض کر دوں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے آئندہ کی باتیں جاننے والے حضور  
 سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہمیں خیر زمانہ  
 خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہمیں پوری ہو گئی۔ آپ جھوٹے مدعی نبوتِ کذاب  
 کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے واصل باللہ ہوئے۔

امام طبری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جنگِ یمامہ کے روز  
 حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر ایک نفیس زرہ تھی۔ شہادت کے  
 بعد ایک مسلمان ان کے پاس سے گزرا تو اُس نے اس زرہ کو اتار لیا۔ جنگ کے بعد لشکرِ  
 اسلام کے ایک آدمی کو خواب میں حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں تمہیں  
 ایک وصیت کرتا ہوں اور یہ خواب (جو تو دیکھ رہا ہے) نیک اور اچھا ہے۔ میری وصیت  
 کو ضائع نہ کرنا۔ تم جان لو کہ جب میں شہید ہو گیا، تو فلاں شخص نے میری زرہ اتار لی ہے  
 اس کا گھر فلاں کو نے میں فلاں جگہ پر واقع ہے۔ اس کے پاس ایسا گھوڑا ہے جو اتنی  
 بڑی رستی کے برابر پھلانگ لگاتا ہے کہ جس سے گھوڑا باندھا جائے، وہ اسے (بہی رستی

کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے کہ جہاں چاہے چرے اور میری زرہ کے اوپر اس نے ایک  
 دیگ رکھی ہے اور اس دیگ پر ایک اور دیگ رکھی ہوئی ہے۔ ایسی ایسی شکل و صوت  
 کا وہ آدمی ہے اور ان علامات والی وہ زرہ ہے۔ یہ سب کچھ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 نے خواب میں اس آدمی کو بتا دیا اور یہ بھی کہا کہ تم خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس  
 جانا اور ان سے کہنا کہ وہ میری زرہ اس شخص سے لے لیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ  
 سے کہنا کہ وہ میری زرہ فروخت کر کے اس کی قیمت سے میرا فلاں قرض ادا کر دیں اور (یقینیہم)  
 غزبانہ۔ مساکین میں تقسیم فرمادیں اور میرے فلاں فلاں غلام کو آزاد کر دیں۔ وہ شخص جب خواب  
 سے بیدار ہوا، تو حضرت خالد بن ولید کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت خالد بن ولید  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتائے ہوئے پتہ اور نشان کے مطابق آدمی بھیج کر وہ زرہ برآمد کر والی۔  
 سب بعینہ وہی دی گئی کچھ تھا جو خواب میں بتا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ واقعہ حضرت صدیق اکبر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا، تو انہوں نے وصیت کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا۔

(مدارج النبوة، تفسیر مظہری جلد یازدہم)

سبحان اللہ تعالیٰ! اندازہ فرمائیے کہ یہ حال تو ان کے غلاموں کا تھا، خود آقا رسول عربی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کیا شان ہوگی؟

بے شک جو لوگ (یا رسول اللہ علیک السلام)

(۳۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يٰنَادُوْنَكَ

آپ کو حجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں

مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ

ان میں اکثر بے عقل (جاہل) ہیں۔

لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ ۴۹

ارباب سیر بیان کرنے ہیں کہ محرم الحرام ۱۰ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے ان قبائل کی طرف جو مسلمان ہو گئے تھے۔ عمال مقرر فرماتے تاکہ وہ ان قبائل سے زکوٰۃ

وصول کریں اور عمال کو نصیحت فرماتی کہ پرہیزگاری اختیار کریں اور کسی سے اعلیٰ مال کا مطالبہ

نہ کریں۔ ان عاملین زکوٰۃ میں حضرت بشیر بن سفيان کعبی بھی تھے جن کو خزاعہ کی شاخ بنی کعب

کی طرف روانہ فرمایا۔ بنو کعب نے مالِ زکوٰۃ ادا کر دیا، مگر خاندان بنو تمیم والوں نے وہ مال چھین لیا اور کہا کہ خدا کی قسم ہم یہاں سے ایک اونٹ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچنے دیں گے۔ بنو کعب نے ان کو بہت سمجھایا، مگر بنو تمیم نہ مانے۔ بشر بن سفیان نے بارگاہِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کر دیا۔ یہ واقعہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی تمیم سے کون انتقام لینے جاتا ہے؟ عیینہ بن حصین فزاری نے عرض کیا: میں ان کے تعاقب میں جاتا ہوں اور خدا کی قسم ان کو بہت جلد بارگاہِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر کر دوں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پچاس مجاہدین کا دستہ روانہ فرمایا۔ چنانچہ یہ حضرات وہاں پہنچے اور گیارہ مردوں اور پندرہ عورتوں اور تیس بچوں کو گرفتار کر لائے۔ بروایت دیگر گیارہ عورتیں مذکور ہیں۔ اس کے بعد بنی تمیم کے کچھ لوگ ان قیدیوں کی رہائی کے مطالبے کے لیے حاضر ہوئے۔ یہ اپنے ساتھ فصیح و بلیغ شاعر اور خطیب افتخار بن حابس کو بھی لائے تھے تاکہ اہل مدینہ کے ساتھ اپنی بڑائی ثابت کریں۔ یہ لوگ دوپہر کے وقت مسجدِ نبوی شریفہ میں پہنچے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے انہوں نے حجراتِ مقدسہ کے آگے شور مچانا شروع کر دیا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) باہر آؤ اور ہمارے قیدی آزاد کرو۔ صحابہ کرام نے لاکھ سمجھایا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازِ ظہر کے لیے تشریف لائیں گے، تب بات کر لینا، مگر وہ حجراتِ مقدسہ کے آگے بھاگے پھرتے اور شور مچاتے تھے۔ ان کی آواز سن کر حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے کچھ دیر بعد نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد صحنِ مسجد میں اقامت فرمائی ساقی بن حابس نے آغازِ گفتگو کیا اور کہا کہ ”جس کی ہم تعریف کریں، وہ باعثِ عزت ہے اور جس کی توہین کریں وہ باعثِ ذلت ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم کو لشکرِ اسلام کی خبر پہنچی تو وہ بستی چھوڑ کر بھاگ گئے جو باقی بچے، وہ گرفتار کر لیے گئے (تفسیر مظہری جلد ۱ ص ۱۱۱)

کہ یہ صفت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ تم بتاؤ کہ چاہتے کیا ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے خطیب و شاعر کو ساتھ لائے ہیں تاکہ تمہارے ساتھ مقابلہ کریں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں شعر گوئی یا مفاخرت کے لیے پیدا نہیں ہوا، اس کے باوجود لاؤ تمہارے پاس کیا لیاقت ہے؟ بنی تمیم کی طرف سے عطار دبن حاجب جو ان کا خطیب اور فصیح ترین شخص تھا، اٹھا اور خطبہ دیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کا ذکر پچھلی آیت میں گزر چکا ہے) کو حکم دیا کہ ان کے خطیب کا جواب دو۔ حضرت ثابت نے فی البدیہہ ایسا بہترین خطبہ دیا کہ بنی تمیم کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پھر ان کا شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور فخریہ اشعار پڑھے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے فی البدیہہ قصیدہ غرآن کے جواب میں پڑھا۔ پھر ان کی طرف سے اقرع بن حابس کھڑا ہوا اور چند فخریہ اشعار پڑھے۔ بارگاہ اقدس کی اجازت سے جواباً حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اشعار پڑھے، وہ پہلے سے بھی زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ اس پر اقرع بن حابس نے کہا: خدا کی قسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عالم الغیب سے تائید و نصرت کی جاتی ہے اور کوئی فضیلت و کرامت نہیں جو ان کو نہ دی گئی ہو۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر شے ہماری ہر شے سے اعلیٰ و برتر ہے۔ پھر وہ مقام انصاف میں آئے اور مطیع و فرمانبردار ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف ان کے قیدیوں کو رہا فرما دیا، بلکہ ان کو لائق انعام و اکرام سے بھی سرفراز فرمایا۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ ان ہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی اور اس کے بعد والی آیت کریمہ میں ان کی مغفرت کا اعلان بھی فرما دیا گیا (مدارج النبوی ج ۲) ان کی مغفرت فرمانے کی وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو یہ کہ اسلام قبول کرنا زمانہ کفر کے تمام گناہوں کی معافی کا سبب ہے اور دوسرے یہ کہ یہ غلطی ان سے قانون

بننے سے قبل واقع ہوئی۔ اس کے بعد گویا قانون بنا دیا گیا کہ آئندہ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد صحابہ کرام (بوقتِ ضرورتِ شدید) اپنے ناخنوں سے دروازہ کھٹکھٹاتے تھے یا پھر باہر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے۔ اگر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے آتے تو ٹھیک، ورنہ واپس آجاتے۔ (مختلف کتب تفسیر و سیرت)

(۳۴) اِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ  
عَظِيمٍ ۝۱۵  
بے شک آپ کا اخلاق بہت بڑی  
عظمت و شان والا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بُعِثْتُ لِأَتَمِّ مَكَامٍ مِّنَ الْأَخْلَاقِ (یعنی میں محاسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں) یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محض صاحبِ خلقِ عظیم ہی نہیں، بلکہ تمام اقسامِ اخلاق مثلاً سخاوت، شجاعت، رحم، عفو، صبر، احسان، صدق، حوصلہ، عفت، عدالت، ادب، اخوت، حیا، مروءت، غیرت، حسنِ معاشرت، وفا، امانت، دیانت، زہد و تقویٰ، استقامت، حلم، حکمت وغیرہ اور دیگر تمام محاسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے تشریف لائے۔ غُلُقِ عَرَبِيٍّ مَعْنَى عَادَتٍ كَمَا جَاءَتْ فِي حَسْبِ كِيٍّ وَجِهَةٍ كِيٍّ كَامٍ خَوْذِ خَوْذٍ كِيٍّ كِيٍّ، فاعل کو تکلف سے کام نہ لینا پڑے۔ اس لحاظ سے آیتِ زیر بحث کا مطلب یہ ہوگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ سے جو بھی افعالِ مبارکہ صادر ہوتی ہیں یعنی سخاوت فرمانا، جان کے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرما دینا، بدلہ لینے کے بجائے عفو و کرم کا مظاہرہ فرمانا، دشمنانِ دین کے ساتھ انتہائی بہادری اور استقامت و شجاعت سے نبرد آزما ہونا، ایفائے عہد اتنا بے مثال کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہاں ٹھہریے، میں ابھی آتا ہوں فرمایا ٹھیک ہے تمہارے آنے تک

ہم یہاں ٹھہریں گے، وہ آدمی گھر کسی کام میں مشغول ہو گیا اور یاد بھول گیا۔ تیسرے دن یاد آیا کہ میں نے تو صادق و امین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا تھا کہ آپ یہاں ٹھہریں، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں، چنانچہ جب وہ تیسرے دن اُس جگہ پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضور نور مجتہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تین دن سے اسی جگہ بیٹھے اُس کا انتظار فرما رہے ہیں (سبحان اللہ تعالیٰ)، اتنا بے مثال ایفائے عہد فرمانا، امانت و دیانت داری، اتنے عظیم کردار والے کہ جان کے دشمن بھی صادق و امین کہیں اور ایسے ہی دیگر تمام صفات مبارکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادتِ کریمہ ہیں۔ آپ علیہ السلام کو ان افعال میں تکلف سے کام نہیں لینا پڑتا۔ اسی بات کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ (بتادو) وَمَا اَنَا مِنَ الْمُنْكَفِيْنَ یعنی میں (اپنے اخلاق میں تکلف سے کام نہیں لیتا۔ آیت زیر بحث میں لفظ عظیم اس طرف اشارہ ہے کہ اخلاقِ مسطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل احاطہ و ادراک طاقتِ انسانی سے ماؤی ہے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے عرض کیا تھا کہ بتائیے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاقِ مبارکہ کیسا تھا؟ تو جواباً اُمّ المؤمنین نے فرمایا کہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلق و تہران تھا۔ ان الفاظ کے اگر ظاہری معنی پر سبھی غور کیا جائے، تو پتہ چلتا ہے کہ آپ غایۃ الصلوٰۃ والسلام قرآن پاک کی ایک مکمل ترین عملی تفسیر تھے۔ مدارج میں ہے کہ ظاہری معنی یہ ہے کہ جو کچھ قرآن کریم میں مکارمِ اخلاق اور صفاتِ محمودہ مذکور ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تمام اوصاف سے متصف ہیں اور حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ کسی مخلوق کا فہم و قیاس حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ حقیقت اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال کی عظمت تک نہیں پہنچ سکتا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بجز خدا کے لم یزل

لہ تفسیر مظہری جلد ۱۲ میں ابو داؤد کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ وعدہ کرنے والے صاحب عبد اللہ بن ابی العسما بنی اللہ تھے۔ انہوں نے ایمان لانے کے بعد یہ واقعہ بیان فرمایا۔ ۱۲

کے کماحقہ، کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔ (مدارج النبوة)

(۳۵) عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا  
يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا  
إِلَّا مَنِ امْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ  
(۴۲)

(اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی) غیب کا جاننے  
والا ہے۔ پس وہ اپنے (علم) غیب پر کسی  
کو مطلع نہیں فرماتا، سوائے اپنے پسندیدہ  
رسولوں کے۔

علم امت مسلمہ کا اس چیز پر مکمل اتفاق ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ جل شانہ کا خاصہ  
ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بتائے بغیر کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ آیہ مذکورہ بالا کے مطابق  
یہ ثابت ہے کہ خالق کائنات جل شانہ اپنے غیب سے انبیاء کرام علیہم السلام کو مطلع  
فرماتا ہے۔ خیال رہے کہ علما تفسیر کے نزدیک غیب وہ ہے جو جو اس فہمہ اور محض عقل  
سے معلوم نہ ہو سکے جیسے کہ جنت، دوزخ، اور آئندہ وقوع پذیر ہونے والے بہت سے  
واقعات جیسے قیامت وغیرہ، سورۃ لقمان کے آخر میں ان کی تفصیل مذکور ہے، مگر  
خالق کائنات جل شانہ ان میں سے جسے چاہے اپنے رسولوں کو عطا فرمانے پر قادر ہے۔

اسی بات کو سورۃ آل عمران کی آیہ مبارکہ ۱۷۹ میں یوں فرمایا گیا،  
”ترجمہ“ اور اللہ تعالیٰ کی نشان دہی کہ تم عام لوگوں کو علوم غیبیہ پر مطلع فرماتے  
ہاں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے علوم غیبیہ عطا  
فرمانے کے لیے، چن لیتا ہے، پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔“  
موجودہ انجیل مقدس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا،  
”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے قاعدہ مند ہے،  
کیونکہ اگر میں نہ جاؤں، تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔“

(یوحنا کی انجیل، باب ۷ - ۸، ۷)

اسی باب ۱۶ کی آیت عکس میں ہے،



”لیکن جب وہ یعنی سچائی کا رُوح آئے گا، تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا  
اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے (کچھ) نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے  
گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔“ (یوحنا کی انجیل)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ مبارکہ میں مذکورہ انجیل مقدس  
کی ان آیات کی تصدیق ایک تو آیہ زیر بحث سے ہوتی ہے کہ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کو علومِ غیبیہ عطا فرمائے گئے اور دوسرے سورۃ النجم کی آیہ مبارکہ ۳۱ سے کہ ”یہ محبوب  
علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے، وہی کچھ فرماتے ہیں جو خدا نے  
لم یزل کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔“ ظاہر ہے کہ جب علومِ غیبیہ جو خدا نے لم یزل  
عطا فرمانے والا ہو تو غلطی کا امکان ہی نہیں رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم نے جو بھی پیش گوئیاں فرمائیں، وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئیں،  
اور سہو رہی ہیں اور یہ چیزیں محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی واضح ترین  
دلیل ہیں۔

## باب دوم

# دلائل النبوة

پروردگار عالم نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بطور دلیل نبوت معجزات سے بھی نوازا۔ معجزہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والی اُس چیز کو کہا جاتا ہے جو انسانی عقل و فہم اور شعور کو عاجز کر دے جس کے مقابلے کی سکت انسانی بس کی بات نہ ہو۔ جس زمانے میں جو بھی نبی تشریف لایا اُسے اُسی زمانے کے ماحول کے مطابق معجزہ بھی عطا فرمایا گیا، مثلاً حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے زمانہ میں جادو کا بہت زور تھا تو خالق کائنات جل شانہ نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو وہ معجزہ عطا فرمایا کہ جس نے جادو گروں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علم طب نہ دروں پر تھا۔ خلاق عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا معجزہ عطا فرمایا کہ اُس وقت کے دانا و عالم (طیب) آپ کے مقابلہ میں عاجز آگئے، کیونکہ کوئی طیب کسی بھی دوائی سے مادر زاد اندھے کو بینا نہیں کر سکتا تھا، کوئی بھی کوڑھی کو صحت مند نہیں بنا سکتا تھا، کوئی طیب اگرچہ وہ طب میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو، مردہ کو زندہ نہیں کر سکتا تھا، جبکہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے حکم خدا یہ سب کچھ کر دکھایا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ لوگوں کے سامنے مٹی سے پرندہ کی شکل بناتے اور پھونک مارتے تو حکم خدا وہ لوگوں کے سامنے جاندار پرندہ بن کر پرواز کر جاتا۔

چونکہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف لانے سے قبل تشریف لانے والے انبیاء علیہم السلام مخصوص اوقات اور مخصوص علاقوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے،

لہٰذا جیسا کہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوتی ہوتی بھیڑوں کے سوا اور

کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی کی انجیل، باب ۱۵، ۲۴) یعنی آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے۔

اس لیے ان کو وہی معجزات عطا فرمائے گئے جو ان اوقات یا علاقوں سے متعلقہ تھے، جبکہ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پوری انسانیت کی طرف مبعوث ہوئے، اس لیے پروردگار عالم جل شانہ نے آپ کو ایسے معجزات سے نوازا کہ جو قیامت تک ہر دور میں بطور دلیل پیش کیے جاسکتے ہیں۔ ان شاندار معجزات میں قیامت تک کے حالات و واقعات کی خبر دینا اور ان اخبار کا بعینہ وقوع پذیر ہونا اور قرآن مجید فرقان حمید عجب شان کے معجزات ہیں۔ ان دونوں معجزات کو ہم جُدا جُدا وضاحت کے ساتھ درج کرتے ہیں تاکہ حق کے متلاشی احباب کی راہنمائی ہو سکے۔ اس جگہ یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ خلاق عالم جل شانہ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سراپا معجزہ بنایا۔ خود ارشاد فرماتا ہے: **قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَبِّكُمْ** کہ تحقیق تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے سراپا برہان تشریف لائے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سرانور کے بال مبارک سے لے کر پائے اقدس کی خاک تک سراپا معجزہ ہیں۔ مگر اس جگہ صرف اخبار غیب اور قرآن پاک کے متعلق ہی بحث کی جا رہی ہے، کیونکہ اگر دیگر معجزات کے متعلق بھی اسی طرح تخریب کرنے کی کوشش کی جائے (جبکہ معجزات خیر الانام علیہ السلام کا کما حقہ بیان کرنا مخلوق سے غیر ممکن ہے) تو مضمون بے حد طویل ہو جائے گا۔ ہاں البتہ اجمالی طور پر بعض معجزات کا ذکر ہو گا۔

## اخبار غیب (علم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **وَاللَّهُ اِنِّي لَا اَعْلَمُ اِلَّا مَا عَلَّمَنِي رَبِّي**۔ یعنی خدائے لم یزل کی قسم، میں اپنے آپ کو کچھ نہیں جانتا مگر وہ (سب کچھ) جس کا میرے رب تعالیٰ نے مجھے علم مرحمت فرمایا (مدارج النبوة جلد اول)۔ پروردگار عالم جل شانہ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کن کن غیب پر مطلع فرمایا، اس کا اندازہ احادیث مبارکہ کے عظیم ذخیرہ سے نقل کردہ چند ایک مندرجہ ذیل روایات مقدسہ سے لگانے

۱۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا، اس کا ذکر فرمایا جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا اور جس کو بھول گیا، وہ بھول گیا اور بیشک میرے ساتھی اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں اور میں مذکورہ واقعات سے جب کوئی شخص بھول جاتا ہوں، پھر وہ ظہور پذیر ہوتی ہے، تو مجھے اسی طرح یاد آجاتی ہے جیسے کہ کسی آدمی کا چہرہ دیکھا تھا، پھر وہ چلا گیا (اور میں اُسے بھول گیا) پھر جب اُس کو کچھوں کو پہچان لوں۔  
(بخاری، مسلم، خصائص کبریٰ جز ثانی، مشکوٰۃ جز ثالث کتاب الفتن)

۲۔ حضرت ابو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو نماز فجر پڑھائی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور نماز ادا فرمائی، پھر خطبہ دیا (نماز عصر ادا فرمانے کے بعد بھی خطبہ جاری رہا) یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا جو واقعہ قبل ازیں گزر چکا تھا اور جو کچھ بھی قیامت تک پیش آنے والا تھا، حضور خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سب کچھ بیان فرما دیا جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے، وہی زیادہ عالم ہے (مسلم شریف، خصائص کبریٰ، اسی طرح عمر بن الخطاب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔) (مشکوٰۃ شریف)

۳۔ حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان پر اڑنے والے برہنہ تک کا ہم سے ذکر فرما دیا۔ (خصائص کبریٰ)

۴۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور ہمیں مخلوقات کے بالکل ابتداء سے تمام حالات و واقعات کی خبر دینا شروع کی اور قیامت تک کے واقعات بتا دیئے، یہاں تک کہ جنتی جنت میں داخل ہو گئے اور دوزخی دوزخ میں۔ جو یاد رکھ سکا

اُس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ شریف جز ثانی)

حضرت مغیبہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسے ہی مروی ہے (خصائص کبریٰ)  
 ۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب تعالیٰ جل شانہ کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔  
 اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ ملائکہ اعلیٰ میں فرشتے کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا  
 کہ تو خوب جانتا ہے۔ پس اُس نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان  
 رکھا۔ میں نے اس کی سردی اپنے سینے میں محسوس کی، پس میں نے جان لی، ہر وہ چیز جو زمین  
 آسمان میں تھی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی (ترجمہ) اور  
 اسی طرح دکھلا یا ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی بادشاہت تاکہ وہ یقین والوں  
 سے ہو جائے۔ (مشکوٰۃ جز اول، تقریباً اسی کی مثل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 سے مروی ہے (مذکورہ))

۶۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ میرے واسطے دنیا ظاہر کی گئی اور میں نے دنیا کو اور قیامت تک ہونے والے واقعات  
 کو اس طرح دیکھ لیا کہ جس طرح میں اپنے ہاتھ کی پتھیلی کو دیکھتا ہوں (خصائص کبریٰ جز ثانی)  
 ۷۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ  
 میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا بھولنے کا اظہار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایسے فتنے کے قائد کے تالعداروں کی تعداد تین سو  
 یا زیادہ ہوگی، اُس کا نام، اُس کے باپ کا نام اور اُس کے قبیلے کا نام بھی ہمیں بتا دیا (سنن ابی داؤد)  
 مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے علمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بخوبی اندازہ لگایا  
 جاسکتا ہے۔ خیال رہے کہ اس موضوع پر بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں، مگر ہم نے صرف  
 ضرورت کے مطابق یہاں چند ایک نقل کی ہیں۔ اب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے بہت سے ارشاداتِ عالیہ پیشین گوئیاں، جو کہ پورے ہوسے اور پورے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ان میں سے چند ایک نقل کیے جاتے ہیں تاکہ طالبِ حق کے لیے نشانِ راہ بنیں۔

۱۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ”میرے بعد، خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر بادشاہت میں تبدیل ہو جائے گی۔“

(احمد، ترمذی، ابی داؤد، مشکوٰۃ)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو طلب فرمایا اور ان کے ساتھ میدانِ بدر میں پہنچے (اور زمین پر نشان لگا کر فرماتے تھے) یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے اور پھر اپنے دستِ مقدس کو زمین پر (مختلف جگہوں پر) رکھتے تھے اور فرماتے تھے (فلاں کافر) اس جگہ (گر کر مرے گا اور) فلاں (اس جگہ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے ذرہ بھر بھی تجاوز نہ کیا (وہیں گر کر مرا) کہ جہاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا (یہ صحیح مسلم، مشکوٰۃ)

۳۔ حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”عنقریب تم مصر کو فتح کرو گے۔ مصر ایک زمین ہے کہ جس میں قیراط کا چہر چاہے۔ جب تم اس کو فتح کر لو، تو اس کے رہنے والوں پر احسان کرنا، کیونکہ ان کے لیے ذمہ ہے اور قرابت ہے یا فرمایا کہ ذمہ اور سسرال ہے، پھر جب تم وہاں ایک اینٹ کی جگہ پر دو آدمیوں کو لڑتے ہوتے دیکھو تو تم مصر سے نکل جانا۔“ حضرت ابو ذر نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عبدالرحمن بن شریح بن حسنہ اور اُس کا بھائی ربیعہ ایک اینٹ کی جگہ کے لیے جھگڑ رہے تھے، تو میں مصر سے نکل گیا۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ، شریف)

مصر، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں فتح ہوا۔ ابن خلدون میں ہے کہ اسلامی فوجیں ۲۱ھ، ۲۳ھ، ۲۵ھ (اختلاف کے ساتھ) عمر ابن العاص کی زیر قیادت مصر کی طرف روانہ ہوئیں۔ ابن اثیر نے ۱۶ھ کو تخریج دی ہے۔ پھر وہ سب

واقعہ پیش آیا جس کا حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تذکرہ کر رہے ہیں جسے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پیش آنے سے بہت عرصہ پہلے ہی بیان فرمادیا تھا۔  
۴۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک پہاڑ پر تشریف فرما تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) بھی موجود تھے اتنے میں پہاڑ نے حرکت کی، تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ٹھہر جا! حرکت نہ کر۔ تجھ پر نبی ہے، صدیق ہے اور شہید موجود ہیں۔ (خصائص کبریٰ)

ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مذکورہ صحابہ کرام بترتیب شہادت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے اور اس بات کی خبر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت پہلے ہی دے دی تھی۔ اس حدیث پاک کے علاوہ بھی خصائص کبریٰ میں بہت سی اہمادیت مبارکہ منقول ہیں کہ بن میں خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ صحابہ اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام کی شہادت وغیرہ کی باتیں تفصیل سے بیان فرمائیں بلکہ اپنے نواسے حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا تذکرہ فرماتے ہوئے یہاں تک نشانی بیان فرمادی کہ

(۵) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تھوڑی سی مٹی عطا فرمائی اور فرمایا کہ اس مٹی کو سنبھال کر رکھ لو، جس دن یہ خون بن جائے سمجھ لینا کہ میرا نواسہ شہید کر دیا گیا ہے، چنانچہ ۶ھ دس محرم الحرام کو وہ مٹی خون بن گئی۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم)

۶۔ اسی طرح سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فتوحاتِ اسلامیہ کی خبر دی اور فرمادیا کہ فلاں فلاں شہر اور علاقہ فتح ہوگا اور فلاں فلاں واقعات پیش آئیں گے حتیٰ کہ حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منیٰ طیب ہو کر فرمایا کہ اے سراقہ! وہ کیسا وقت ہوگا

کہ جب تمہارے ہاتھوں میں کسری کے سونے کے کنگن ہوں گے۔ تو جب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایران فتح ہوا اور مالِ غنیمت کے ساتھ کسری کے کنگن بھی وہاںِ خلافت میں پہنچے، تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ دونوں کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں پہنادیتے اور کہا کہ "حمد ہے اُس خدا تعالیٰ کی کہ جس نے کسری کے ہاتھوں سے کنگن چھین کر سراقہ کے ہاتھوں میں پہنادیتے۔" (ایسے ہی) :

۷۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمادیا: میرے بعد خلافت تیس برس ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی۔ چنانچہ خلافت تیس برس رہی پھر حضرت امیر معاویہ کی حکومت شروع ہوگئی۔

۸۔ یوں ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا لعابِ دہن چٹاتے ہوئے ان کی والدہ سے فرمایا کہ یہ "ابوالخلفاء" ہیں، یعنی کئی حاکموں کے باپ ہیں، چنانچہ خاندانِ عباسی کی بہت عرصہ تک حکومت رہی۔ (خصائص کبریٰ)

۹۔ یوں ہی ایک بار حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم آخر عمر میں نابینا ہو جاؤ گے، چنانچہ آخری عمر میں ان کی بصارت جاتی رہی۔ (مدارج النبوة)

۱۰۔ اسی طرح بغداد کے آباد ہونے کی خبر دی کہ "دجلہ اور جیل کے درمیان ایک شہر آباد ہوگا۔" پھر اس شہر کی کیفیات بھی بیان فرمائیں۔ (مدارج النبوة)

۱۱۔ یوں ہی واقعہ حرہ یعنی مدینہ طیبہ پر یزید پلید کے حملہ کی خبر دی، چنانچہ یہ واقعہ ۶۲ھ میں پیش آیا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حملہ کے ایام کے دوران مسجدِ نبوی شریفہ میں رہا۔ مسجدِ نبوی میں ان دنوں کوئی نمازی یا متوزن نہ آتا تھا۔ سخت افراتفری اور مصیبت کے ایام تھے، مگر میں ہر نماز کے وقت روضۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اذان کی آواز سنا کر نہاتا تھا اور اُمّی کے مطابق نماز ادا کرتا تھا۔ (تاریخ مدینہ)

۱۲۔ اسی طرح حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ یہ آگ سے جل کر مریں گے، چنانچہ آخری عمر میں ان کو ٹونڈیہ ہو گیا، ان کی چار پائی کے قریب آگ رکھ دی گئی



تاکہ ان کو گرمی پہنچے اور بیاسی آگ میں گر کر فوت ہو گئے۔ (خصائص کبریٰ)

۳۔ اسی طرح ہجرت کے آٹھویں سال سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک رات وضو فرما رہے تھے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سنا کہ دورانِ وضو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَبَيْكَ لَبَيْكَ لَبَيْكَ (تین بار) پھر فرمایا: نَصْرْتُ نَصْرْتُ نَصْرْتُ یعنی میں مدد کرتا ہوں، میں مدد کرتا ہوں، میں مدد کرتا ہوں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ کس سے گفتگو فرما رہے تھے، یہاں تو کوئی بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں خاندانِ بنو بکر نے قریش کی مدد سے خاندانِ بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا ہے اور خاندانِ بنو خزاعہ والے مجھے مدد کے لیے پکار رہے ہیں کہ ہم پر شبِ خون مارا گیا ہے ہماری مدد فرمائیے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ میں آیا اور وہ واقعہ عرض کیا جو سرکارِ درِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی بیان فرما چکے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مدد کا وعدہ فرمایا ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ابی سفیان صلح کرنے اور تجدیدِ عہد کرنے آیا ہے مگر بے نیل و مرام مکہ لوٹ گیا ہے اور ساتھ ہی صحابہ کرام کو فتح مکہ کی خوشخبری سنا دی۔ چند ہی روز بعد بمطابق خبرِ نبوی، ابی سفیان مدینہ میں صلح اور تجدیدِ عہد کے لیے آیا، مگر خائب و خاسر واپس لوٹا اور حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی خبر کے عین مطابق مکہ فتح ہو گیا (مدارج النبوة)

۱۴۔ اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی کہ تم آخر زندگی میں نابینا ہو جاؤ گے، چنانچہ وہ آخر عمر میں بصارت سے محروم ہو گئے۔ پھر بینا ہوئے اور وفات پائی۔ (خصائص کبریٰ)

اسی طرح سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بصرہ کو آباد کرنے کی خبر دی اور فرمایا

کہ تم لوگ بہت سے شہر آباد کرو گے، ان میں سے ایک شہر بصرہ ہوگا جس میں خسف اور  
سخ ہوگا (عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یہ تمام اخبار و واقعات پوری شرح و بسط کے ساتھ کتب تواریخ، سیر و احادیث  
میں مذکور ہیں۔ ہم نے ان کو انتہائی اختصار کے ساتھ یہاں نقل کیا ہے، کیونکہ شرح و بسط کی  
صورت میں کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جاتی، پھر ان کے سوا اور بھی بہت سے واقعات  
ہیں کہ جن کو اختصاراً بھی درج نہیں کیا جاسکا اور وہ مذکورہ کتب میں جا بجا پائے جاتے  
ہیں۔ دراصل ثابت کرنا تو صرف مقصود تھا کہ رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے  
قیامت تک کے واقعات بیان فرمائے اور جو کچھ بیان فرمایا بالکل برحق بیان فرمایا اس میں شبہ کا شائبہ تک  
بھی نہیں۔ اس لیے کہ ”وہ اپنی مرضی سے نہیں فرماتے، وہی کچھ فرماتے ہیں جو ان کی  
وحی کی جاتی ہے۔“ (القرآن)

مذکورہ بالا اخبار و واقعات تو عام حالات کے مطابق تھے جو کہ بیان فرمائے گئے  
اور پورے ہوئے۔ اب اس جگہ ہم حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ارشاد فرمودہ  
قیامت کی کچھ نشانیاں بھی اختصاراً نقل کرتے ہیں، جن میں کچھ تو پوری ہو گئیں اور کچھ پوری  
ہو رہی ہیں۔

## عَلَامَاتُ الْقِيَامَةِ

### حجاز کی آگ

حضرت سعید ابن المسیب، حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی، یہاں تک کہ سر زمین  
حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو بصرہ (شام کے ایک شہر) کے اونٹوں کی گردنیں روشن کر دے گی۔  
(صحیح بخاری، صحیح مسلم کتاب الفتن)

یہ پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ۶۵۲ھ جمادی الاولیٰ کی آخری تاریخ کو مدینہ طیبہ میں کئی بار زلزلہ آیا، چونکہ یہ خفیف تھا، اس لیے کسی کو محسوس ہوا اور کسی کو محسوس نہ ہوا۔ پھر منگل کے دن سخت زلزلہ آیا جسے سب نے محسوس کیا۔ پھر ۳ جمادی الآخر بدھ کی رات کے آخری حصہ میں اتنا شدید زلزلہ آیا کہ اس کی ہیبت سے لوگ کانپ گئے۔ زلزلوں کا یہ سلسلہ جمعہ کے دن تک جاری رہا۔ زلزلہ کی آواز بجلی کی کڑک گرج سے زیادہ تھی۔ زمین اور دیواروں پر لرزہ طاری تھا، صرف ایک دن میں اٹھارہ بار زلزلہ آیا۔ جمعہ کے دن دوپہر سے قبل زلزلوں کا سلسلہ بند ہو گیا۔ دوپہر کے وقت مدینہ طیبہ کے مشرق کی جانب کچھ فاصلہ پر (بنی قریظہ کے صرہ کے قریب) آگ نمودار ہوئی۔ اس کے ظاہر ہونے کی جگہ سے آسمان پر دھواں پھیل گیا جو اس کثرت سے تھا کہ اس نے تمام آفاق کو گھیر لیا۔ جب تاریکی چھا گئی اور رات آگئی تو اس کے شعلے بہت تیز ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ آگ بت بڑا قلعہ بند شہر ہے جس میں بڑے بڑے برج اور مینارے دکھائی دیتے تھے اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ آدمیوں کی ایک بہت بڑی جماعت بنے ہوئے کھینچے لارہی ہے۔ اس آگ کو دیکھ کر اہل مدینہ سخت خوفزدہ ہو گئے، چنانچہ قاضی سنان حسینی کہتے ہیں: میں امیر مدینہ عزیز الدین کے پاس گیا اور کہا کہ ہم کو عذاب نے گھیر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیجئے۔ یہ سن کر اس نے اپنے تمام غلام آزاد کر دیئے، اور لوگوں کے اموال ان کو واپس کر دیئے۔ پھر وہ اپنے قلعہ سے نکل کر حرم نبوی میں آیا، اس نے اور تمام اہل مدینہ نے سچی کہ عورتوں اور بچوں نے بھی وہ رات حرم شریف میں گزار دی۔ لوگ گریہ و زاری کرتے ہوئے روضہ اقدس کے گرد گھڑے اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہے تھے اور نبی الرحمۃ سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ علامہ قسطلانی جنہوں نے اس آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی۔ فرماتے ہیں کہ یہ آگ بڑھتی ہوئی تھی اور وادی تملات کے

متصل پہنچی، دادی شظیات سے گزر کر یہ آگ حرم نبوی کے مقابل آکر ٹھہر گئی۔ اس آگ کی آواز (رعد) بجلی کی گرج کی مانند تھی اور دریا کی طرح موجیں مارتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس سے سُرخ اور نیلی نہریں رواں دواں ہیں۔ اس آگ کی شدت حرارت اس قدر تھی کہ دو تیر کے فاصلے تک اس کی حرارت کے شعلے اور ہیبت پہنچتی تھی۔ ان تمام باتوں کے باوجود مدینہ طیبہ میں خنک اور ٹھنڈی ہوائیں چلی رہی تھیں اور آگ کی ہلکی سی پیشش بھی محسوس نہ ہوتی تھی، حالانکہ اس آگ کی روشنی حرم نبوی اور جملہ مکانات مدینہ کو مثل آفتاب کے روشن کیے ہوئے تھی۔ یہاں تک کہ لوگ رات کو اس کی روشنی میں کام کرتے تھے۔ ان دنوں آفتاب و مہتاب کو گہن لگ گیا تھا اور یہ آگ جس بھی پتھر یا درخت کے قریب پہنچی، جلا کر بھسم کر دیتی، پتھر رانگ کی طرح پگھلتے ہوئے نظر آتے آگ کے پگھلے ہوئے پتھروں اور راہ کی ایک بہت بڑی دیوار بن گئی جو بہت عرصہ تک انسانوں اور جانوروں کے لیے سدا رہ بن گئی دھس کے نشانات اب تک لُچھ نہ کچھ مل سکتے ہیں۔

اہل مدینہ اس جگہ کو جس کہتے ہیں) انتہائی تعجب کی بات ہے اور حضور سید عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ کہ جب یہ آگ حرم نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے متصل پہنچی تو وہاں ایک بہت بڑا پتھر پڑا تھا جس کا نصف حصہ تو حرم شریف میں داخل تھا اور نصف حصہ سر زمین حرم سے باہر تھا، آگ اُس پتھر کو بھی آگلی اور تیزی سے اسے پگھلانا شروع کر دیا، لیکن جب حرم سے باہر کا حصہ جل گیا اور آگ داخل حصہ تک پہنچی تو وہاں پہنچتے ہی بیک لخت جُھگ گئی (سُبْحَانَ اللَّهِ تَعَالَى - وَإِنَّ اللَّهَ عَلَيَّ كَلِّ شَيْئٍ تَدِيرٍ)۔

مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مقدس کے مطابق شہر بصرہ تک لے یہ لمبائی کی ایک مقدار ہے، یعنی ایک آدمی کمان میں تیر رکھ کر پوری قوت سے چلائے، جہاں جا کر گرے، وہاں سے پھر آگے چلائے، یہ دو تیر کا فاصلہ ہوا۔ ۱۲ منہ

اس آگ کی روشنی پہنچی (البتہ دُوری کی وجہ سے اتنی بلند تھی کہ کھڑے) اونٹوں کی گردنیں اُس سے روشن ہو گئیں۔ یہ آگ باؤن دن روشن رہی۔

(وفاء الوفا - جذب القلوب الی ديار المحبوب - تاریخ مدینہ - شرح صحیح مسلم از امام نووی)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

**حادثہ بغداد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کے لوگ

ایک پست زمین میں کہ جسے بصرہ کہا جائے گا، ایک دریا کے نزدیک اتریں گے جس کو دجلہ کہتے ہیں۔ اس دریا پر پل ہوگا بصرہ کے باشندے بجزرت ہو جائیں گے، تو وہ مسلمانوں کا ایک

بڑا شہر بن جائے گا۔ جب آخر زمانہ آئے گا، تو قنطورا کے بیٹے آئیں گے (یعنی تاتاری)، جن کے

چہرے فراخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اس دریا (دجلہ) کے کنارے

پرا تریں گے۔ اس وقت بصرہ (بغداد) کے باشندے تین گروہوں میں بٹ جائیں گے۔

جن میں ایک گروہ بیلوں کی دُموں (یعنی بیلوں پر سوار ہو کر) بیابانوں میں پناہ لے گا اور

ہلاک ہو جائے گا۔ ایک گروہ اُن سے امان طلب کرے گا، وہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔

ایک گروہ اپنی اولاد کو پس پشت ڈال کر اُن سے لڑائی کرے گا، وہ مرتزبہ شہادت پر فائز ہوگا۔“

(رواہ ابی داؤد، مشکوٰۃ باب الملاحم)

یہ پیشین گوئی ماہِ محرم ۶۵۶ھ میں پوری ہوئی۔ جب چنگیز خان تاتاری کے پرنے

ہلا کرنے بغداد کو تہ تیغ کیا۔ یہاں ہم تفصیل تو درج کرنے سے معذور ہیں۔ اگر آپ کو

تفصیل درکار ہو تو کتبِ تواریخ خصوصاً طبقات الشافیتہ الکبریٰ جُز خامس کا مطالعہ

فرمائیں۔ البتہ اس پیشین گوئی کی وضاحت کے لیے ہم اختصاراً یہاں نقل کرتے ہیں:-

آخری خلیفہ عباسی معتصم باللہ کا وزیر محمد بن العلقمی رافضی تھا۔ یہ شہزادہ ابو بکر اور امیر کن الدین

لہ بصرہ یہ بغداد کا ایک نواحی گاؤں جو بغداد بننے کے بعد اس میں ہی شامل ہو گیا راشعۃ اللعاشریہ مطبوعہ

لہ قنطورا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لونڈی تھی، اس کی نسل سے تاتاری (ترک) پیدا ہوئے۔ ۱۲

دویدار کا سخت دشمن تھا، کیونکہ یہ دونوں اہل سنت تھے اور انہوں نے کمرخ نامی گائے کے رافضیوں کو اس بنا پر سزا دی تھی کہ انہوں نے اہل سنت کو لوٹ لیا تھا، چونکہ یہ لفظ ہر تو ان کے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا، اس لیے پوشیدہ طور پر ہلاکو کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ دربار ہلاکو میں حکیم نصر الدین طوسی ابن علقمی کا ہم مسلک تھا، اُس نے بھی ہلاکو کو ترغیب دی، چنانچہ ماہِ محرم ۶۵۶ھ میں ہلاکو نے اپنے لاؤشکر کے ساتھ بغداد پر حملہ کر دیا۔ اہل بغداد نے مقابلہ تو کیا، مگر اکثر تہ تیغ ہو گئے، کچھ جنگلوں کی طرف بھاگ گئے اور وہاں ہلاک ہو گئے کچھ دریائے دجلہ کے پانی میں ڈوب گئے اور بغداد تاتاریوں کے گھیرے میں آ گیا۔ اس وقت ابن علقمی نے خلیفہ کو صلح و امان کا مشورہ دیا اور کہا کہ اس مقصد کے لیے میں خود ہلاکو کے پاس جاتا ہوں، چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر خلیفہ معتمد سے کہنے لگا کہ جناب ہلاکو کی یہ دلی خواہش ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے امیر ابو بکر سے کر دے اور آپ کو منصبِ خلافت پر مامور رکھتے، مگر وہ صرف عیب چاہتا ہے کہ آپ اس کی اطاعت قبول کر لیں اور خود جا کر اُس سے امان طلب کریں، لہذا آپ فوراً ایسے کر لیں تاکہ مسلمان خون ریزی سے بچ جائیں۔ خلیفہ مان گیا اور امرائے سلطنت کے ساتھ خود طلبِ امان کے لیے ہلاکو کے پاس پہنچا۔ خلیفہ کو ایک خیمے میں اتار لیا گیا۔ پھر ابن علقمی دوبارہ شہر پہنچا اور تمام بڑے بڑے علماء و فقہاء سے کہا کہ امیر المومنین بلائے ہیں تاکہ سب شہزادہ صاحبِ عقیدہ میں شامل ہوں۔ اس طرح وہ ان علماء کو گروہ درگروہ بھیجتا رہا اور پروگرام کے مطابق تاتاری اُن کو قتل کرتے رہے۔ جب ان سب کا کام تمام ہو گیا تو امرار اور وزراء سلطنت کی باری آ گئی، وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔ پھر خلیفہ کی سب اولاد بھی قتل کر دی گئی۔ پھر خلیفہ کو دوبارہ میں طلب کیا گیا۔ ہلاکو نے معتمد باللہ سے چند ایک باتیں دریافت کیں۔ پھر حکیم نصر الدین کے مشورہ کے مطابق خلیفہ معتمد باللہ کو ایک بوری میں بند کر کے منھوڑے اور لاتیں مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۸ محرم الحرام ۶۵۶ھ کو پیش آیا۔ پھر شہر پر اجتماعی حملہ کر دیا

گیا۔ شہر میں قتال و جدال کے ساتھ ساتھ خوب خوب عصمت دری بھی کی گئی۔ خود خلیفہ کے حرم کو بھی لوٹ لیا گیا اور آبروریزی کی گئی۔ غارت گری کا یہ بازار ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔ اور مورخین کے مطابق کم و بیش اٹھارہ لاکھ انسانوں کو قتل کر دیا گیا۔ خلیفہ معتصم باللہ کے ساتھ ہی خاندان بنو عباسی کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔  
 ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

(جو ظاہر ہو چکی ہیں اور زیادہ ہو رہی ہیں )  
**دیگر علاماتِ قیامت** مخبر سادق نبی برحق خواجہ کونین سرور کائنات

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمائیں ان میں سے کچھ یہ ہیں،  
 ”علم اٹھا لیا جائے گا۔ جہالت زیادہ ہوگی۔ زنا بہت ہوگا۔ شراب نوشی کثرت سے ہوگی۔ آدمی کم اور عورتیں زیادہ ہوں گی“ (بخاری و مسلم، ذیل لوگوں کی کثرت ہوگی۔ اجرت لینے والے منبروں پر بیٹھیں گے۔ قرآن شریف سازوں سے پڑھا جائے گا۔ مسجدوں میں نقش و نگار ہوں گے، اور اونچے اونچے منبر بنائے جائیں گے۔ زکوٰۃ کو تاوان اور امانت کو عنینت سمجھا جائے گا۔ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا۔ اپنے باپ کو دور اور دوست کو قریب کرے گا۔ امت کے بعد والے پہلوں کو برا بھلا کہیں گے۔ فاسق آدمی قبیلہ کا سردار ہوگا۔ رئیس قوم ذلیل بن جائے گا۔ انسان کی عت اس کی شرارت سے بچنے کے لیے بے رحمت ہوگی۔) (خصائص کبریٰ)

”برزات سے سونا برآمد ہوگا اور رباں خوں ریز جنگ ہوگی۔“ (بخاری و مسلم)  
 ”زمانہ قریب ہو جائے گا، یہاں تک کہ سال مہینہ کی مانند، مہینہ جمعہ کی مانند، اور جمعہ ایک دن کی مانند اور دن ساعت کی مانند اور ساعت اٹھنے والے شعلے کی مانند ہوگی۔۔۔۔۔ دین کے سوا دوسرے علوم حاصل کیے جائیں گے۔ گانے بجانے والیوں کی کثرت ہوگی۔ باجے ظاہر ہوں گے۔ سُرخ ہوائیں چلیں گی، زلزلے آئیں گے اور

لوگ زندہ دفن ہوں گے۔ مساجد میں بلند آواز سے باتیں کی جائیں گی۔ ریشم پہنا جائے گا۔ (ترندہ)  
 ”عابد جاہل اور قاری فاسق ہوں گے۔ چاند اتنا بڑا نظر آئے گا کہ گویا کل کا ہے۔ امانتدار  
 کم ہو جائیں گے، تجارت بڑھ جائے گی۔ کاتبوں کی کثرت اور علماء کی قلت ہوگی۔ جھوٹی گواہی  
 عام ہوگی۔ علم دین، دنیا کی خاطر سیکھا جائے گا۔ اولادِ زنا کی کثرت ہوگی۔ اونچے مکانات بنانے  
 پر فخر کیا جائے گا۔ قریبی لڑکی سے اُس کی غربت کی وجہ سے شادی نہ کی جائے گی، جبکہ غیر سے  
 صرف مال کی خاطر شادی کی جائے گی۔ محض حصولِ دولت کی خاطر لوگوں کی منافقانہ تعریف  
 کی جائے گی۔ خطیب منبروں پر جھوٹ بولیں گے۔ آلاتِ لہو کو حلال خیال کیا جائے گا۔  
 مردِ عمائے (پگڑیاں) چھوڑ کر تاج (خوبصورت ٹوپیاں) پہنیں گے۔ قرآن کو تجارت بنا لیا  
 جائے گا۔ باجے بجانا جو اکیلنا عام ہو جائے گا۔“ (مختلف کتب)

ان نشانیوں کے بعد بڑی بڑی نشانیوں کا ظہور ہوگا۔

مثلاً جب یہ نشانیاں مکمل ہو چکیں گی، تو ایک شخص یزید بن ابی سفیان اموی کی  
 اولاد سے سفیان نام سے جانبِ دمشق سے ظاہر ہوگا، وہ اہل بیتِ عظام کو بڑی طرح  
 قتل کرے گا۔ شام و مصر کے اطراف میں اس کا حکم جاری ہوگا۔

۱۹۸۵ء میں تاریخ کے دو عظیم ترین حادثات وقوع پذیر ہوتے پہلے میکسیکو سٹی میں دنیا کا طاقتور  
 ترین زلزلہ آیا۔ غیر سرکاری اطلاع کے مطابق بیس ہزار سے زائد لوگ عمارتوں کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے۔  
 دو مہرہ حادثہ نومبر ۱۹۸۵ء میں کولمبیا کے شہر آرمیرو کے قریب کئی کئی گھنٹوں سے پیش آیا جس کے گرم  
 لادے اور آسمان سے برسنے والی راکھ اور آگ سے کم دہش ۳۵ ہزار افراد زندہ جل گئے اور پچاس ہزار  
 سے زائد افراد زخمی ہو گئے۔ آرمیرو شہر راکھ میں دب کر گویا صفحہ ہستی سے مٹ گیا (معاذ اللہ) روزنامہ جنگ لاہور ۱۵ نومبر ۱۹۸۵ء  
 ۱۹ مغربی ممالک میں یہ وبا بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ وہاں بن بیابھی ماؤں کی اولاد کی پرورش  
 کے لیے مستقل ادارے قائم کئے گئے ہیں، جہاں بے شمار ایسے نچے پرورش پارہے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے  
 کہ ہر پیدائش ہونے والے دس بچوں میں کم از کم دو نچے ایسے ضرور ہوتے ہیں۔



اسی اثنار میں شاہِ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے سے صلح ہوگی۔ لڑنے والا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر لے گا۔ شاہِ روم شام میں آجائے گا اور دوسرے فرقہ کی مدد سے خونریز لڑائی کے بعد فتح پالے گا۔ اس کے بعد ایک شخص کہے گا کہ یہ فتح صلیب کی مدد سے ہوئی۔ اسی بات پر عیسائی لشکر اور مسلمانوں میں لڑائی ہو جائے گی۔ بادشاہِ اسلام شہید ہو جائے گا اور اہلِ ایمان مدینہ منورہ آجائیں گے۔ عیسائی سلطنت تیسرے تک پھیل جائے گی۔ اس وقت اہلِ اسلام امام مہدی کے متلاشی ہوں گے تب حضرت امام کا ظہور ہوگا۔ آپ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے پاس تشریف فرما ہوں گے۔ وہاں مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان آپ سے بیعت کی جائے گی۔ آپ کا اسم گرامی محمد بن عبد اللہ ہوگا اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔ اہلِ اسلام کی مدد کے لیے ایک شخص حراث نام و آراء النہر سے ایک لشکر بھیجے گا۔ دوسری طرف ظالم سفیانی جس کا اوپر ذکر ہوا۔ حضرت امام کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجے گا، مگر وہ لشکر شکست کھائے گا پھر وہ خود لشکر لے کر آئے گا، مگر زمین میں دھنس جائے گا یہ خبر دُور دُور تک پہنچے گی۔ اہلِ اسلام کثرت سے حضرت امام کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ پھر ان کا مقابلہ حلب یا دمشق کے نواح میں عیسائیوں سے ہوگا۔ تین شدید ترین مقابلوں اور خوفناک حملوں کے بعد لشکرِ اسلام فتح پا جائے گا۔ اس کے بعد ایک اور سخت لڑائی قسطنطنیہ بھی فتح ہو جائے گا۔ ابھی اہلِ اسلام لڑائی سے فارغ ہوتے ہی ہوں گے کہ شیطان آواز دے گا کہ "وَجَالَ تَمْرًا" سے اہلِ دنیا میں آگیا ہے۔ "یہ سنتے ہی مسلمان اس طرف متوجہ ہوں گے اور دس سو اوروں کو بھیجیں گے تاکہ تحقیق کریں۔ حضورِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں ان سو اوروں کے نام، ان کے باپوں کے نام، ان کے قبیلوں کے نام حتیٰ کہ جن گھوڑوں پر یہ سو اوروں گے، ان کے رنگ بھی جانتا ہوں۔" (مسلم، مشکوٰۃ، وہ اس وقت روتے زمین پر بہترین سو اوروں گے، یہ افواہ غلط ثابت ہوگی۔

لشکرِ اسلام قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے گا، تو جنگِ عظیم کے ساتویں سال شام و  
 عراق کے درمیان ایک جگہ سے دجال ظاہر ہوگا۔ اس کے ظہور سے قبل دو سال قحط رہے  
 گا۔ تیسرے سال دورانِ قحط ہی اس کا ظہور ہوگا۔ دجال کی ایک آنکھ اور ابرو بالکل نہ  
 ہوگی، بلکہ جگہ ہموار ہوگی، وہ ایک بڑے گدھے پر سوار ہوگا، اس کی پیشانی پر کافرانہ  
 لکھا ہوا ہوگا جسے ہر صاحبِ ایمان خواہ پڑھا ہو اور ان پڑھ بہر حال پڑھ لے گا۔  
 وہ رُوتے زمین پر گھومے گا اور لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دے گا۔ اس کے ساتھ  
 ایک باغ ہوگا جسے وہ جنت کہے گا اور ایک آگ ہوگی جسے وہ جہنم کہے گا، حالانکہ معاملہ  
 برعکس ہوگا۔ وہ اپنے ماننے والوں کو اُس باغ میں اور نہ ماننے والوں کو آگ میں ڈالے گا۔  
 وہ لوگوں کو عجیب و غریب شعبدے دکھائے گا جو محض باطل ہوں گے۔ بہت سے لوگ  
 اُس کے فریب میں پھنس جائیں گے۔ لوگ دیکھیں گے کہ گویا اُس کے کہنے سے بارش ہو رہی  
 ہے۔ زمین سے پیداوار ہو رہی ہے۔ مُردے زندہ ہو رہے ہیں وغیرہ وغیرہ،  
 حالانکہ یہ سب شیطانی اثرات سے ہو رہا ہوگا۔ اسی اثناء میں اُس کے پیروکار ایک مومن  
 کو پکڑ لکرائیں گے، وہ اُسے دیکھتے ہی پکار اُٹھے گا کہ لوگو! یہ دجال ہے جس کا ہمارے نبی  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے فرمایا ہے۔ یہ سن کر دجال کہے گا کہ اس کا سر پھوڑ دو۔  
 چنانچہ ایسے ہی کیا جائے گا۔ پھر دجال کہے گا کہ مجھ پر ایمان لاؤ، مگر وہ مومن صاف  
 انکار کر دے گا۔ پھر دجال کے حکم سے اس مومن کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے، دجال  
 ان ٹکڑوں کے درمیان سے چلے گا اور حکم دے گا کہ زندہ ہو جا، وہ مومن زندہ ہو جائے گا۔  
 دجال اُسے پھر اپنی عبادت کی دعوت دے گا۔ مومن کہے گا کہ اب تو مجھے کامل یقین  
 ہو گیا کہ تو ہی جھوٹا اور دجال ہے اور پھر وہ مومن لوگوں کو کہے گا کہ بے پرواہ ہو جاؤ کہ  
 اب یہ کسی کو قتل نہ کر سکے گا۔ دجال اُسے قتل کرنا چاہے گا، مگر نہ کر سکے گا۔ پھر وہ اُسے  
 آگ میں ڈال دے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ شخص عند اللہ بہت بڑا

شہید ہوگا۔ پھر دجال شام سے اصفہان کی جانب آئے گا اور ستر سزار یہودی وہاں  
اُس کے پیروکار بن جائیں گے۔ پھر وہاں سے مکہ مکرمہ کی طرف آئے گا، مگر مکہ مکرمہ  
میں فرشتوں کی محافظت کے سبب داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر مدینہ طیبہ کی طرف قصد  
کرے گا، مگر وہاں بھی فرشتوں کی محافظت کی وجہ سے ثابت و خاسر لوٹے گا، البتہ  
کچھ لوگ ان شہروں سے باہر آکر اس کے دام میں پھنس جائیں گے۔ دجال یہاں سے  
دایس شام کا ارادہ کرے گا۔ اس کے دمشق پہنچنے سے قبل امام مہدی وہاں پہنچ کر اس سے  
مقابلہ کی تیاری فرما چکے ہوں گے۔ اسی دوران اچانک اللہ تعالیٰ نماز کے وقت حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ  
رکھے نہایت نورانی شکل میں دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ پر نزول فرمائیں گے اور حضرت  
امام مہدی کی اقتدار میں نماز ادا فرمائیں گے۔ پھر لشکر اسلام کا لشکرِ وبال سے مقابلہ ہوگا  
بڑا گھمسان کا معرکہ ہوگا۔ اس وقت عیسیٰ میں یہ خاصیت ہوگی کہ جس بھی کافر تک آپ کا سانس  
پہنچے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور دجال آپ کے سانس سے پگھلے گا۔ یہ صورت حال دیکھ کر  
دجال بھاگ جائے گا، مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب فرمائیں گے اور بیت المقدس  
کے قریب مقام "لد" کے دروازے کے قریب نیزہ مار کر اُسے قتل کر دیں گے۔ پھر اہل اسلام  
لشکرِ دجال کے قتل میں مشغول ہوں گے، یہودیوں کو کوئی چیز پناہ نہ دے گی، حتیٰ کہ اگر یہودی  
کسی پتھر کی اوٹ میں چھپا ہوگا، تو وہ پتھر بھی بول اٹھے گا کہ یہاں یہودی ہے۔ زمین دجال  
کا فتنہ چالیس دن ہے۔ اس فتنے کے فرو ہو جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت  
میں مشغول ہوں گے جلیب کو نوڑ دیا جائے گا، سنسز کو قتل کر دیا جائے گا۔ کفار کے بے  
سوائے قبول اسلام یا قتل کے کوئی تیسرا حکم نہ ہوگا۔ تمام کافر (عیسائی، یہودی، دیگر مشرک)  
مسلمان ہو جائیں گے۔ امام مہدی کی خلافت سات، آٹھ یا نو سال ہوگی۔ اس کے بعد حضرت  
امام علیہ السلام کا در سال ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام آپ کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔

اس کے بعد لوگ امن و چین کی زندگی بسر کر رہے ہوں گے  
**یا جوج و ماجوج** کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آئے گی کہ اللہ تعالیٰ

ایسے بندوں کو نکالنے والا ہے کہ جن سے مقابلہ کی کسی کو ہمت نہیں ہے۔ اس لیے تم  
 بندگانِ خدا کے ساتھ کوہِ طور کی جانب نکل جاؤ، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قلعہ طور  
 میں پناہ گزیں ہو جائیں گے۔ اس وقت یا جوج و ماجوج نکل پڑیں گے جو اس قدر کثرت  
 سے ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت جب بحیرہ طبریہ کے پاس سے گزرے گی، تو اس کا تمام  
 پانی پی جائے گی۔ پھر آخری جماعت گزرے گی، تو کہے گی یہاں کبھی پانی تھا؟ وہ زمین میں بہت  
 قتل و غارتگری کریں گے۔ پھر وہ کہیں گے کہ اہل زمین تو ہم ہلاک کر دیتے، آؤ ہم آسمان  
 والوں کو بھی قتل کر دیں۔ وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کے تیسرے  
 خون آلود کر کے واپس لوٹائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی وہاں  
 محصور ہوں گے، سخت قحط ہوگا، پھر آپ ان کے حق میں بدعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ  
 یا جوج و ماجوج کو ہلاک فرما دے گا۔ اہل ایمان جب قلعہ سے اتر کر دیکھیں گے تو زمین پر  
 ایک بالشت بھری جگہ ایسی نہ ہوگی، جہاں کوئی مردہ یا اسی کی چربی نہ پڑی ہو، سخت بدبو  
 اٹھے ہی ہوگی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے پرندے بھیجے  
 گا جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا لے جائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 چالیس سال تک اس دنیا میں قیام فرمائیں گے۔ آپ نکاح بھی فرمائیں گے، اولاد ہوگی،  
 پھر انتقال فرما جائیں گے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور  
 میں دفن ہوں گے۔ پھر زمین پر کچھ عرصہ عدل و انصاف ہے گا، مگر پھر کفر و جہالت  
 شروع ہو جائے گی۔ اسی اثناء میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مغرب میں غرق ہو جائے گا۔  
 اس کے بعد ایک دن اچانک ایک بڑا دھواں آسمان پر نمودار  
**دُحان** ہوگا جو چالیس روز تک رہے گا جس سے مسلمان زکام میں مبتلا

ہو جائیں گے، جبکہ کافروں اور منافقوں پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی۔ کوئی ایک کوئی دن کوئی تین دن بعد ہوش میں آئے گا۔

اس واقعہ کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر طویل ہو جائے گی کہ

## مغرب سے طلوع آفتاب

بچے چلا اٹھیں گے۔ مسافر تنگدل اور مویشی چراگاہ کے لیے بے قرار ہو جائیں گے، یہاں تک کہ لوگ اس بے چینی کی وجہ سے نالہ و زاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار شب کی مقدار میں رات دراز ہونے کے بعد حالت اضطراب میں سورج مغرب کی طرف سے چاند گرہن کی طرح (یعنی گرہن لگے ہوئے) تھوڑی سی روشنی لے کر نکلے گا، تھوڑا بہا بلند ہوگا، پھر مغرب ہی میں غروب ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر حسب معمول سورج مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا۔

دوسرے روز لوگ اسی کا ذکر کر رہے ہوں گے کہ کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس سے ایک عجیب شکل کا جاندار

## دابة الارض

نکلے گا جسے "دابة الارض" کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مین میں ظاہر ہو کر غائب ہو جائے گا۔ پھر دوبارہ مکہ مشرفہ میں ظاہر ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ وہ اتنی تیزی سے شہروں کا دورہ کرے گا کہ کوئی بھی بھاگنے والا اس سے بچ نہ سکے گا۔ وہ ہر اہل ایمان کی پیشانی پر عسائے موسیٰ سے ایک نورانی خط کھینچے گا جس سے اُس کا تمام چہرہ منور ہو جائے گا، اور ہر کافر کی ناک یا گردن پر خاتم سلیمان سے مہر لگا دے گا جس سے ہر کافر کا چہرہ سیاہ اور بے رونق ہو جائے گا۔ اس کے بعد ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جس سے ہر صاحب ایمان کے پہلو میں درد ہوگا۔ پھر افضل فاضل سے، فاضل ناقص سے اور ناقص فاسق سے پہلے مرنا شروع ہو جائیں گے، یہاں تک کہ کوئی بھی اہل ایمان باقی نہ رہے گا۔ بعد ازاں

کفارِ حبشہ کا غلبہ ہو گا اور ان کی سلطنت قائم ہو جائے گی۔ وہ خانہ کعبہ کو گرا دیں گے، حج موقوف ہو جائے گا۔ قرآن پاک دلوں سے، زبانوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا۔ خدا ترسی اور خوفِ آخرت دلوں سے ختم ہو جائے گا۔ شرم و حیا نام کی کوئی شے نہ ہوگی۔ آدمی گدھوں اور کتوں کی مانند دوستوں کے سامنے جماع کریں گے۔ ظلم و جبر میں اضافہ ہو جائے گا۔ قحط سالی شروع ہو جائے گی۔

ایک بڑی آگ کا ظہور اس وقت ملکِ شام میں کچھ ارزانی ہوگی، لوگ بمعاہل و عیال شام کو روانہ ہوں گے۔

اسی دوران ایک بڑی آگ جنوب کی طرف سے ظاہر ہوگی جو لوگوں کا تعاقب کرے گی، یہاں تک کہ لوگ شام پہنچ جائیں گے، پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی۔

نسخِ صورت اس کے بعد چند سال تک لوگ عیش و عشرت اور غفلت کی زندگی بسر کریں گے۔ بہت پرستی عام ہو جائے گی۔ کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔

پھر یکا یک بروز جمعہ جو کہ یومِ عاشورہ بھی ہوگا۔ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ جل شانہ، حضرت اسرافیل علیہ السلام کو سورا پھونکنے کا حکم دے گا۔ اس کی آواز ایک زبردست چنگاڑ کی صورت اختیار کر جائے گی۔ آواز کے صدمہ سے زمین کانپ رہی ہوگی، جنگلی جانور شہر اور شہروں کے مکین جنگلوں کی طرف بھاگیں گے۔ انسان و حیوان سخت خوفزدہ اور سرگرداں ہوں گے۔

آواز مسلسل بڑھتی ہی جائے گی، حتیٰ کہ انسان و حیوان سب اس کی شدت کے صدمہ سے ہلاک ہو جائیں گے۔ آواز کی شدت میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔ پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر فضا و

میں بکھر جائیں گے۔ چاند ستارے، سورج سب ٹوٹ پھوٹ کر گر جائیں گے۔ حتیٰ کہ تمام کائنات تباہ و ہلاک ہو جائے گی۔ خداوند کریم جل شانہ ارشاد فرماتا ہے،

مَنْ عَلَيْهَا فَإِنَّ لَهَا وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ  
جو کچھ اس پر ہے وہ سب فنا ہونے والا ہے، صرف آپ کا پروردگار ہی باقی رہنے والا ہے۔

جلالت اور بزرگی والا ہے۔ یعنی وہ وقت آجائے گا کہ سوائے ذاتِ باری تعالیٰ اجل شانہ کے کچھ بھی نہ ہوگا۔ (یہ تمام مضمون بحوالہ مختلف کتبِ احادیث، وسیرت خصوصاً مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب الملاحم، باب اشراط الساعة، باب علاماتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر الدجال،

## اعجاز القرآن

قرآن مجید ایک نہیں بلکہ بہت سے معجزات کا مجموعہ ہے۔ اس کا ہر سہ جملہ بلکہ ہر حرف (جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا) سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ایک مخصوص زمانے اور وقت تک محدود تھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا بلاشبہ عظیم معجزے تھے، لیکن کتب تک محض اُس وقت تک جب تک کہ موسیٰ کلیم اللہ اس دنیا میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی رحلتِ شریف کے ساتھ ہی یہ معجزات ختم ہو گئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عظیم الشان معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کا پرندہ بنا کر اڑا دینا، بیماروں کو شفا دینا وغیرہ بھی اسی وقت تک ہے، جب تک کہ آپ کو آسمان پر نہیں اٹھایا گیا۔ اگرچہ موجودہ اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی کرامات کا بھی قدرے اختلاف سے تذکرہ موجود ہے۔ اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تو بھی محض وہ ایک مخصوص زمانے تک محدود تھے جو کہ آج بالکل معدوم ہیں۔ ان تمام باتوں کے عکس حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ قیامت تک کے لیے موجود اور لوگوں کو مقابلہ کا چیلنج دے رہا ہے۔ اس جگہ ہم قرآن کریم کو مختلف وجوہ سے شاندار معجزہ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ (و باللہ التوفیق)

جس زمانے میں قرآن پاک کا نزول ہوا، اگرچہ  
**فصاحت و بلاغت** اخلاقی لحاظ سے لوگ انتہائی پستی میں گرنے ہوئے

لہ کم علم کے سامنے دقیق علمی گفتگو یا عالم و فاضل کے سامنے عامیانہ گفتگو فصاحت نہیں ہر ایک کے ذوق کے مطابق گفتگو ہی فصاحت ہوگی زیادہ۔ از صرف قرآن حکیم کو ہی حاصل ہے کہ اس کی ہر آیت خاص و عام مسلمان کو یقین دہانی

تھے۔ اپنے آپ کو محض غیرت مند ثابت کرنے کے لیے اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔  
 بہت پرستی عام تھی۔ اپنی جھوٹی انا اور سرداری کی خاطر قبیلوں کے قبیلے ہلاک کر دیتے۔ معمولی  
 سے طعن پر اس حد تک بھڑک جاتے کہ کئی سال تک لڑائی کا سماں رہتا، مگر فصاحت و  
 بلاغت کے لحاظ سے یگانہ روزگار تھے۔ کسی میں مجال نہ تھی کہ ان کا مقابلہ کرتا۔ وہ اس  
 میدان کے بلا شرکت غیرے شہسوار تھے۔ ان دنوں نزولِ قرآن نے ان کو جھنجھوڑ کر رکھا  
 دیا۔ وہ محبوبِ خدا سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ان ہی کے درمیان پیدا  
 ہوئے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ہی پرورش پائی۔ یہ ادیب و فاضل اور شاعر  
 نثر نگار اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ مکہ مکرمہ کی گلیوں میں پلنے والے حضرت عبداللہ  
 کے اس یتیم لختِ جگر نے کسی بھی اُستاد کے سامنے کبھی زانوئے ادب تہہ نہیں کیا۔ اس  
 محبوبِ مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی کبھی کوئی شعر کہا۔ زمانہ جاہلیت میں ہونے والے  
 میلوں میں کبھی شرکت نہیں کی کبھی اپنے دستِ مبارک سے کوئی نئے سریرہ فرمائی۔  
 چالیس سال کا طویل عرصہ اسی طرح گزر گیا، البتہ اس دوران آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کی بزرگی، دیانت داری، شرافت، سچائی، صلہ رحمی، عفت و پاک دامنی کی گھوٹوں  
 پہ چار سو پھیل گئیں۔ اظہارِ نبوت سے قبل خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
 کوہِ حرا کی غار میں گوشہ نشین ہو گئے۔ پھر یکایک فاران کی چوٹیوں سے وہ نسخہ یکیمیا  
 لے کر تشریف لائے کہ جس نے کائنات والوں کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ اقلیم سخن کے  
 شہنشاہ ان کے حضور طفلِ مکتب نظر آنے لگے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلا خوف و خطر  
 اعلان فرما دیا کہ لوگو! تم اور تمہارے یہ معبودانِ باطلہ جھوٹے اور جہنم کا ایندھن ہیں۔ اگر  
 تم کو اس میں کوئی شک ہو تو تم کو کھلا چیلنج ہے کہ میری چالیس سالہ زندگی میں ایک معمولی  
 سا جھوٹ بھی ثابت کر دکھاؤ۔ اگر تم اس سے عاجز ہو تو یہ قرآن جو میں پیش کر رہا ہوں  
 اس کی مثل ایک بھی آیت لا کر دکھاؤ اور فرمایا گیا کہ ”اگر تمام جن وانس بھی مل کر اس کی مثل



بنا اچھا ہیں گے تو نہ بنا سکیں گے۔ (سورۃ بنی اسرائیل، رکوع ۷۱)  
 اہل مکہ بھلا اس ہستی کی طرف جھوٹ کی نسبت کیسے کر سکتے تھے، جسے وہ خود صادق و  
 امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ باقی رہا قرآن کا مقابلہ تو اس میں اہل مکہ ہی کیا پوری  
 دنیا کے انسان بشمول یہود و نصاریٰ مخاطب تھے اور آج تک ہیں، مگر کسی میں مجال  
 دم زدن تھی نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔ بڑے بڑوں کی عقلیں جو اب نہ گئیں بطور  
 نمونہ چند ایک واقعات سپردِ قلم کیے جاتے ہیں:

حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک الشعراء تھے۔ سب سے مستحق تھے کہ وہ سب  
 تخریبیں جو کہ بیت اللہ میں لٹکائی جاتی تھیں، ان میں ان کے اشعار بھی ہوتے تھے، لیکن سب  
 انہوں نے قرآن پاک کی چند آیات مقدسہ دیکھیں، تو پکار اٹھے: خدا کی قسم یہ انسان کا علم نہیں  
 دیکھتے ہوئے مسلمان ہو گئے۔ قبولِ اسلام کے بعد انہوں نے شعر کہنے بند کر دیئے۔ حضرت  
 فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک بار حضرت لبید سے کہا کہ مجھے  
 کوئی اپنا شعر سناؤ، تو آپ نے سورۃ بقرہ سنائی اور کہا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سورۃ بقرہ  
 سکھادی ہے، میں نے شعر نہیں کہے۔

ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے قرآن پاک کی اس مختصر آیت مبارکہ فَاَصْدَعْ  
 بِمَا تُؤْمَرُ سُنِّ، تو فوراً سجدہ میں گر گیا اور بولا کہ میں نے اس کلام کی فصاحت پر سجدہ کیا۔  
 حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایمان لانے کا طویل واقعہ بیان کرتے  
 ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے تحقیق حال کے لیے اپنے بھائی انیس کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ خدا کی قسم!  
 مجھے اس سے بڑا شاعر نظر نہیں آیا۔ زمانہ جاہلیت میں اُس نے بارہ نامی گرامی شعراء کو منجابہ  
 میں شکست دی تھی۔ جب وہ مکہ سے واپس آیا، تو کہنے لگا: لوگ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)  
 کو کامن، شاعر، جادو گرتاتے ہیں۔ میں نے اُن کا کلام سنا۔ خدا کی قسم! وہ ایک نرالا ہی کلام  
 ہے۔ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سچے اور

لوگ جھوٹے ہیں۔ (مسلم شریف)

عبداللہ بن متفع نسل آتش پرست اور عربی کا مشہور انشاہ پرداز تھا۔ اس نے قرآن پاک کا معارضہ کرنے کا ارادہ کیا، بلکہ کچھ نہ کچھ تحریر بھی کر لیا۔ ایک دن وہ بازار میں جا رہا تھا کہ ایک بچے کو قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ "وَقِيلَ يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَطَرْتِ سِنَاؤُكَ فَوَارَكْھِرْطِطْ" گیا اور اپنا لکھا ہوا مٹا دیا۔ پھر کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کلام کا مقابلہ ناممکن ہے اور یہ برگز انسانی کلام نہیں۔" (سیرت رسول عربی، اطہارِ حق)

قرآن پاک کا قدرتی و بدیہ اور اسلوب

بیہیت کلام و اسلوب بیان

بیان بھی ایک معجزہ ہے۔ حضرت جابر

بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل اور دوسرے کفار نے مشورہ کیا کہ

دینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ تم کسی ایسے شخص کو تیار

کر دو جو جادو، کہانت، شعوئر سب سے واقف ہو، وہ جا کر ان سے گفتگو کرے، چنانچہ عتبہ

بن ربیعہ کو تیار کیا گیا۔ عتبہ بارگاہِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں حاضر ہوا اور بڑی چکنی

چٹری باتیں کیں اور بڑے بڑے لالچ دیئے کہ آپ بتوں کی مخالفت ترک کر دیں، ہم آپ

کی سرخواہش پوری کر دیں گے، خواہ وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ جب عتبہ اپنی بات پوری کر چکا

تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سامنے سورۃ حمر السجدا

(پارہ ۲۴) کی تلاوت شروع فرمادی۔ اس دوران عتبہ بن ربیعہ اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت

کے پیچھے ٹیک لگاتے مہوت ہو کر سنتا رہا، گویا کہ ہوش میں ہی نہیں ہے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم اس آیت مبارکہ پر پہنچے کہ

فَانْ اَعْرَضُوْا قُلْ اَنْذَرْتُكُمْ

صِیْعَةً مِّثْلَ صِیْعَةِ عَادٍ وَ

ثَمُوْدَہ (آیہ ۷۳)

"پھر اگر یہ لوگ نہیں مانتے، تو ان سے فرماؤ

کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاؤ

ثمود پر آفت آئی تھی"

یہ سنتی ہی عتبہ نے اپنا ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ پر رکھ دیا اور پکار اٹھا، میں تمہیں تمہاری رحم دلی کی قسم دیتا ہوں، آگے کچھ نہ کہیں۔ پھر اٹھا اور اپنے گھر چلا گیا، اس کی حالت غیر تھی۔ ابو جہل اپنے ساتھیوں سے بولا کہ عتبہ ہمارے پاس نہیں آیا، غالباً وہ بھی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مل گیا ہے، چلو اس کے گھر چلیں، چنانچہ یہ سب عتبہ کے پاس پہنچے۔ ابو جہل نے کہا، عتبہ تجھے کیا ہوا ہے؟ کہ تو ان کی طرف مائل ہو گیا ہے (اور بطور طعنہ کہا) اگر کچھ مال کی ضرورت ہے تو ہمیں بتا ہم تیرے لیے اتنا جمع کر دیں کہ جو تجھے ان سے بے نیاز کر دے گا۔ یہ سن کر عتبہ غصتہ میں آگیا اور بولا بخدا! تم اس بات سے بخوبی واقف ہو کہ میں تم سب سے زیادہ مالدار ہوں، مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں، مگر بات یہ ہے کہ جب میں ان کی خدمت میں گیا، تو انہوں نے اُس کلام کے ساتھ میری باتوں کا جواب دیا کہ بوحہ کی قسم نہ کہانت ہے نہ جادو، وہ ایک عجیب کلام ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آج مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے گا، تو میں نے صلہ رحمی کی قسم دے کر انہیں چپ کرایا۔ میری بات مانو تو ان سے تعرض نہ کرو اور خدا کی قسم آج کے بعد میں ان سے گفتگو کرنے نہ جاؤں گا۔ (خصائص کبریٰ (کئی روایات کا خلاصہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت فیضِ درجت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی، باوجودیکہ وہ ایک بدترین قسم کا دشمن تھا، مگر قرآن پاک سنتی ہی اُس پر رقت طاری ہو گئی۔ ابو جہل کو اس بات کا پتہ چلا، تو فوراً ولید کے پاس آیا اور بولا، تیری قوم تیرے لیے چندہ جمع کر رہی ہے۔ ولید نے پوچھا کہ کیوں؟ ابو جہل بولا، تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو (کھانا کھانے) جاتا ہے، یہ سن کر ولید بولا قریش سے میری مالداری کسی سے پوشیدہ نہیں اور یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں کہ میں شعر، رجز، قصیدہ کا کتنا بڑا عالم ہوں، بخدا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، وہ ایک جدا ہی کلام

ہے۔ اُس میں بڑی حلاوت، خوبی اور خوش دلی ہے۔ اس کی شاخیں ترقی تازہ اور پھل دار ہیں۔ اس کی جڑ پھلوں سے لبریز ہے، وہ سب اقوال پر فائق ہے اور کوئی قول اس پر فوقیت نہیں رکھتا۔ وہ اپنے ماتحت قول کو ضعیف و پائمال کرتا ہے۔ ابو جہل بوللا تیری قوم اُس وقت تک تجھ سے راضی نہ ہوگی، جب تک کہ تو کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے یہ ثابت ہو کہ تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا منکر ہے۔ تھوڑی دیر سوچ کر بولا: تم اُس کی گفتگو کو جادو سمجھو جو اُس نے دوسروں سے سُن رکھا ہوگا۔ تب قرآن پاک پارہ ۲۹ سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات منقذہ نازل ہوئیں (جن میں ولید کی خوب مذمت کی گئی) (خصائص کبریٰ جز اول)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ضحاک بن یساف نے مکہ مکرمہ میں آئے وہ جتوں اور آسیب وغیرہ کی جھاڑ پھونک کے بڑے ماہر تھے۔ مکہ کے بے وقوفوں سمنا کہ عیاذ باللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجنون ہیں۔ ضحاک نے دل میں خیال کیا کہ میں اس شخص کا علاج کرتا ہوں، شاید یہ میرے ہاتھوں بخفا یاب ہو جائے (اور میں قریش کے سامنے سرخرو ہو جاؤں) ضحاک کہتے ہیں کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جتات وغیرہ کے لیے جھاڑ پھونک کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے شفا دے دیتا ہے۔ اس کی بات سُن کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات "الْحَمْدُ لِلَّهِ ط خَمْدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ آخِرُ تَاكٍ پڑھے۔ ضحاک بولے دوبارہ پڑھیے، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کلمات دوبارہ تلاوت فرمادیتے۔ ضحاک بولے، واللہ میں نے کاہنوں کا کلام، جادو گروں کی باتیں اور شاعروں کے شعر سنے مگر ان جیسے کلمات میں نے نہیں سنے۔ یہ کلمات تو دریائے بلاغت کی تہہ کو پہنچے ہوتے ہیں۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میں آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بیعت کروں۔ چنانچہ حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے۔ (صحیح مسلم۔ خصائص کبریٰ)

ان کے سوا بھی اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ مذکورہ بالا واقعات میں جن

لوگوں کا ذکر کیا گیا، وہ پورے عرب میں علم و فضل کے ستون مانے جاتے تھے، لیکن وہ سب کے سب مقابلہ سے عاجز آگئے۔ اس حقیقت سے اپنے پرانے سب اچھی طرح آشنا ہیں کہ کفار مکہ کو اپنے ہی قبیلوں، اپنے ہی بھائی بیٹوں سے کتنی بار جنگ کرنا پڑی اور ذلت کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اسی طرح مدینہ طیبہ اور دُور و نزدیک کے یہودی اور عیسائی قرآن پاک میں مذکور انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کی بنا پر ذلت و رسوائی کی داستانیں سنتے اور اپنے ہی آپ میں جلتے رہے، مگر وہ قرآن پاک کا مقابلہ نہ کر سکے، حالانکہ اگر وہ قرآن کریم کے مقابلہ میں ایک چھوٹی سی سورت بھی بنا لاتے تو ان کی عزت بچ جاتی اور ذلیل و رسوا ہو کر انہیں جزیرہ عرب سے نہ نکلنا پڑتا، جبکہ ان کے مجموعوں اور ان کے بازاروں میں مسلمان علی الاعلان چیلنج کرتے پھرتے ہیں کہ اگر یہ نازل شدہ قرآن غلط ہے تو:

”لَا وَاسٍ لِّكَ مِثْلُ نَبَا ذَا الْقُرْبَىٰ  
تَمَامِ مَدَدِ كَارِوٰں كُو بَلَاو، خدَا كے سوا۔ اگر تم  
سچے ہو۔ تو پھر تم جب یہ نہ كر سكو اور تم ہرگز  
ہرگز كر بھی نہیں سكتے تو پھر (ایمان لاكر)  
بچو اُس آگ سے كه جس كا ایندھن انسان  
اور پتھر ہیں جو كه كافروں كے لیے تیار كی  
گئی ہے۔“

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ  
وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ  
دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ  
فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا  
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا  
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ إِعِدَّتْ  
لِلْكَافِرِينَ (البقرة - س كوع ۲)

اس قدر ذلت و رسوائی کے باوجود ان کا قرآن پاک سے معارضہ نہ کر سکرنا ایک عظیم نشان

معجزہ ہے اور یہ معجزہ آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ (عقل والو! عبرت پکڑو)

قرآن مجید اور فرقان حمید نے  
قرآن پاک کے واقعات اور پیشین گوئیاں

جو گزشتہ اقوام کے حالات و

واقعات بیان فرماتے، خواہ وہ واقعات سکندریہ و القرنین کے تھے یا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے وہ واقعات بنی اسرائیل کی عزت افزائی کے تھے یا ذلت و رسوائی کے وہ واقعات انبیاء کرام علیہم السلام اور رسولانِ عظام کے تبلیغ فرمانے کے تھے یا بد بخت کافروں کے گستاخانہ رویت کے تھے، سب کے سب انتہائی چمچے تلے الفاظ میں من و عن بیان فرمادیتے اہل کتاب کہ جن کو اپنی کتابوں پر ناز تھا، وہ بلاشبہ خدائے بزرگ برتر کی طرف سے نازل شدہ کتابیں بالکل برحق تھیں، لیکن ان میں تغیر و تبدل کر دیا گیا تھا۔ اگر وہ لوگ قرآن مجید کی کسی بھی خبر کو سابقہ کتب سماوی کے خلاف پاتے تو یقیناً ان کے ہاتھ قرآن کریم کو جھٹلانے کا معقول بہانہ آجاتا، مگر وہ خائب و خاسر رہے۔ قرآن پاک نے بالکل واضح ترین الفاظ میں ان کی سیکاری کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا: **ثُمَّ يَخْرِفُونَهُ مِنَ الْبَعْدِ مَا عَقَلُوا بِهِ** کہ انہوں نے کلام الہی میں تحریف کی ہے۔ پھر ان کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: **وَلَا تَشْتُرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا** (البقرہ ۲۳) یعنی بد بختو! میری (اللہ تعالیٰ کی) آیتوں کو مال و دولت کے لالچ میں فروخت نہ کرو۔ یعنی امیر لوگوں سے پیسے لے کر آیات الہیہ کو کیوں تبدیل کر رہے ہو۔

اندازہ کیجئے قرآن پاک نے ان کے کیسے گھناؤنے کردار سے پردہ اٹھایا، مگر وہ نہ تو قرآن پاک کا مقابلہ کر سکے اور نہ اسے جھوٹا ثابت کر سکے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار) **قرآن پاک اور جدید سائنس** کوئی معاند قرآنی حقائق سے چشم پوشی تو کر سکتا ہے، مگر جھٹلا نہیں سکتا۔ "بائبل، قرآن اور سائنس" نامی کتاب کے مصنف "موریس بوکائیٹے" اس حقیقت کا اظہاریوں کرتے ہیں:

(تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے) "جو بات پہلے پہل سامنے آتی ہے اور قاری کو چونکا دیتی ہے، وہ ان موضوعات زیر بحث کی کثرت ہے اور موضوعات یہیں، تخلیق، فلکیات، زمین سے متعلق بعض مادوں کی تشریح، عالم حیوانات و نباتات، انسان کی

تولید، جبکہ بائبل میں فاش غلطیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ قرآن کریم میں میں ایک بھی غلطی کا پتہ نہیں چلا سکا۔ اس موقع پر میں نے توقف کر کے خود سے سوال کیا کہ ”اگر کوئی انسان قرآن کا مصنف ہوتا تو کیا وہ ساتویں صدی عیسوی میں ایسے محتائق بیان کر دیتا جو آج کی جدید سائنسی معلومات سے پوری طرح مطابقت کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں؟ اس میں قطعاً کوئی شک و شبہ نہیں کہ قرآن کا جو متن آج ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر مجھے ان الفاظ میں گفتگو کرنے کی اجازت دی جاتے، تو قطعاً طور پر اسی زمانے کا متن ہے۔ اس مشاہدے کے لیے کیا توجیہ و تاویل ہو سکتی ہے؟ میری رائے میں کوئی بھی تاویل ممکن نہیں، کوئی دلیل اس سلسلہ میں نہیں ہو سکتی کہ جس زمانہ میں شاہ داگو برٹ فرانس پر حکومت کرتا تھا، اس وقت جزیرۃ العرب کا ایک باشندہ بعض موضوعات پر ایسی سائنسی معلومات رکھتا ہو، ہمارے زمانے سے بھی دس صدی کے بعد کے دور سے تعلق رکھتی ہوں“ (ص ۱۵ مطبوعہ کراچی، جناب ”مورس بوکائیٹ“ نے ایک ایسی مسلمہ حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ جس سے فرار ناممکن ہے۔ بطور دلیل ہم مورس بوکائیٹ صاحب کے پیش کردہ موضوعات میں سے سب سے آخری موضوع ”انسان کی تولید پر پتھوری سی بحث کرتے ہیں؛

۱۔ بائبل میں سائنس کے لحاظ سے فاش غلطیوں کا پایا جاننا دو وجہ سے ہے: (۱) یہ بائبل کا دور ہی نہیں، بائبل کا انتہائی زمانہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مبارکہ تک تھا، اُس کے بعد بائبل منسوخ ہو چکی ہے۔ آج اس پر عمل کرنا سوائے جہالت اور سٹ دھرمی کے کچھ بھی نہیں۔ (۲) موجودہ بائبل مکمل طور پر وہ بائبل ہی نہیں جو مختلف ادوار میں تورات، زبور، انجیل اور دیگر صحائف کی شکل میں نازل کی گئی تھی، اس میں شدید ترین تحریفات کے ساتھ اپنی تصنیفات بھی شامل ہیں جیسے یوحنا کی انجیل، لوقا کی انجیل، متی کی انجیل وغیرہم۔ ۱۲۔ یہ اس لیے کہ قرآن پاک قطعاً غیر محرف ہے اور اس کا دور قیامت تک ہے ۱۲۔ ۳۔ نزول قرآن کا زمانہ ۱۲۔ لکھ شاہ داگو برٹ یا ڈیگو برٹ (اول) ۶۲۹ء سے ۶۳۰ء تک فرانس پر حکمران رہا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہم عصر تھا۔ ۱۲

## تولید انسانی کی ابتدائی حالت

(۱) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ تُفْءَةٍ (۱۳) اُس (اللہ تعالیٰ) نے انسان کو ایک نتھری بوند (منی) سے پیدا کیا۔

الْمَرِيكَ نُفْءَةً مِّنْ مَّنِيَّيْ  
يُمْنِي (۱۴) کیا وہ (انسان) منی کی ایک بوند نہ تھا کہ جس کو ٹپکایا جائے (رحم میں)

ان آیات مقدسہ میں انسان کی بالکل ابتدائی حالت کو محض پانی کی ایک بوند فرمایا گیا۔  
(ب) اِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ  
نُفْءَةٍ اَمْشَاجٍ (۱۵) تحقیق ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ (بوند) سے پیدا فرمایا۔

اس آیت مبارکہ میں یہ واضح فرمایا گیا، وہ پانی مختلف اجزائے ترکیبی کا مرکب ہوتا ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے کہ جس سے سائنس دان قطعاً نا آشنا تھے۔ ۱۷۰۰ء میں ۱۷ ویں صدی عیسوی کے آخر میں خوردبین ایجاد ہوئی اور اٹھارہویں صدی کے اوائل میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ، "انسانی بچہ کی تولید جنین کے خلیوں کی نشوونما اور ان کے باہمی امتیاز کا نتیجہ ہوتی ہے۔" (مقالہ ڈاکٹر کیتھ ایل مور (کنیڈا) ترجمہ عمینو بل لو تھور راتق)

جبکہ قرآن پاک نے اس سے تقریباً گیارہ سو سال قبل اس حقیقت کو آشکارا فرمادیا تھا۔ آیت مذکورہ بالا کی دوسری تشریح یہ بھی ہے کہ "انسان کو ماں باپ (دونوں) کے (مخلوط) نطفہ سے پیدا فرمایا گیا۔" ۱۷۰۰ء میں ۱۷ ویں صدی عیسوی میں سائنس دانوں کے مختلف خیال تھے۔ ایک گروہ کا نظریہ تھا کہ "مادہ تولید (مرد کے نطفہ) میں منقش انسان کا چھوٹا سا عکس ہوتا جو مادہ تولید کے اندر ہی بڑھتا رہتا ہے، جبکہ دوسرے گروہ کا دعویٰ تھا کہ انسان کا عکس (عورت کے بیضہ

لے طبت جدید کے مطابق نطفہ ان فرد سے نکلنے والے مادہ کا مرکب ہوتا ہے، (۱) خیتے (۲)

حوصلہ منوبہ (۳) غدہ مثانہ (۴) دائرہ بول کے ملحقہ فرد ۱۲-۱۳



میں ہوتا ہے جو لظفر یا مادہ تولید میں بڑھتا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں (سائنس دان) سپالینزی نے تجربہ سے ثابت کیا کہ جنین کی نشوونما میں مرد و عورت ہر دو کے جنین کا کردار انتہائی ضروری ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مادہ تولید ہی باعث تولید ہے (مذکورہ بالا مقالہ) اور قرآن پاک نے اس تحقیق سے گیارہ سو سال پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اصل حقیقت کیا ہے۔

(ج) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ ۳۲ (حقیر، پانی کے خلاصہ (جوہر) سے۔

اس آیت مبارکہ میں اشارہ فرمایا گیا کہ انسان اس حقیر پانی کی پوری بوند سے نہیں بلکہ اس کے جوہر اور خلاصہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا پتہ سائنس دانوں کو تب چلا جب انتہائی طاقتور خوردبین ایجاد ہو گئی۔ اُس وقت انہوں نے دیکھا کہ ایک قطرہ مادہ منویہ میں کروڑوں کے حساب سے کرم منی ہوتے ہیں، مگر ان میں سے صرف ایک ہی خلیہ بیضہ ان تک پہنچتا ہے (سبحان اللہ تعالیٰ صداقت قرآن اظہر من الشمس ہے۔)

## تخلیق انسانی کے دوسرے مراحل

اور پھر ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں جسے چاہیں ماؤں کے پیٹ میں ایک خاص مدت تک۔	(۱) وَ لَقَرْنَا فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ آجَلٍ مُّّسَمًّى ۝ ۲۲
پھر ہم نے اس کو انسان کو، پانی کی ایک بوند کیا۔ ایک مضبوط (محفوظ) مقام (رحم مادر) میں رکھ دیا، پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو ایک لوتھڑا (سا) بنا دیا۔ پھر ہم نے اس لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے اس گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا۔ پھر ہم نے	(ب) ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۖ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ

فَتَبْرَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ

ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔ پھر ہم نے اسے

اور صورت میں اٹھان دی یعنی روح ڈالی

الْخَالِقِينَ ۝ ۲۳

۱۳-۱۴

اور پیدا فرمایا، تو اللہ تعالیٰ جل شانہ بڑی برکت والا ہے سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے۔

یعنی ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ وہ پانی (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) رحم مادر میں نشوونما پاتا ہے

سبحان اللہ تعالیٰ! تخلیق انسانی کو کس قدر بہترین انداز میں مرحلہ وار بیان فرمادیا گیا اور بڑے

واضح اور بلیغ طریقہ سے اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا کہ جنین کی رحم مادر میں کیا کیا صورتیں

اور شکلیں ہوتی ہیں۔ اسی چیز کو دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا۔

فَاَنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ

ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ

ثُمَّ مِنْ مَضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ

مُخَلَّقَةٍ لِبَيِّنٍ لَكُمْ وَنُقِّنَا

فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ

أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ

طِفْلًا

پس ہم نے تمہیں پیدا فرمایا مٹی سے، پھر پانی

کی بوند سے، پھر نوٹھڑے سے پھر

گوشت کی بوٹی سے شکل و شبابت والی بھی

بے شکل بھی، اس لیے کہ ہم تمہارے لیے

د اپنی نشانیاں، ظاہر فرمائیں اور ہم تمہیں پھر آٹے

رکھتے ہیں، تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں جسے

چاہیں ایک مقررہ ميعاد تک پھر تمہیں

نکالتے ہیں (بصورت) بچہ۔

قرآن مجید نے انسانی تخلیق کے جو مراحل بیان فرمائے، ان کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر

کیٹھ ایل مور ماہر مطالعہ جنسیات ٹرانٹو (کنیڈا) سخن پر کرتے ہیں:

”جب، ۱۱ صدی عیسوی میں خورد بین ایجاد ہو گئی تو سادہ عدسہ کے ذریعے مرعی

کے چوزوں کو دیکھنے کے بعد ان کی تخلیق کے ابتدائی مراحل کی توضیحات بیان کی گئیں۔ ۱۹۴۰ء

کی دہائی تک انسانی جنین کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی تھی اور اس کے بعد جنین کے

بارے میں اب جو مراحل بیان کیے جاتے ہیں، چند سال قبل تک عالمی سطح پر ان کو طبی تسلیم

نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ قرآن (۳۹) میں جنین کے سلسلہ میں جن ظلماتِ ثلاثہ کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی تشریح کی جاتے، ان میں ماں کے پیٹ کی دیوار، رحم کی دیوار اور جھلی کی دیوار شامل ہے۔ یہ تین دیواریں جنہیں قرآن نے ظلماتِ ثلاثہ کہا، جنین کو چوٹ سے محفوظ رکھتی ہیں۔ (جمعہ میگزین روزنامہ جنگ ۶/۸۵)

اندازہ فرمائیے کہ قرآن مجید کے کلامِ الہی ہونے کی دلیل ایک عقلمند کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ بیسویں صدی عیسوی تک جن اشیاء کا انسان کو علم نہ ہو سکا وہ قرآن پاک نے ساتویں صدی عیسوی میں بتا دیا۔

**کنیڈا کے نامور ڈاکٹر کی حیرانی** مذکورہ مقالہ نگار جناب ڈاکٹر کیٹیٹھ ایل مور کے متعلق اخبارات

کی یہ خبریں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں، (۱) "اوتاوا (اپ پ) یونیورسٹی آف ٹورنٹو کے انالومی کے شعبہ کے چیئر مین ڈاکٹر کیٹیٹھ ایل مور نے کہا ہے کہ قرآن پاک نے انسانی جنین کی نشوونما کے تمام مراحل ۱۴۰۰ سال قبل صحیح صحیح بتا دیے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مغربی

ماہرین کو انسانی ارتقاء کے بارے میں جو کچھ صرف پندرہ سال قبل معلوم ہوا ہے، وہ کچھ

ساتویں صدی عیسوی میں قرآن پاک میں سائنس کے اصولوں کے عین مطابق صحیح صحیح دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ڈاکٹر مور نے جنین کے بارے میں دو کتابیں لکھی ہیں اور انہوں نے قرآن پاک کی ان آیاتِ مقدسہ کا بھی مطالعہ کیا جو انسانی جنین کے ارتقاء سے تعلق رکھتی ہیں۔

انہوں نے بعد میں تورات اور انجیل کا بھی مطالعہ کیا ہے، لیکن ان کا قرآن پاک کی متعلقہ

آیات سے کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر مور نے جتدہ میں شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی میں مطالعہ کیا اور انہوں نے انہیں (آیاتِ قرآنیہ) کو درست پایا ہے۔ ڈاکٹر مور نے

کہہ یوناٹسڈ چرچ کے رکن ہیں، مزید کہا ہے کہ قرآنی آیات اور رسول اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمودات سے سائنس اور مذہب کے درمیان وہ خلا پُر کرنے میں مدد

ملے گی جو برسوں سے چلا آ رہا ہے، ان کا بیان کنیڈا کے کم و بیش سبھی اخبارات نے شائع کیا  
(روزنامہ جنگ، لاہور - ۲۳ دسمبر ۱۹۸۴ء)

جنوری ۱۹۸۵ء میں ایک اور خبر شائع ہوئی جس میں کنیڈا کے دو اخبارات گلوب  
اینڈ میل اور سٹیڈی سٹار میں شائع شدہ ڈاکٹر مور کے ایک انٹرویو کے حوالہ سے بتایا گیا  
”ڈاکٹر مور نے بتایا کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے پیش رو ڈاکٹر مور بھی ان کے ساتھ  
اس مطالعہ (قرآنی) میں شامل تھے۔ ڈاکٹر مور نے کہا کہ جنین کی پہلے ۲۸ دنوں کی ترقی قرآنی  
تفصیل میں اس قدر صحیح تصویر کشی کی گئی ہے کہ وہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ڈاکٹر مور نے کہا کہ  
انہیں یقین ہے کہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ (صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ہیبہ) سائنس اور مذہب  
میں حائل خلیج کو دور کرنے میں مدد دیں گی۔ ڈاکٹر مور نے کہا کہ انہوں نے بائبل کا نیا اور پرانا  
عہد نامہ پڑھا ہے، لیکن انہیں کوئی حصہ قرآنی آیات کا ہم پتہ نہیں ملا۔“

(روزنامہ جنگ لاہور، ۹ جنوری ۱۹۸۵ء)

ڈاکٹر مور کی یہ گواہی کہ بائبل کا کوئی بھی حصہ قرآنی آیات کا ہم پتہ نہیں اور اخبار قرآنی  
سوفی صحیح ہیں۔ صداقت قرآنی کی بین دلیل ہیں۔ ڈاکٹر مور صاحب مسیحی برادری میں کیا منظر  
رکھتے ہیں؟ اس کا اندازہ اس بات بخوبی ہوتا ہے:

## پاکستان کے پادری عمینوئل لو تھر اتق کا اعتراف

پاکستان کے معروف مسیحی دانشور ”عمینوئل لو تھر اتق“ کہ جنہوں نے جناب  
ڈاکٹر کیتھ ایل مور کے انگریزی مقالہ کا اردو ترجمہ و تلخیص اخبارات میں شائع کروائی، وہ  
ڈاکٹر مور صاحب کا تعارف اور اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں،  
”کیتھ ایل مور ماہر مطالعہ جنیات ٹرانسٹور کینیڈا، یونیورسٹی میں علم الابدان کے پروفیسر  
اور فیکلٹی آف میڈیسن کے شعبہ کے چیئرمین ہیں۔ ڈاکٹر کیتھ ایل مور نے جنیات کے موضوع

دو شہرہ آفاق کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جو کہ یونیورسٹی کے علم الابدان کے درسی نصاب میں شامل ہیں۔ وہ ایک راسخ الاعتقاد مسیحی، ایک پادری کے فرزند اور متحدہ مسیحی کلیسا کے رکن بھی ہیں۔ انہوں نے جنین کے بارے میں اپنی حالیہ تحقیق سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے قرآن مجید نے اس ضمن میں جو تصریحات اور نکات بیان کیے تھے، وہ جدید سائنسی انکشافات سے حرف بحرف مطابقت رکھتے ہیں۔ پہلے ٹسٹ ٹیوب بے بی کی ولادت کے مختلف مراحل کی نگرانی کرنے والے ایک ماہر ڈاکٹر رابرٹ ایڈورڈز نے بھی کیتھ ایل مور کی تحقیقات کو مستند تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ کیتھ ایل مور نے اپنی علمی تحقیق کی اشاعت کے بارہ میں یہ وضاحت کر دی ہے کہ اس سے ان کی عرض ہرگز یہ نہیں کہ وہ اپنے آبائی مذہب مسیحیت سے مطمئن نہیں، تاہم اہل اسلام کے لیے یہ امر بلاشبہ باعث فخر و انبساط ہے کہ ان کی مذہبی کتاب قرآن مجید میں جنین کے بارے میں جو کچھ مندرج ہے اور یہ دفتین اپنے اندر جو ابدی حقائق سموتے ہوئے ہے، انہیں اہل علم و سائنس بھی حرف بحرف صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ کیتھ ایل مور نے تصریح کی ہے کہ ان کی تحقیق و اشاعت کا مدعا اہل تحقیق پر یہ ثابت کرنا ہے کہ مذہب اور سائنس میں ہرگز مخالف یا تضاد موجود نہیں۔ . . . الخ“

(جمعہ میگزین، روزنامہ جنگ، لاہور ۶ تا ۱۲ ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۱۸)

ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ اس بیان کے مطابق نہ صرف ڈاکٹر طور، بلکہ ڈاکٹر رابرٹ ایڈورڈز اور خود لو متحرقات صاحب بھی حقائق قرآنی کو مستند تسلیم کرتے ہیں اور خود اقرار کرتے ہیں کہ ”اس میں جو ابدی حقائق سموتے ہوئے ہیں، انہیں اہل علم و سائنس بھی حرف بحرف صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔“

لہذا یہ لفظ میگزین میں اسی طرح درج ہو سکتا ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہو، ہمارے نزدیک یہاں لفظ قرآن یا آیتیں، آیات ہونا چاہیے۔ ۱۲

مندرجہ بالا بیان میں "لو تھراتق" نے جو یہ ثابت کیا کہ ڈاکٹر مور صاحب اپنے

آبائی مسیحیت سے مطمئن ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم عمینوئل لو تھراتق صاحب کی توجہ اخبار کی اس خبر کی جانب مبذول کرتے ہیں کہ جس میں ڈاکٹر جون ایلیسن اور ڈاکٹر کیتھ مور دونوں کا ذکر ہے

ناموسی ڈاکٹر کا قبول اسلام کراچی (نامہ نگار سے) ماہر جنسیات ڈاکٹر جون ایلیسن نے تخلیق انسانی کے متعلق

قرآنی آیات سن کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ جتدہ میں شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کے شاہ فہد سنٹر کے

فرزیشن ڈاکٹر محمد علی بصر نے بتایا کہ ڈاکٹر کیتھ مور نے جب قرآن حکیم کی وہ آیات سنیں جن میں

تخلیق انسانی کا ذکر ہے تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کس کی تصنیف ہے؟ جب انہیں بتایا گیا کہ

یہ چودہ سو سال قبل نازل ہونے والی قرآنی آیات ہیں، تو انہوں نے ان کی حقانیت کو تسلیم

کرتے ہوئے کہا کہ یہ الہامی آیات ہی ہو سکتی ہیں، کیونکہ چودہ سو سال قبل کوئی انسان یہ معلوم

کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ (روزنامہ جنگ، لاہور، ۲۳ دسمبر ۱۹۸۵ء)

اب ہم پورے خلوص کے ساتھ عمینوئل لو تھراتق صاحب سے گزارش کرتے ہیں

کہ غور فرمائیں جب وہ خود قرآن کو ایک "ابدی حقیقت" خیال کرتے ہیں اور جناب ڈاکٹر مور بھی یہ

کہتے ہیں کہ یہ الہامی کتاب ہے۔ ڈاکٹر جون ایلیسن نے متاثر ہو کر اسلام قبول کر بھی لیا ہے تو

آپ کو وہ کونسی شے مانع ہے کہ جو آپ قبول اسلام کر کے مسلمانوں کے ساتھ اس "فخر انبساط"

میں جھٹتے دار نہیں بنتے، جبکہ آپ اور دوسرے تمام مسیحی حضرات اس بات سے خوبی واقف

ہیں کہ نزول انجیل کے بعد جو یہودی بھی انجیل اور حضرت مسیح علیہ السلام کا منکر ہوا، وہ بے دین

اور جہنمی ٹھہرا، تو پھر جو شخص انجیل مقدس کے بعد نازل ہونے والی کتاب قرآن پاک اور

صاحب کتاب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا وہ کون ہوگا؟

اسلام کی حقانیت و صداقت سے متاثر ہو کر کسی دانشور کے اسلام قبول کرنے کا کوئی

یہ پہلا واقعہ نہیں ہے، بلکہ جس کسی بھی غیر مسلم نے اسلام قبول کیا ہے۔ اسلام سے متاثر ہو کر

ہی کیا اور آج بھی دنیا کے اندر روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں خوش نصیب اس شرف سے مشرف ہو رہے ہیں۔ مگر مذکورہ بالا مشاہدہ کی طرح کے چونکا دینے والے واقعات کبھی کبھی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ لہ

## صداقتِ اسلام کی ایک وزتابناک شہادت

۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء کو روزنامہ نوائے وقت لاہور میں یہ خبر شائع ہوئی،  
 ”کراچی، ۲۱ جنوری (ج۔ک) یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ منورہ  
 میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسدِ مبارک کہ جس کو دفن ہوتے  
 چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، بالکل صحیح و سالم حالت میں برآمد ہوا۔ علاؤ الدین  
 صحابی رسول حضرت مالک بن سوناقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر چھ صحابہ کرام کے جسدِ مبارک  
 بھی اصلی حالت میں پائے گئے، جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ  
 دفن دیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے جسم  
 نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔“

لہ بادشاہی مسجد لاہور میں تبرکاتِ مقدسہ کی گیلری میں قرآن پاک کا ایک نسخہ بھی رکھا ہوا ہے، جس کے ساتھ  
 یہ بھی تحریر ہے، ”۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران پاکستان کا ایک ٹرک اسلحہ لے کر محاذِ جنگ پر جا رہا  
 تھا کہ حملہ کی زد میں آگیا اور ٹرک میں آگ لگ گئی اور سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا۔ اس کے بعد ایک سکھ آئینہ کا ادھر  
 سے گزر ہوا، اُس نے ٹرک کا معائنہ کیا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ٹرک کی تمام اشیاء جل جانے کے باوجود کتابیں  
 آگ لگنے سے مکمل طور پر محفوظ تھیں، اُس نے اٹھا کر دیکھا تو وہ دونوں قرآن پاک تھے ایک ترجمہ والا اور دوسرا  
 بغیر ترجمے کے۔ اُس نے ترجمے والا اپنے پڑھنے کے لیے رکھ لیا اور دوسرا ایک مسلمان افسر کو یہ کہہ کر واپس کر دیا  
 کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے اور آگ سے محفوظ رہی۔ یہ وہی قرآن پاک ہے جو اس ٹرک سے برآمد ہوا تھا۔  
 (مؤلف کتاب عفی عنہ نے کئی بار اُس کی زیارت کی ہے، واللہ الحمد) ۱۲

## تیرہ سو سال بعد لاشوں کی برآمد

مذکورہ بالا خبر کی اشاعت

کے بعد روزنامہ نوائے وقت

لاہور کی ۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء کی اشاعت اور روزنامہ جنگ لاہور کی ۶ فروری ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں اس موضوع پر دو مضمون شائع ہوئے، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے،

”جب پہلی جنگ عظیم کے بعد عراق میں انگریزوں نے بادشاہت کی طرح ڈالی اور شریف مکہ کے ایک صاحبزادے شاہ فیصل اول کو تاج پہنایا تو ۱۹۲۴ء کی ایک شب صحابی رسول حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ جن کا مزار مقدس دریائے دجلہ کے قریب تھا) نے بادشاہ سے خواب میں کہا کہ میرے مزار اور حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مزار (جو کہ ان کے قریب ہی تھا) میں نمی آنا شروع ہو گئی ہے، لہذا ہم دونوں کو یہاں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے ذرا فاصلہ پر دفن کر دیا جائے۔ بادشاہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے دن کو یہ خواب بھول گیا۔ دوسری شب پھر وہی فرمایا گیا مگر بادشاہ پھر بھول گیا۔ تیسری شب عراق کے مفتی اعظم کو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی کچھ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں، مگر وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے بھول جاتا ہے۔ آپ بادشاہ سے کہیے کہ وہ ہم کو دوسری جگہ منتقل کروائے۔ مفتی اعظم نے اس وقت کے وزیر اعظم نوری السعید پاشا سے فون پر بات کی۔ پھر تفصیلی ملاقات کر کے انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا۔ نوری السعید پاشا مفتی صاحب کو لے کر بادشاہ کے پاس گئے۔ واقعہ سننے کے بعد بادشاہ نے کہا کہ ہاں یہ خواب میں بھی تین بار دیکھ چکا ہوں۔ غرض اس موضوع پر کافی بات چیت ہوئی اور مفتی اعظم نے صحابہ کرام کے حکم پر عمل کرنے پر زور دیا، لیکن بادشاہ نے کہا کہ پہلے احتیاطاً تحقیق کر لی جائے کہ پانی ادا رستا بھی ہے یا نہیں، چنانچہ بادشاہ کے حکم سے عراق کے محکمہ تعمیرات کے چیف انجینئر اور عملے نے مزارات مقدسہ سے دریا کے رخ پر ۲۰ فٹ کے فاصلے پر بوزنگ کروائی



مفتی اعظم بھی وہاں موجود رہے۔ پورے دن کی تک دو دو کے بعد شام کو یہ رپورٹ دی گئی کہ پانی تو درکناز کافی نیچے سے جو مٹی نکلی ہے، اس میں نمی تک نہیں۔ اسی رات حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہ کے خواب میں پھر تشریف لائے اور وہی بات دہرائی، لیکن بادشاہ نے چونکہ ماہرین اراضی کی رپورٹ دیکھ لی تھی، اس لیے خواب کو نظر انداز کر دیا۔ اگلی رات حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفتی اعظم عراق کی خواب میں تشریف لائے اور سخی سے فرمایا: "ہمارے مزارات میں پانی گھستا چلا آ رہا ہے، لہذا ہمیں جلد از جلد یہاں سے منتقل کروادیں" صبح مفتی اعظم کھڑے ہوتے بادشاہ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ بیان کیا۔

بادشاہ کچھ ناراضگی اور جھنجھلاہٹ کے عالم میں کہنے لگا کہ مفتی صاحب آپ ماہرین اراضی کی رپورٹ دیکھ چکے ہیں خود بھی موقع پر آپ موجود رہے۔ پھر کیوں مجھے بھی پریشان کرتے ہیں اور نہ بھی پریشان ہوتے ہیں۔ مفتی اعظم نے کہا کہ پھر بھی مجھے اور آپ کو برابر حکم دیا جا رہا ہے، لہذا پ مزارات کھلوادیکھئے اور انہیں دوسری جگہ منتقل کروادیکھئے۔ بادشاہ بولا: "اچھا تو پھر فتویٰ دے دیجئے۔" چنانچہ مفتی صاحب نے فتویٰ دے دیا۔ یہ فتویٰ اور شاہ عراق کا یہ فرمان کہ "عید الاضحیٰ کے دن بعد از نماز ظہر حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات کھولے جائیں گے" اخبارات میں شائع کروادیا گیا۔ اس فتویٰ اور فرمان کا شائع ہونا تھا کہ تمام عالم اسلام میں جوش و خروش اور ہلچل پھیل گئی۔ راتوں رات بیوز ایجنسی اور دنیا کی دیگر نیوز ایجنسیوں کے ذریعے یہ خبر تمام دنیا میں پھیل گئی۔ یہ حج کا زمانہ تھا اور دنیا کے کونے کونے سے مسلمان مکہ معظمہ آتے ہوتے تھے۔ انہوں نے مزارات صحابہ کرام عید الاضحیٰ کے کچھ دنوں بعد کھولنے کی درخواست کی تاکہ وہ بھی شریک ہو سکیں۔ شاہ عراق کے لیے یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا کہ ایک طرف عالم اسلام کا اصرار اور دوسری طرف صحابہ کرام کی طرف سے جلد منتقلی کی ہدایات۔ بالآخر کچھ انتظامات کے بعد عید الاضحیٰ کے دس دن بعد کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔ مقررہ تاریخ تک مدائن (سلمان پارک) میں تقریباً پانچ لاکھ افراد جمع ہو گئے۔ اس میں ہرقدم اور

ہر عقیدہ و مذہب کے لوگ شامل تھے۔ کئی ملکوں سے سرکاری وفد آئے۔ ترکی کے کمال اتاترک کی نمائندگی ان کے وزیر مختار نے کی۔ مصر کے ولی عہد شاہ فاروق بھی شریک ہوئے۔ آخر خدا خدا کر کے وہ دن بھی آگیا جس نے لوگوں کے دلوں میں بھل چھا رکھی تھی۔ یہ پیر کا دن تھا۔ عراق کے شاہ فیصل اول، مفتی اعظم، عراق کی پارلیمنٹ کے تمام ارکان اسلامی ممالک کے نمائندوں اور دیگر لاکھوں افراد کی موجودگی میں مزارات پر انوار کو کھولا گیا تو واقعاً حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف میں پانی اچکا تھا اور نبی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک تک پہنچ چکی تھی۔ ایک کرین کے ذریعے کہ جس پر مخصوص طریقے سے ایک سٹریچر لگا کر دیا گیا تھا۔ اس انداز سے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد انور کو اٹھایا گیا کہ لاش مقدسہ خود بخود نصب شدہ سٹریچر پر آگئی۔ سٹریچر کرین سے علیحدہ کیا گیا اور شاہ عراق، مفتی اعظم، شاہ فاروق اور وزیر مختار نے کندھا دیا اور بہت احتیاط و احترام کے ساتھ شیشے کے ایک بکس میں رکھ دیا۔ اسی طرح سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارکہ کو قبر سے نکالا گیا۔ نعش ہاتے مبارکہ کا کفن حتیٰ کہ ریش ہاتے مبارکہ کے بال بھی بالکل صحیح حالت میں تھے۔ ان کو دیکھ کر کوئی بھی سوچ سکتا تھا کہ یہ تیرہ سو سال پہلے کی نعشیں ہیں، بلکہ گمان ہوتا تھا کہ ان کو حیات فرماتے ابھی بمشکل دو تین گھنٹے ہوتے ہیں، اور انتہائی حیرت انگیز بات یہ کہ دونوں صحابہ کرام کی آنکھیں کھلی ہوتی تھیں اور ان میں ایک عجب پراسرار چمک تھی۔ دیکھنے والا اس چمک کی تاب نہ لاسکتا تھا (بھلا وہ تاب لائے بھی کیسے سکتا کہ ان آنکھوں نے تو سرورِ عالم خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخ پر انوار کی زیارت کی تھی، سبحان اللہ تعالیٰ ان آنکھوں کا کیا کہنا؟)

ایک شہرت یافتہ جرمن ماہر چشم نے جو یہ منظر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا جیسے اُسے سکتہ ہو گیا ہو۔ پھر وہ بے اختیار ہو کر بکا ایک آگے بڑھا اور مفتی اعظم کا ہاتھ پکڑ کر بولا: مفتی صاحب اسلام

کی حقانیت اور صحابہ کرام کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔“ یہ کہتا ہوا وہ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

دونوں صحابہ کرام کی مبارک نعشیں شیشے کے بکسوں میں رکھی ہوئی تھیں اور روتھائی کے لیے کفن مبارک چہروں سے ہٹا دیا گیا تھا۔ عراقی فوجوں نے باقاعدہ سلامی دی اور توپوں سے بھی سلامی دی گئی۔ مجمع نے نماز جنازہ پڑھی اور یہ تمام کارروائی ۲۰ × ۳۰ فٹ کی سکریں پر بند ریجیٹیلی ویشن کیمروں دکھائی گئی، جس کی وجہ سے تقریباً پانچ لاکھ افراد نے بڑے سکون سے تمام کارروائی دیکھی، ذرہ نہ شاید ہزاروں افراد زیارت کے شوق میں دھکم پیل اور ہڑلونگ سے کچل کر مرتے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کے جنازوں کو پورے ارب واحتمام کے ساتھ سلمان پارک کی طرف لے جانا شروع کیا گیا۔ راستے میں ہوائی جہازوں نے غوطے لگا لگا کر سلامی دی اور پھول برسائے۔ اس طرح تقریباً چار گھنٹے میں یہ مبارک جنازے سلمان پارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کے پاس پہنچے۔ یہاں اعلیٰ فوجی حکام نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ سفیروں نے پھول نچھاور کیے اور انہیں افراد نے کہتہوں نے لاشوں کو کرین سے اتارا تھا، پورے ادب واحترام کے ساتھ قبروں میں جو کہ پہلے سے ہی تیار تھیں، رکھا اور اسی طرح توپوں کی گرج، فوجی بینڈوں کی گونج اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کے درمیان ان صحابہ کرام کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس موقع پر اور اس واقعہ کو دیکھ کر اتنے لوگ اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کی حقانیت پر ایمان لائے کہ اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اگلے دن بغداد کے سینما گھروں میں اس واقعہ کی پوری فلم دکھائی گئی۔

۱۲ اب ۱۹۸۷ء ہے، امید ہے کہ اس واقعے کی فلم آج بھی حکومت عراق کے پاس ہوگی۔ ۱۲

# قرآن پاک کے معجزہ ہونے کی ایک اور عظیم الشان دلیل

کمپیوٹر اور قرآن کریم جیسا کہ قبل ازیں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ایک مخصوص زمانے تک محدود رہے، جبکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ قرآن پاک قیامت تک کے لیے اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے اور معاندین کو آج بھی یہ چیلنج دیتا ہے کہ اگر تمہیں اس کے منزل من اللہ ہونے میں شک ہے تو، فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِمَّن دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (ترجمہ) (اے منکرین قرآن) لاؤ تم ایک بھی ایسی سورۃ بنا لو اور بلاؤ، اپنے تمام مذکوروں کو یعنی تمام جن و انس جمع ہو جاؤ، اگر تم سچے ہو، اس چیلنج کا جواب دینے سے دنیا پہلے بھی عاجز تھی، آج بھی عاجز ہے اور آئندہ بھی عاجز رہے گی۔ اس جگہ موجودہ دور کی ایک عظیم اور مفید ترین ایجاد کمپیوٹر کے ذریعے ظاہر ہونے والے قرآن پاک کے ایک ایسے منفرد اور بے مثال معجزے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جو آج تک دنیا والوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔ اس انکشاف و تحقیق کا سہرا ایک مصری محقق جناب رشاد خلیفہ صفا کے سر ہے۔ انہوں نے اے ۱۹۶۶ء میں کمپیوٹر کے گھر یعنی امریکہ میں دریافت فرمایا یہ معجزہ الحق و معجزہ جدید دور کے جدید علوم رکھنے والے دانشور حضرات کے لیے ایک منارۃ نور ہے۔ اور پروردگار عالم جل شانہ کے اس ارشادِ گرامی کا یقین ثبوت ہے:

لے روزنامہ "مشرق" مورخہ ۹ اگست ۱۹۸۰ء۔ خیال رہے کہ علامہ احمد ویدیات نے اپنی کتاب "القرآن دی الٹی میٹ میراگل" میں بھی اس شاندار معجزے کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ ۱۲

۲۔ نیز ملاحظہ ہو انٹرنیٹ

کسی غلطی کی صورت یا وضاحت کیلئے مذکورہ انٹرنیٹ ایڈریس کی طرف رجوع فرمائیں

<http://www.muhammad.net/donem.jpg>

”عنقریب ہم اُن کو دکھائیں گے، اپنی نشانیاں دُنیا بھر میں اور خود ان کے اپنے نفسوں میں یہاں تک کہ ان پر عیاں ہو جائے گا کہ بیشک یہ قرآن حکیم اور اسلام، بالکل حق ہے“ (حم السجدة آیت ۵۳)

قرآن پاک کو ۱۹۷۶ء میں جب کمپیوٹرائز کیا گیا تو یہ عظیم انکشاف ہوا کہ قرآن مجید کے حسابی نظام کی بنیادی اکائی ۹۶ کا بندہ ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی ماہِ رمضان المبارک میں غارِ حرا کے اندر حضرت جبریل امین لے کر آئے۔ پہلی وحی قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے مطابق ۹۶ ویں سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیاتِ مقدسہ پر مشتمل تھی۔ محبوب کبریاء حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مرنے کے بعد زندہ ہونے وغیرہ کا ذکر کیا، تو کفارِ مکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف سخت ہجم ہو گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ دیوانے اور مجنون کہنے لگے، اس پر دوسری وحی آئی اور سورۃ القلم نازل ہوئی جس میں کفارِ مکہ کے الزامات کی سختی سے تردید فرمائی گئی اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۃ حسنہ اور علو مرتبہ کا ذکر فرمایا گیا۔ اس کے بعد تیسری وحی نازل ہوئی، وہ سورۃ مزمل کی چند ابتدائی آیات پر مشتمل تھی۔ اس وحی کی آخری آیت مبارکہ یہ تھی: اِنَّا سُنِّقِيْ عَلِيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (۳۷)

ترجمہ: ”ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل فرمانے والے ہیں۔“

اس وقت تک لوگوں نے آہستہ آہستہ اسلام کی طرف مائل ہونا شروع کر دیا۔ کلامِ الہی کا اثر ان کے دلوں پر ہو رہا تھا۔ اس پر کفارِ مکہ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوتِ باطنی جادوگر کہنا شروع کر دیا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے۔ قرآن پاک کو اپنی طرف سے گھڑا ہوا کلام کہنے لگے۔ چنانچہ پوچھتی وحی قرآن کریم کی ۴۷ ویں سورۃ مدثر کی ابتدائی تینس آیت مبارکہ نازل ہوئیں۔ حضرت جبریل امین سورۃ مدثر کی پہلی سے لے کر تیس تک آیاتِ مقدسہ کی تلاوت فرما کر رُک گئے۔ جس آیتِ کریمہ پر حضرت جبریل رُکے، وہ آیت مبارکہ یہ ہے:

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشْرَةَ رَيْبًا) "اس پر اٹیسس ہیں۔"

”سورۃ مدثرہ کی ۲۴ ویں اور ۲۵ ویں آیات مبارکہ میں کفار کے مکروہ پروپیگنڈے کا ذکر فرمایا گیا جو یہ کہتے تھے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ جادو ہے اور یہ قرآن پاک خود ان کی اپنی تصنیف ہے۔ ۲۶ سے لے کر ۲۹ ویں آیت مبارکہ تک مذکورہ الزام تراشی کرنے والے نواقبت اندیش کفار کی اس نازیبا حرکت پر خلاقِ عالم جل شانہ نے اپنے غیظ و غضب کا اظہار فرمایا اور ان کا ٹھکانا دوزخ قرار دیا۔ پھر دوزخ کے عذاب کی کیفیت بیان فرمائی اور ساتھ ہی فرما دیا:

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشْرَةَ رَيْبًا

”اس پر اٹیسس ہیں۔“

حضرت جبریل امین اس آیت مبارکہ پر رک کر پہلی سورۃ اقرآن کی بقیہ چودہ آیات حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دے گئے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کہ ”اس پر اٹیسس ہیں“ کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کی کیا ماہیت ہے؟ جو مفسرین کرام نے اس سے مراد فرشتے لیے ہیں۔ ظاہر اسباقِ کلام سے بھی یہ ہی محسوس ہوتا ہے، لیکن خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ضمنی طور پر بھی یہ ارشاد فرمایا کہ اس سے صرف دوزخ کے فرشتے ہی مراد لیے جائیں۔ اگر قرآن پاک خود ان کی اپنی تصنیف ہوتی، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور اس کی پوری وضاحت فرماتے، مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ خلاقِ عالم جل شانہ نے شاید اس عقیدہ کو کمپیوٹر کے دور کے لیے رکھ چھوڑا تھا۔

آپ قبل ازیں پڑھ چکے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، وہ ”سورۃ اقرآن“ کی ابتدائی پانچ آیات مقدسہ پر مشتمل تھی اور چوتھی وحی سورۃ مدثرہ کی ایک سے لے کر تیس تک آیات مقدسہ کی صورت میں نازل ہوئی۔ تیس نمبر آیت مبارکہ یعنی ”عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشْرَةَ رَيْبًا“ تک یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اس وحی میں اس سورۃ مبارکہ

کی تکمیل کی بجائے مذکورہ آیت مبارکہ کے بعد پہلی سورۃ اقرار کی بقیہ چودہ آیات عطا فرمادی گئیں اس طرح سورۃ اقرار کی ۱۹ آیات مکمل ہو گئیں۔

**۱۹ کے عدد کی تفصیل** جب ہم اس انیس کے عدد کی تفصیل میں جاتے ہیں تو ایسے حیرت انگیز

حقائق سامنے آتے ہیں کہ ضمیر انسانی بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ **وَاللّٰهُ مَا هٰذَا** کلام البشر یعنی خدا کی قسم یہ انسانی کلام ہی نہیں۔ کچھ تفصیلات ملاحظہ فرمائیے،  
 (۱) پہلی وحی جو حضور خواجہ کو نبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نازل کی گئی، وہ سورۃ اقرار کی پہلی پانچ آیات مقدسہ ہیں، ان آیات کے الفاظ کی تعداد انیس ہے یعنی پہلی وحی تو نازل ہوئی جس کو جبرائیل لے کر آئے وہ انیس الفاظ پر مشتمل نظام خداوندی تھا۔

(۲) قرآن پاک میں ۱۱۴ سورتیں ہجو کہ ۱۹ کو ۶ سے ضرب دینے کا حاصل ہے

$$۱۱۴ = ۶ \times ۱۹$$

(۳) اگر آپ قرآن پاک کی سورتوں کو آخر سے پیچھے کو گننا شروع کریں یعنی پہلے

والنّاس پھر فلق پھر قل ہو اللہ شریف تو ٹھیک ۱۹ ویں نمبر پر سورۃ اقرار آجوں کہ پہلی

لے ۱۹ کے ہندسے میں ایک دہائی اور نو اکائیاں ہیں۔ گنتی میں مکمل اور قدرتی ہندسہ ایک سے کم

اور نو سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا کوئی بھی فلا سفر ۹ سے بڑا ایک عدد والا ہندسہ نہیں لاسکتا۔ گویا اس

عدد ۱۹ نے ایک سے ۹ تک کے تمام ہندسوں کو اپنے احاطہ میں لے لیا اور ۹ کا ہندسہ ایک ایسا ہندسہ

ہے کہ اسے ایک سے لے کر کسی بھی بڑے سے بڑے ہندسے سے ضرب دی جائے اور حاصل ضرب کو آپس میں

جمع کر کے ایک ہندسہ میں جواب لائیں، تو ۹ ہی آتے گا، مثلاً  $۵ \times ۹ = ۴۵$  جواب جمع کریں  $۴ + ۵ = ۹$

ایسے ہی  $۹ \times ۱۵۴ = ۱۳۸۶$  اب اسے آپس میں جمع کیجئے  $۶ + ۸ + ۳ + ۱ = ۱۸$  ایک عدد میں جواب

لے کے لیے مزید جمع کیجئے  $۸ + ۱ = ۹$  اسی طرح کسی بھی مکمل عدد سے ۹ کو ضرب دے کر حاصل ضرب کو

مذکورہ بالا طریقہ سے جمع کیجئے، جواب ۹ ہی آئے گا۔ ۱۲ واللہ تعالیٰ اعلم،

وحی ہے آتی ہے۔

(۴) قرآن پاک کے آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی جاتی ہے۔ بسم اللہ کے حروف کی تعداد بھی اسی ہے اور یہ بات کس قدر حیران کن ہے کہ بسم اللہ شریف میں آٹھ والے چاروں الفاظ یعنی اسم، اللہ، الرحمن، الرحیم۔ قرآن مجید میں جتنی بار آتے ہیں، وہ ۱۹ بار پورے پورے تقسیم ہو جاتے ہیں، کسی ایک لفظ کی کمی بیشی نہیں، مثلاً،  
لفظ اسم قرآن پاک میں کل ۱۹ بار آیا۔

لفظ اللہ ۲۶۹۸ مرتبہ آیا جو کہ ۱۴۲ کو ۱۹ سے ضرب دینے کا حاصل ہے،

$$(۲۶۹۸ \div ۱۹ = \text{جواب } ۱۴۲)$$

لفظ الرحمن ۵۷ مرتبہ آیا جو کہ ۳ × ۱۹ کا حاصل ہے (۵۷ ÷ ۱۹ = جواب ۳)

لفظ الرحیم ۱۱۴ مرتبہ آیا جو کہ ۶ × ۱۹ کا حاصل ضرب ہے (۱۱۴ ÷ ۱۹ = جواب ۶)

ان الفاظ کا قرآن مجید میں اس قدر چھ تلی انداز میں مرقوم ہونا محض اتفاقی بات نہیں، بلکہ خلاق عالم جل شانہ کی قدرت کاملہ کی ایک عظیم دلیل اور حقانیت قرآنی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔  
(۵) جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید میں سورتوں کی کل تعداد ۱۱۴ ہے جو

کہ ۶ × ۱۹ کا حاصل ضرب ہے اور اسی طرح بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تعداد بھی ۱۱۴ ہے۔ بسم اللہ شریف سورۃ النمل میں دو مرتبہ آتی۔ ایک مرتبہ آغاز میں اور ایک مرتبہ

متن میں، جبکہ سورۃ التوبہ کے آغاز میں بسم اللہ شریف نہیں آتی۔ کسی بھی معتبر تفسیر یا روایت میں اس کی وضاحت حضور علیہ السلام سے منقول نہیں، ہاں البتہ مفسرین کرام نے اپنے اپنے خیال کا اظہار

ضرور فرمایا۔ آخری فیصلہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سورۃ کے ابتداء میں نہیں پڑھی اور بس

معاندین قرآن غور کریں  
معاندین قرآن غور کریں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی تصنیف ہوتی تو ضرور وجہ بیان فرما دیتے، بلکہ یہ پورا مضمون جو کہ ۱۹ کے ہندسہ کے تحت لکھا جا رہا ہے۔ اس میں

لے، خیال رہے سورۃ مبارکہ کے ابتداء میں بھی بسم اللہ شریف، سورۃ کا جز نہیں — ۱۲ منہ



مندرجہ تمام رازوں سے پردہ اٹھا دیتے اور اُس زمانے کے فضلاء و شعراء کو بایں الفاظ پہنچ فرماتے کہ اے دنیا والو! میری اس لاجواب و بے مثال تصنیف جیسی کوئی تصنیف پیش کر دو کہ جس کا پورا حسابی نظام کسی ایک جامع ہندسہ کے تحت ہو، مگر یوں نہیں فرمایا، بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ: "اگر تمہیں کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں شبہ ہے تو اس کی مثل بنا لاؤ۔" اور ساتھ ہی یہ خبر بھی دے دی کہ "اگر تمام جن دانش بھی جمع ہو کر کوشش کریں تو بھی اس کی مثل نہ بنا سکیں گے" (۱۷۱) یہ تو سب کچھ فرمادیا، لیکن متن قرآنی کے عجیب و غریب رازوں سے پردہ نہ اٹھایا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اسے کمپیوٹر کے دور کے لیے رکھ چھوڑا تھا کہ اس انتہائی ترقی یافتہ سائنسی دور میں بھی ترتیب قرآنی ایک بلبل مچا دے۔

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سورۃ التمل حضرت  
**سُورَةُ التَّوْبَةِ وَسُورَةُ التَّمْلِ** سلیمان علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا گیا۔ اس  
 میں ملکہ سبا کو لکھے جانے والے خط کا بھی ذکر کیا گیا، جس کی ابتداء حضرت سلیمان علیہ السلام  
 نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے کی تھی۔ اس طرح سورۃ التمل میں  
 بسم اللہ شریف دو دفعہ آگئی، چنانچہ سورۃ التوبہ کے ابتداء میں بسم اللہ شریف نہیں۔ اگر یہاں  
 بھی ہوتی تو بسم اللہ کی تعداد ۱۱۵ ہو جاتی جو کہ ۱۹ پر پوری تقسیم نہ ہوتی، لیکن اگر اس سورۃ کو دوسری  
 سورتوں میں ضم کر دیا جاتا تو سورتوں کی تعداد ۱۱۳ رہ جاتی اور اس طرح ہندسہ بھی ۱۹ پر  
 پورا تقسیم نہ ہوتا۔ گویا ترتیب قرآنی اور متن قرآنی سب اُس قادرِ مطلق جل شانہ کی قدرت  
 کا عجیب شاہکار ہے۔

حروف مقطعات ان حروف  
**حُرُوفِ مَقْطَعَاتٍ اَوْرِۡۤا كَا ہندسہ** کو کہا جاتا ہے کہ جو حرف تہجی  
 مفرد شکل میں قرآن پاک کی بعض سورتوں کے ابتدا میں آئے۔ یہ قرآن کی ۲۹ سورتوں کے شروع  
 میں آئے مثلاً سورۃ البقرہ شریف کے ابتداء میں ہے، "الھم ان حروف کا حقیقی معنی و مفہوم

کیا ہے۔ ان مخصوص الفاظ CODE WORD کے حقیقی مفہوم کو یا تو خلاق عالم جل شانہ جانتا ہے یا پھر اُس کے بتانے سے اُس کے محبوب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ لیکن جب ظاہری طور پر بذریعہ کمپیوٹر اس پر غور کیا گیا، تو عقل انسانی حیران رہ گئی کہ یہ سب اُس پیچیدہ قرآنی نظام کا ایک حصہ ہیں کہ جس کا ہر حرف اپنی جگہ بے مثال طریقہ سے متعلق ہے جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا جا چکا ہے کہ یہ کلام الہی کی کلیدی آیت بسم اللہ شریف بھی ۱۹ حروف پر مشتمل ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حروف مقطعات کا ۱۹ کے ہندسے سے کیا تعلق ہے۔ حروف مقطعات کے سیٹ جو کل ۲۹ سورتوں کے ابتداء میں آتے تو ان کی تعداد ۱۲ ہے۔ ملاحظہ ہوں،

- (۱) ایک حرفی سیٹ: ص، ق، ن کل تعداد: ۳  
 (ب) دو حرفی سیٹ: طط، ییس، حح، طس کل تعداد: ۴  
 (ج) تین حرفی سیٹ: الت، الر، طسم، عسق کل تعداد: ۴  
 (د) چار حرفی سیٹ: التمر، المص کل تعداد: ۲  
 (۵) پانچ حرفی سیٹ: کھیعص کل تعداد: ۱

جملہ سیٹ: ۱۲

ان حروف مقطعات میں جو حروف تہجی استعمال ہوتے وہ یہ ہیں،

- (۱) الف (۲) ح (۳) س (۴) ص (۵) ط (۶) ع (۷) ق (۸) ک (۹) ل (۱۰) م (۱۱) ن (۱۲) ہ (۱۳) ی — یعنی کل ۱۲ حروف تہجی۔ اب حساب لگائیے، جملہ سیٹ ۱۲ + حروف ۱۲ = ۲۴  
 (جن سورتوں کے ابتداء میں آتے) ۲۹ = ۵۷ اور یہ ۱۹ پر پورا تقسیم ہوتا ہے — یعنی،  
 $57 \div 19 = 3$  — اب مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیے،

(۱) پہلے حرف ص کو لیجئے، یہ حرف قرآن پاک میں تین سورتوں کے شروع میں آیا۔

یعنی سورۃ الاعراف میں اَلْمَثَّصِ کی شکل میں اور سورۃ مریم میں كَتَّطِيعَصَّ کی صورت میں اور سورۃ ص میں حرف واحد کے طور پر ان تینوں سورتوں میں حرف "ص" کی کل تعداد ۱۵۲ ہے جو کہ  $۸ \times ۱۹ = ۱۵۲$  کا جواب ہے (۱ = ۱۹ ÷ ۱۵۲)

ایک اور تعجب خیز بات یہ کہ سورۃ الاعراف کی آیہ مبارکہ ۱۹ میں ایک لفظ بَصَّطَةَ آیا ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ حرف "س" کے ساتھ لکھا جاتا ہے، مگر جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ حکم بھی ہوا کہ اس لفظ کو "ص" کے ساتھ لکھا جائے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟؟؟ آج اس حقیقت سے پردہ ہٹا کہ اگر یہاں اس لفظ کو "س" کے ساتھ لکھا جاتا، تو اس سورت میں ایک "ص" کم ہو جاتا اور حرف "ص" کی تعداد ۱۵۲ کی بجائے ۱۵۱ رہ جاتی جو ۱۹ سے قابل تقسیم نہ ہوتی اور یوں قرآن پاک کا حسابی نظام درہم برہم ہو جاتا۔

(۲) اب صرف "ق" کو لیں، یہ حرف دو سورتوں کے شروع میں آتا ہے ایک سورۃ "ق" میں ایک حرف کی شکل میں اور دوسرے سورۃ شوریٰ میں "حَمْرَعَسَق" کی صورت میں۔ ان میں سے ہر سورت میں "ق" ۵۷ بار آیا ہے۔ سورۃ "ق" چھوٹی سی سورت ہے اور "ق" آسانی سے گنے جاسکتے ہیں، جبکہ سورۃ الشوریٰ ایک لمبی سورت مگر "ق" کی تعداد اس میں بھی پوری ۵۷ ہی ہے۔ اس طرح دونوں سورتوں کے حرف "ق" کا مجموعہ  $۵۷ + ۵۷ = ۱۱۴$  بنتا ہے۔ یہ نہ صرف ۱۹ پر پورا تقسیم ہوتا ہے بلکہ یہ عدد قرآن پاک کی پوری سورتوں کی تعداد بھی ہے۔ حرف "ق" جو لفظ قرآن کا پہلا حرف ہے۔ اگر اسے لفظ قرآن کا ہم معنی یا مخفف تسلیم کر لیا جائے اور ایسا کرنا ہے بھی بالکل درست ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی کوہی تشکیلی حسابی کے تحت ۱۱۴ سورتوں سے ہوتی نہ کم نہ زیادہ۔

اب سوچیے

اب سوچیے کہ کس نے یہ ترتیب قائم کی کہ "ق" دو سورتوں کے شروع میں آئے گا اور دونوں میں ۵۷، ۵۷ بار ہی آئے گا۔

اور حاصل جمع قرآن پاک کی پوری سورتوں کے عدد کی دلیل ہو گا۔ یقیناً یہ نظام قرآن مجید کے

نزول سے کہیں پہلے سے ہی لوح محفوظ پر ترتیب دیا گیا ہوگا اور یہ سارا نظام سوائے اس قادرِ مطلق جل شانہ کی قدرت کے کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ پھر یہ راز چودہ سو سال پوشیدہ رہا اور اب اس کا ظہور ہوا۔ پیشتر اس کے کہ ہم مزید آگے بڑھیں۔ ایک اور حیران کن واقعہ بیان کرنا ضروری ہے کہ عام طور پر قرآن پاک میں ازمنہ قدیم کی قوموں کا ذکر لفظ قوم سے مذکورہ ہوا، مثلاً قوم نوح، قوم عاد، قوم موئی، قوم ثمود، قوم لوط وغیرہم، مگر سورۃ "ق" کی تیرھویں آیت مبارکہ میں ارشاد خداوندی ہے: "وَعَادُ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ" حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر اس کے علاوہ بارہ دفعہ آیا اور ہر بار اسے قوم لوط کہا گیا اور یہاں انخوان لوط خصوصاً کیوں کہا گیا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ اگر یہاں بھی لفظ قوم استعمال ہوتا تو ایک قاف بڑھ جاتا اور اس سورت میں حرف "ق" کی تعداد بجائے ۵۷ کے ۵۸ ہو جاتی جو کہ ۱۹ پر پوری پوری تقسیم نہ ہوتی۔ اس طرح یہ تمام حسابی نظام تہس نہس ہو جاتا۔ اسی طرح اگر چودہ سو سال کے عرصہ میں ان سورتوں میں ایک "ق" کی بھی کمی بیشی ہو جاتی تو قرآن کریم کا یہ معجزاتی نظام جو کہ اب آشکارا ہوا ہے۔ کسی طرح بھی ظاہر نہ ہوتا۔ اگر ظاہر ہو بھی جاتا تو شک و شبہ کی بنا پر کوئی اسے قبول کرنے کو تیار نہ ہوتا۔ پتہ چلا کہ اس آخری پیغام خداوندی کے ایک ایک حرف پر مکمل کنٹرول کیا گیا ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی و تحریف نہ ہوتی ہے اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔ یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہا ہے اور رہے گا۔ واللہ الحمد۔

(۳) اب حرف "ن" کی طرف آئیے۔ یہ حرف مفرد انداز میں سورۃ القلم کے شروع میں آیا ہے۔ اس پوری سورت میں حرف "نون" کی تعداد ۱۳۳ ہے جو کہ ۱۹ × ۷ کا حاصل ہے

$$(133 \div 19 = 7)$$

(۴) اب ان سورتوں کو دیکھیں کہ جن کی ابتداء ایک سے زیادہ حرفوں سے ہوتی ہے، تو ہمیں ایک حیران کن حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ ان سورتوں میں ہر حرف اکیلا اکیلا جمع کر کے ۱۹ تقسیم کیا جائے، تو پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ یہ حرف جن جن سورتوں کے

شروع میں آتے ہیں، ان سورتوں میں اگر ان حروف کی تعداد کو اکٹھا کر کے جمع کریں تو بھی ۱۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسا حسابی نظام ہے کہ جو قدرتِ انسانی سے ماوریٰ اور محیر العقول کرشمہ قدرت ہے۔ مثلاً:

(ا) سُوْرَةُ طٰہ میں حروفِ مقطعات ط اور لا ہیں۔ اس صورت میں ”ط“ ۲۸ مرتبہ اور ”ھ“ ۳۱۴ بار آیا۔ ان کا مجموعہ:  $28 + 314 = 342$  ہے جو کہ  $18 \times 19$  کا حاصل ہے ( $342 \div 19 = 18$  جواب ۱۸)

(ب) سُوْرَةُ یٰس میں بھی ”ی“ اور ”س“ دو حرف ہیں۔ اس سُوْرَةُ مبارکہ میں ”ی“ کی تعداد ۲۳۷ اور ”س“ کی تعداد ۴۸ ہے۔ ان کا مجموعہ  $237 + 48 = 285$  جو کہ ۱۵ مرتبہ ۱۹ پر تقسیم ہو جاتی ہے۔ ( $285 \div 19 = 15$  جواب ۱۵)

## بذریعہ کمپیوٹر ایک اور محیر العقول انکشاف

قرآن مجید کی ۲۹ سورتوں کی ابتداء میں جو حروفِ مقطعات آتے ہیں۔ یہ حروف جتنی بار ان سورتوں میں آتے ہیں۔ ان کا مجموعہ ہر حال میں ۱۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حروفِ مقطعات میں آئمہ مندرجہ ذیل سورتوں کے ابتداء میں آتے،

سُوْرَةُ	ابتدائی حروف	تعداد (۱)	تعداد (د)	تعداد (م)	ٹوٹل
البقرۃ	آئم	۴۵۹۲	۳۲۰۴	۲۱۹۵	۹۹۹۱
آل عمران	آئم	۲۵۷۸	۱۸۸۵	۱۲۵۱	۵۷۱۴
العنکبوت	آئم	۷۸۴	۵۵۴	۳۴۷	۱۶۸۵
التوٰم	آئم	۵۴۵	۳۹۶	۳۱۸	۱۲۵۹

نام سورتہ	ابتدائی حروف	تعداد (ر)	تعداد (د)	تعداد (م)	کُل
لقمان	الْقَمْر	۳۴۸	۲۹۸	۱۷۷	۸۲۳
المتجدد	الْمَجْد	۲۶۸	۱۵۴	۱۵۸	۵۸۰
الرعد	الرَّعْد	۶۲۵	۴۷۹	۲۶۰	۱۳۶۴
الاعراف	الْأَعْرَافِ	۲۵۷۲	۱۵۲۳	۱۱۶۵	۵۲۶۰
ان سورتوں میں کل الف		۱۲۳۱۲	۸۴۹۳ (ر)	۵۸۷۱ (م)	۲۶۶۷۶

$$(ر) ۱۲۳۱۲ \div ۱۹ = ۶۴۸ \text{ (ر)} \quad ۸۴۹۳ \div ۱۹ = ۴۴۷$$

$$(م) ۵۸۷۱ \div ۱۹ = ۳۰۹ \text{ (م)} \quad ۲۶۶۷۶ \div ۱۹ = ۱۴۰۴$$

(۲) حروف مقطعات میں سے ال کے مندرجہ ذیل سورتوں کے ابتداء میں آئے۔

یہ بھی ۱۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جاتے ہیں:

نام سورتہ	ابتدائی حروف	تعداد (ر)	تعداد (د)	تعداد (م)	کُل
یونس	الْيُونُسُ	۱۳۵۳	۹۱۲	۲۵۷	۲۵۲۲
هود	الْحُودِ	۱۴۰۴	۷۸۸	۳۲۴	۲۵۱۶
یوسف	يُوسُفَ	۱۳۳۵	۸۱۲	۲۵۸	۲۴۰۵
ابراہیم	إِبْرَاهِيمَ	۵۹۴	۴۵۲	۱۶۰	۱۲۰۶
الحجر	الْحَجْرِ	۵۰۳	۳۲۳	۹۹	۹۲۵
الرعد	الرَّعْدِ	—	—	۱۳۷	۱۳۷

$$\text{کُل} (ر) ۵۸۷۱ + \text{کُل} (د) ۳۲۸۷ + \text{کُل} (م) ۱۲۲۵ = ۱۰۴۸۳$$

$$\text{مجموعی کُل} ۱۰۴۸۳$$

لہ اس میں پہلے حرف ال کو شمار کریں اور س کے چھوڑ دیں لہ اس میں صرف ال م ہی کو شمار کریں،

ص کو علیحدہ شمار کیا جائے گا لہ چونکہ التقریب سے گنا جا چکا ہے، اس لیے یہاں شمار نہ کریں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ

$$۱۹ \text{ پر پورا نہ آئے گا بلکہ پھر بھی پورا ہی ہوگا، مثلاً الرعد میں التقریب } ۱۳۶ + (م) ۱۳۷ = ۲۷۳ = ۱۵ \div ۱۹ = ۷$$

(۱)  $۱۸۷ = ۱۹ \div ۹۸$  (مجموعی ٹوٹل)  $۳۰۲ = ۱۹ \div ۱۵۸$  (ح)

(۲)  $۱۸۷ = ۱۹ \div ۹۸$  (مجموعی ٹوٹل)  $۳۰۲ = ۱۹ \div ۱۵۸$  (ح)

(۳) حروف مقطعات میں سے حتم مندرجہ ذیل سورتوں کے شروع میں آتے ہیں۔ یہ بھی ۱۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جاتے ہیں۔

نام سورت	ابتدائی حروف	تعداد (ح)	تعداد (م)	ٹوٹل
المؤمن	حَمَّ	۶۴	۳۸۹	۴۵۳
الحم السجدة	حَمَّ	۵۸	۲۷۶	۳۳۴
الزخرف	حَمَّ	۴۵	۳۱۷	۳۶۲
الدخان	حَمَّ	۱۶	۱۴۵	۱۶۱
الجاثية	حَمَّ	۳۱	۲۰۰	۲۳۱
الشورى	حَمَّ عَسَقٌ	۵۳	۳۰۸	۳۶۱
الاحقاف	حَمَّ	۳۷	۲۲۷	۲۶۴

ٹوٹل  $۳۰۲ + ۱۸۷ = ۴۸۹$

(ح)  $۳۰۲ = ۱۹ \div ۱۵۸$  (م)  $۱۸۷ = ۱۹ \div ۹۸$  (مجموعی ٹوٹل)  $۴۸۹ = ۱۹ \div ۲۵۷$

(۴) حروف مقطعات میں سے حتم عساق والی سورتیں۔

یہ صرف سورۃ الشوری کے ابتدا میں آتے ہیں، ان میں (ح) کی تعداد ۵۳ (م) کی تعداد ۳۰۸ (ع) کی تعداد ۹۹ (س) کی تعداد ۵۳ (ق) کی تعداد ۵۷ ہے جس کا مجموعی ٹوٹل ۵۷۰ بنتا ہے۔ یہ بھی دوسری سورتوں کے حروف مقطعات کی طرح ۱۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے (۵۷۰ = ۱۹ ÷ ۳۰)۔

(۵) حروف مقطعات میں (ط) اور (س) میں سے جن ٹوٹلوں کی ابتدا میں آتے ہیں، ان کی

لے یہاں صرف حتم کو شمار کریں، عساق جدا جدا شمار کیا جائے گا۔ ۱۲

مجموعی تعداد بھی ۱۹ پر تقسیم ہو جاتی ہے :

نام سورت	ابتدائی حروف	تعداد (ط)	تعداد (س)	کوٹل
النمل	طس	۲۷	۹۳	۱۲۰
الشعراء	طسم	۳۳	۹۳	۱۲۶
القصاص	طسم	۱۹	۱۰۰	۱۱۹
طہ	طہ	۲۸	—	۲۸
یس	یس	—	۲۸	۲۸
الشوری	عسعس	—	۵۳	۵۳
کوٹل : ۱۰۷ + ۳۸۷ = ۴۹۴				

مجموعی کوٹل : ۴۹۴ = ۱۹ × ۲۶ یا ۲۶ = ۱۹ ÷ ۴۹۴

(۶) حروف مقطعات میں سے "ص" ان سورتوں کے آغاز میں آیا، یہ بھی "۱۹" پر

تقسیم ہو جاتا ہے :

نام سورت	ابتدائی حروف	"ص" کی تعداد	کوٹل
ص	ص	۲۸	۲۸
الاعراف	التص	۹۸	۹۸
مریم	کھیتص	۲۶	۲۶
کوٹل : ۱۵۲ ÷ ۱۹ = ۸			

لہ اس جگہ میم کو نہیں شامل کیا گیا، جبکہ اس سورت میں "م" کی تعداد ۲۸۹ ہے ۱۲ لہ اس میں ص طس

ہی کو شمار کیا گیا ہے، جبکہ اس سورت میں "م" کی تعداد ۶۱ ہے ۱۲ لہ اس جگہ "ھ" کو شامل نہیں کیا گیا، جبکہ اس

سورت میں "ھ" کی تعداد ۳۱۴ ہے ۱۲ لہ اس جگہ "ی" کو شامل نہیں کیا، جبکہ "ی" کی تعداد اس سورت میں ۲۳۷ ہے

۵ لہ اس جگہ صرف حرف "س" لیا گیا ہے، باقی حروف کی تعداد قبل ازیں درج ہو چکی ہے۔ ۱۲



(۷) حروف مقطعات میں گھایعص والی سورۃ۔

یہ حروف سورۃ مریم کے آغاز میں آتے ہیں، ان کی تعداد درج ذیل ہے:

ک — ہ — ی — ع — ص — ط — و — ٹ — ل

$$۶۹۸ = ۲۶ + ۱۲۲ + ۳۴۵ + ۱۶۸ + ۱۳۷$$

یہ بھی ۱۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے۔

$$۶۹۸ = ۱۹ \times ۳۶$$

(۸) جیسا کہ پچھلے صفحات میں یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ حروف مقطعات قرآن مجید

فرقان حمید کی ۲۹ سورتوں کے آغاز میں آئے۔ انتہائی حیرت کا مقام ہے کہ جب ہم ان حروف کو مذکورہ سورتوں سے علیحدہ علیحدہ جمع کرتے ہیں تو ہر حرف کی تعداد "۱۹" پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے، مثلاً:

$$۱۶۴۹۹ = ۱۹ \times ۸۶۸۳ = ۱۹ \div ۱۶۴۹۹$$

$$۱۱۷۸۰ = ۱۹ \times ۶۲۰ = ۱۹ \div ۱۱۷۸۰$$

$$۸۶۸۳ = ۱۹ \times ۴۵۷ = ۱۹ \div ۸۶۸۳$$

$$۱۲۳۵ = ۱۹ \times ۶۵ = ۱۹ \div ۱۲۳۵$$

$$۱۵۲ = ۱۹ \times ۸ = ۱۹ \div ۱۵۲$$

$$۳۰۴ = ۱۹ \times ۱۶ = ۱۹ \div ۳۰۴$$

$$۱۱۴ = ۱۹ \times ۶ = ۱۹ \div ۱۱۴$$

$$۱۳۳ = ۱۹ \times ۷ = ۱۹ \div ۱۳۳$$

اتنی تفصیل اور غور و خوض کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کا

حسابی نظام اتنا پیچیدہ مگر منظم ہے کہ یہ انسانی عقل و دانش کے بس کی بات نہیں، بلاشبہ

تمام جن و انس مل کر بھی ایسی بے مثال محیر العقول تصنیف تیار نہیں کر سکتے۔ یہ قرآن پاک

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شاندار اور لازوال دائمی معجزہ ہے۔ بلاشبہ یہ کلام خدا بنی نوع انسان کے لیے ایک مکمل اور جامع منشور ہے جس کے قوانین فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم لی، اس لیے نہ تو اس میں تحریف ہوتی اور نہ آئندہ ہو سکتی ہے۔

**مقام تعجب** قارئین کرام! آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ یہ تحقیق ایک مصری محقق جناب شاد خلیفہ نے امریکہ میں کمپیوٹر پر ۱۹۷۶ء میں

اور خود یہ عدد ۱۹۷۶ بھی ۱۹ پر ۱۰۴ بار تقسیم ہو جاتا ہے:  $19 \times 104 = 1976$  اور یہ بسندہ ناچیز مولف کتاب ہذا جب یہ سطور تحریر کر رہا ہے۔ آج بروز پنجشنبہ ذوالحجہ مکرم کی ۲۸ تاریخ اور سن ہجری ۱۴۰۶ ہے اور یہ عدد بھی ۱۹ پر پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے؛ ملاحظہ فرمائیں،

$1406 \div 19 = 74 = 19 \times 4 = 76 = 19 \times 4$  (والحمد للہ تعالیٰ)

## بعض دیگر معجزات کا اجمالی ذکر

قرآن حکیم کے عظیم الشان معجزہ کے تذکرہ کے بعد اور بعض دیگر معجزات کے اجمالی ذکر سے قبل اہل انصاف حضرات کے سامنے کتاب ”محمد اینڈ اسلام“ کے مولف مشہور انگریز دانشور ”مسٹر بوسورث“ کی رائے پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ منصف مزاج مسیحی حقیقت کا اعتراف کرنے میں مجبور ہیں۔ ”مسٹر بوسورث“ کا بیان ہے؛

”بلاشبہ وہ دائمی معجزہ جس کا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعویٰ فرمایا تھا، وہ یہی قرآن کریم ہے اور حقیقت یہی ہے کہ وہ ایسا ہی ہے۔ جب ہم اس زمانہ کے حالات کا اندازہ لگاتے ہیں کہ جس میں آپ جیات تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبعین آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے حد و حساب احترام کا لحاظ کریں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی شخصیت کا گرجا کے پوپوں یا قرون وسطیٰ کے مقدس اور مقربین خدا عیسائیوں سے مقابلہ کیا جاتے تو ہم پر واضح ہو جاتے گا کہ (حضرت) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، کاسب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے کبھی از خود معجزات ظاہر کر سکنے کا دعویٰ نہیں کیا اور جو کچھ فرمایا اُسے کر دکھایا، جسے اُن (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متبعین نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ نیز آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف آپ کے صحابہ کرام نے کبھی ایسے معجزات منسوب نہیں کیے جو آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے ظاہر نہ ہوتے ہوں، یا آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف ان کے صدور کی نسبت نامناسب ہو پس آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اخلاص پر اس سے زیادہ یقینی دلیل اور کون سی ہو سکتی ہے؟ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اپنی آخری عمر تک وہی دعویٰ فرماتے رہے جو آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ابتدا رسالت میں فرمایا تھا کہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) واقعی خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ بلند فلسفہ اور سچی مسیحیت بالآخر کسی کسی دن اس حقیقت کا ضرور اعتراف کر کے رہے گی۔“ لہ

قارئین کرام! آپ نے ایک انگریز دانشور کا خیال پڑھا۔ اندازہ فرمائیے کہ حق کو چھپانا کس قدر مشکل ہے۔ ہم مسٹر پوسورٹ، کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے خود بھی اعتراف کیا اور اپنا عقیدہ بھی ظاہر کیا کہ ایک نہ ایک دن تمام مسیحی دانشور اس حقیقت کا ضرور اعتراف کریں گے۔

**شوق القمر** شوق القمر یعنی چاند کا پھٹنا یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم الشان معجزات میں سے ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید سورۃ القمر میں ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم اور ان کے سوا دیگر کتب احادیث و سیر میں یہ واقعہ بصرحت نامہ موجود ہے۔ اس معجزہ کے راوی حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت

لے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حذیفہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ صحابہ کرام اور کفار مکہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ چاند کے دو ٹکڑے پہاڑ کے دو جانب موجود تھے۔ کفار مکہ چلانے لگے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چاند پر جادو کر دیا ہے۔ پھر فیصلہ یہ ہوا کہ اردگرد سے آنے والے مسافروں سے پوچھا جائے کہ انہوں نے بھی اپنے علاقوں میں چاند کو پھٹا ہوا دیکھا کہ نہیں، چنانچہ گرد و نواح سے آنے والے مسافروں سے پوچھا تو انہوں نے بھی گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے آسمان پر چاند کو دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوتے دیکھا۔ شق القمر کا یہ انتہائی اہم و عظیم واقعہ ہجرت سے پانچ سال قبل پیش آیا۔ اہل ایمان و انصاف کے لیے یہ بات یقیناً انتہائی اہم ہوگی کہ اجنبی حیرت نے اس سلسلہ میں ایک مقالہ شائع کیا جس کا عربی ترجمہ ایک عربی جریدہ "الانسان العربیہ" نے شائع کیا جس کا ماہی حاصل یہ ہے کہ صاحب مقالہ نے بتایا کہ میں نے چین میں ایک قدیم عمارت دیکھی جس پر لکھا ہوا تھا کہ فلاں سنہ میں کہ جس سال ایک عظیم آسمانی واقعہ یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانے والا واقعہ پیش آیا تھا، یہ عمارت تعمیر کی گئی۔ جب مولف نے حساب لگایا تو وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شق القمر کے معجزہ والے سال سے بالکل مطابق تھا۔

## کھانے پانی میں فراوانی

کھانے اور پانی وغیرہ میں فراوانی کے بہت سے واقعات کتب احادیث و سیر میں مذکور ہیں، اس جگہ انتہائی اختصار سے چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران ہم نے تین روز تک کوئی چیز نہ کھائی۔ میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے دریافت کیا تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے، کیونکہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

لہ القرآن سورة القمر له مداسج النبوة جلد ۱۱ محمد رسول اللہ

علیہ وآلہ وسلم سخت بھوکے ہیں۔ میری بیوی نے ایک تھیلی نکالی، اس میں ایک صاع جو تھے اور ایک بکری کا بچہ ہمارے پاس تھا، میں نے اُس کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جو پیسے اور ہم نے اُس گوشت کو ہانڈی میں ڈالا اور میں نے چپکے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی ہم نے ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو پیسے ہیں، آپ تشریف لائیں اور چند ایک اصحاب کو بھی ساتھ لے لیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پکار کر فرمایا: اے اہل خندق، جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے، تم جلد ہی چلو، پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (مجھے) فرمایا: اے جابر! میرے آنے تک اپنی ہنڈیا کو نہ اتارنا اور آمانہ پکانا۔ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے تو میں نے (گندھا ہوا) آٹا پیش کیا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو روٹیاں پکائے اور چمچ کے ساتھ گوشت نکالو، لیکن ہنڈیا کو چولہے سے نہ اتارنا۔ خندق (کھودنے) والے ہزار آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پھر بھی باقی بچ گیا۔ وہ سب کے سب کھا کر چلے گئے، جبکہ ہماری ہنڈیا ابھی (اُسی طرح) جوش مارتی تھی اور آٹا بھی اتنا ہی موجود تھا۔

ابن اسحاق بیہقی، حافظ ابی نعیم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ مبارکہ **وَإِنذُرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان کے چالیس افراد کی دعوت کی ان میں تقریباً ہر شخص ایک فریق دودھ پینے والا اور تنہا ایک سالم بکری کھانے والا تھا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ان افراد کے لیے صرف ایک بکری کے پائے اور صاع غتے سے کھانا تیار کروانے کا حکم دیا اور ایک پیالہ دودھ بھی مہیا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جب وہ آگئے تو ان کے سامنے وہ کھانا پیش کیا گیا۔ ان سب نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ خدا تعالیٰ کی قسم ابھی کھانا اتنا ہی موجود تھا، جتنا کہ پہلے تھا، البتہ کھانے پر انگلیوں کے نشانات ضرور تھے۔

لہ تقریباً ۱۱ کلوگرام لہ دوسری روایت میں ہے کہ ہنڈیا میں بھی لعاب دہن ڈالا۔ بخاری و مسلم شریف لہ ایک ہیجانہ۔

پھر میں نے دودھ کا پیالہ لاکر اُن کو پیش کیا۔ ان لوگوں نے اتنا دودھ پیا کہ اُن کے پیٹ میں کوئی گنجائش نہ رہی، مگر دودھ کا پیالہ ختم نہ ہو سکا۔ یہ دیکھ کر ابوہریرہ بولا، تمہارے صاحب نے تم پر جادو کر دیا ہے اور میں نے آج جیسا جادو کبھی نہیں دیکھا۔ یہ سن کر سب کے سب منتشر ہو گئے اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُن کو نصیحت نہ کر سکے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنی بیوی اور میری ماں) اُمّ سلیم سے کہا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز میں کچھ کمزوری سی محسوس کی ہے۔ غالباً آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ کے ہیں، کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اُمّ سلیم نے جوگی (ایک روٹی نکال کر دے دی) اُس وقت گھر میں یہی کچھ تھا، میں بلانے کے لیے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تمہیں ابی طلحہ نے بھیجا ہے؟ پھر تمام صحابہ کرام کو ساتھ لے کر ہمارے گھر کی جانب چل پڑے۔ میں فوراً گھڑ آیا اور صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ابی طلحہ بولے، اُمّ سلیم! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعتِ صحابہ کے ساتھ تشریف لارہے ہیں، جبکہ ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے۔ اُمّ سلیم نے کہا، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ غرض سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو میری والدہ نے روٹی پیش کر دی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ روٹی کو توڑ کر اُس پر تھوڑا سا گھی ڈال دو۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کھانے پر دُعا پڑھی اور فرمایا: دس آدمیوں کو بلا لاؤ تاکہ وہ کھانا کھاتیں۔ دس آدمی آئے اور خوب سیر ہو کر چلے گئے۔ اسی طرح دس، دس آئے گئے اور سیر ہو کر کھاتے گئے۔ یہ ستر یا اسی آدمی تھے، جنہوں نے کھانا کھایا۔ پھر ہم تمام اہل خانہ نے کھانا کھایا۔ وہ کھانا جو صرف جوگی ایک روٹی سے تیار ہوا تھا، پھر بھی کافی بچ گیا، حتیٰ کہ ہم نے اسے پڑوسیوں میں تقسیم کر دیا۔ بخاری نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی کہ ہم ایک

اے خصائص کبریٰ جزا اول اے خصائص کبریٰ جز ثانی (تھوڑے سے فرق سے بخاری و مسلم)

سفر میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آگیا۔ ہمارے پاس بہت ہی تھوڑا سا پانی بچا ہوا تھا، وہ سب ایک پیالے میں ڈال کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اُس پیالے میں ڈال دیا اور انگلیاں کھول دیں اور فرمایا، تم وضو کرو، اللہ تعالیٰ برکت دے گا، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ، میں نے دیکھا کہ انگشتان مبارک سے پانی کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔ تمام لوگوں نے وضو بھی کیا اور خوب سیراب ہو کر پانی بھی پیا، اس وقت ہم ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) آدمی تھے۔ ۱۷

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبا کی جانب تشریف لے گئے، وہاں ایک جگہ بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ایک اتنا چھوٹا پیالہ لایا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مقدس کی صرف چار انگلیاں ہی داخل ہو سکیں، جبکہ انگوٹھا باہر ہی رہا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: آؤ اور پانی پی لو، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے بہہ رہے تھے اور سب لوگ اس ایک پیالے سے سیراب ہو گئے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اُس وقت کس قدر آدمی تھے؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اندازاً سو آدمی۔ ۱۸

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو باگاہ

## بیماروں کا شفا پائے ہونا

۱۷ خصائص کبریٰ جز ثانی ۱۷ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پانی میں اضافہ کے ضمن میں خصائص کبریٰ جلد اول کے صرف اس باب میں تیس ماہادیت مبارکہ نقل فرمائیں۔ اگر تمام کتب احادیث و سیر سے ایسے واقعات تلاش کیے جائیں تو سینکڑوں احادیث مبارکہ مل سکتی ہیں کہ شفا، امراض کے واقعات بھی بہت کثرت سے ہیں یہاں چند ایک نقل کیے جاتے ہیں۔ ۱۲

رسالت مآب (صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ) میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے بیٹے کو جنون کا مرض ہے اور یہ صبح و شام کھانا کھانے کے وقت شروع ہوتا ہے، چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اُس لڑکے کے سینے پر پھیرا اور دعا کی تو معاً اس لڑکے نے اُلٹی رتے کی اور اس کے پیٹ سے درندے کے نچے کی طرح کوئی کالی سی شے نکل کر بھاگ گئی اور لڑکا صحت یاب ہو گیا۔ ۱۷

حضرت حبیب بن فدیك رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اُن کی آنکھیں اندھی ہو کر سفید ہو گئی تھیں۔ ان کے والد ان کو بارگاہ نبوی میں لے کر حاضر ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ پڑھ کر دم فرمایا تو اُسی وقت بینائی واپس آگئی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اسی برس کی عمر میں بھی سُوتی میں دھاگہ ڈال لیتا ہوں۔ ۱۸

حضرت ثمر جیل الجعفی کہتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں گانٹھ سی تھی جس سے مجھے سخت تکلیف تھی۔ میں تلوار یا گھوڑے کی عیاگ نہ پکڑ سکتا تھا۔ میں سنا حاضر خدمت ہو کر اپنی مرض کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاتھ پر پھونک ماری اور گانٹھ پر اپنا دست مقدس رکھ دیا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اٹھایا تو گانٹھ کا نشان تک بھی نہ تھا۔ ۱۹

حضرت امیض بن جمال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے چہرے پر داغ تھی جس کی وجہ سے میرا چہرہ برس کی مانند سفید ہو گیا تھا اور داد نے میری ناک (کی ہڈی) کھالی تھی (میں حاضر خدمت ہوا تو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی اور اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا تو میرا تمام چہرہ صاف اور خوبصورت ہو گیا اور "داد" کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ ۲۰

غزوة خیبر میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی آنکھیں دکھنی تھیں حضور

۱۷ داری، مشکوٰۃ ۲، بیہقی، خصائص، درقانی، ۱۷۰ خصائص کبریٰ جز ثانی ۱۷۰ مذکورہ



نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں میں لعابِ دہن لگا دیا تو وہ اسی وقت شفا یاب ہو گئیں۔ لہ

غارِ ثور میں حضرت ابی بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سانپ نے ڈس لیا جس سے آپ کو سخت تکلیف ہوئی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زخم پر اپنا لعابِ دہن لگایا، تو فوراً شفا حاصل ہو گئی۔ لہ

میدانِ بدر میں حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بنائی حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر ابو جہل پر حملہ کیا تو ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے حضرت معاذ پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ اُن کا بازو کٹ کر لٹک گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا کٹا ہوا بازو لے کر بارگاہِ فیضِ درجت میں حاضر ہو گئے۔ تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کٹا ہوا بازو اپنے دستِ رحمت میں لے کر لعابِ دہن لگایا اور کندھے سے لگا دیا تو بازو اسی وقت جڑ گیا، گویا کہ اس پر کوئی زخم ہی نہ تھا۔

عبید بن یساق کہتے ہیں کہ ایک غزوہ میں میرے شانے پر تلوار کی ایسی ضرب لگی کہ میرا بازو لٹک گیا، میں اسی حالت میں حاضر خدمت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعابِ دہن لگا کر میرا بازو کندھے سے چسپاں کر دیا تو وہ فوراً ہی جڑ گیا، چنانچہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے ہی اُس شخص کو قتل کر دیا کہ جس نے مجھے زخم لگایا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں میری پٹلی پر شدید زخم آ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ دم فرمایا تو اسی گھڑی شفا ہو گئی۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ روزِ احد تیر لگنے سے نکل کر رخسار پر آ گئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنکھ کو اپنے ہاتھ پر رکھا تو بارگاہِ رسالتِ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میری حالت

لہ مدارج النبوة، بخاری شریف، مشکوٰۃ مناقب ابی بکر، شفا شریف، خصائص کبریٰ جز ثانی۔  
ہے بخاری شریف۔

دیکھی تو روپڑے اور میرے ہاتھ سے آنکھ لے کر اس کے حلقے میں رکھا اور دعا کی کہ اے اللہ جس طرح اس کو تیرے نبی کے چہرے کی حفاظت میں اسے زخم پہنچا ہے، ایسے ہی اس کے چہرے کو درست فرما دے اور اس آنکھ کو دوسری سے بہتر بنا دے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ اسی وقت درست ہو گئی اور مرتے دم تک اس میں نہ کبھی درد ہو نہ نظر میں کمی آئی۔ ۳۰

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ملاعب الاسنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیجا، ان کے پیٹ میں رمل (مچھوڑا) ہو گیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رمل کا ایک ڈھیلا لیا، اس پر لعاب دہن ڈالا اور اس شخص کو دے کر فرمایا: اس ڈھیلے کو پانی میں گھول کر ملاعب الاسنہ کو پلا دو، حسب الحکم عمل کیا گیا، تو اسی وقت ان کو شفا ہو گئی۔ ۳۱

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو رافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے گئے تو پاؤں زہینہ (سیرھی) سے پھسل گیا اور وہ زمین پر گر پڑے جس سے ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹوٹی ہوئی ہڈی پر اپنا دست شفا پھیرا تو وہ فوراً جڑ گئی، اور حضرت عبداللہ شفا یاب ہو گئے۔ ۳۲

امام بیہقی نے دلائل النبوة میں روایت نقل فرمائی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی، اس نے عرض کیا کہ آپ میری بیٹی کو زندہ فرمائیں، تب ایمان لاؤں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی قبر پر لے چلو، قبر پر جا کر حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا، تو لڑکی نے عرض کیا: بَتِّيكَ وَ سَعْدِيكَ (حاضر ہوں) میں آپ کی تابع فرمان ہوں، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

لے مدارج النبوة، طبرانی، ابی نعیم ۳۱ خصائص کبریٰ جز ثانی ۳۱ بخاری شریف

نے فرمایا، کیا تو پسند کرتی ہے کہ تو دنیا میں پھرتی رہے۔ اُس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، خدا تعالیٰ کی قسم، میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے والدین سے بہتر (رحیم و کریم) پایا ہے۔ میں نے آخرت کو دنیا سے اچھا پایا ہے۔ یعنی میں واپس آنا نہیں چاہتی،

روزِ خندق حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دو لڑکوں کی موجودگی میں بکری ذبح کی، تو یہ دونوں بچے اپنے مکان کی چھت پر گئے اور اپنے باپ کی نقل میں ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو ذبح کر دیا۔ اُن کی ماں کو صورتِ حال کا علم ہوا تو وہ جلدی جلدی چھت پر پہنچیں۔ ماں کے ڈر سے دوسرے بچے نے بالا خانے سے چھلانگ لگا دی اور گر کر مر گیا اور ماں نے دونوں کی نعشوں کو اندر ایک چار پاتی پر رکھ کر چادر اور عادی تاکہ دعوت میں ہرج نہ ہو جب حضور علیہ السلام کھانا تناول فرمانے کے لیے تشریف لائے تو ارشاد فرمایا جابر اپنے بیٹوں کو بھی، اے تاکہ وہ بھی ہمارے ساتھ شریک طعام ہوں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی کے پاس آتے اور بچوں کے متعلق دریافت کیا۔ پہلے تو وہ ہالتی رہیں، پھر ضبط نہ ہو سکا اور روتے ہوئے اصل صورتِ حال سے مطلع کر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور اس حادثہ عظیمہ کی خبر دی جسے سن کر حضور خواتجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس تشریف لائے اور ان لاشوں کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی دونوں بچے زندہ ہو گئے اور کلمہ شریف پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ ۲

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بکری ذبح کر کے کھانا تیار کیا اور پیالے میں ڈال کر پیش خدمت کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جابر! اپنی قوم والوں کو بلالاء، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سب کو بلالایا۔ تھوڑے تھوڑے لوگ کھانا کھانے جاتے اُن کی واپسی پر دوسرے لوگ کھانا کھانے جاتے، یہاں تک کہ تمام افراد کھانا کھا چکے۔ آپ

۱۔ مواہب لدنیہ ۲۔ مدارج النبوة، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شواہد النبوة

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں سے فرمایا کہ ہڈی نہ توڑنا۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہڈیاں جمع فرمائیں اور ان پر دستِ مقدس رکھ کر کچھ پڑھا جسے میں نہ سُن سکا۔ یکایک بکری اپنے کان جھاڑتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا: (جاؤں اپنی بکری لے لو میں بکری لے کر گھر پہنچا، تو میری بیوی نے (حیران ہو کر) پوچھا یہ کون سی بکری ہے؟ (جو ہماری بکری جیسی ہے) میں نے بتایا کہ یہ وہی بکری ہے جو ذبح کی تھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اسے زندہ فرما دیا ہے۔ میری بیوی بولی: میں گواہی دیتی ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

غزوہ خیبر کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ نے بکری کا زہر آلود گوشت حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے بکری کا بازو اٹھا کر کھانے لگے تو اس نے عرض کیا: مجھے نہ کھائیے، مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔ اس پر وہ یہودیہ طلب کر لی گئی، تو اس نے اعتراف جرم کر لیا۔

اگر غور کیا جائے، تو یہ معجزہ مردہ زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ یہ ذبح شدہ اور چلی ہوئی بکری کا ایک جُز زندہ کرنا ہے، حالانکہ اس کا باقی تمام بدن بے رُوح تھا۔

حضرت علامہ الحضری کا واقعہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے علامہ سیوطی نے تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ اختصاراً یہ کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علامہ الحضری کی والدہ آپ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچی۔ یہاں پہنچ کر علامہ الحضری بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور مجھے بھیجا کہ ان کی والدہ کو اطلاع کروں۔ چنانچہ میں نے اُس کی والدہ کو مطلع کر دیا۔ وہ آئی اور اپنے بیٹے کے قبر کی طرف بیٹھ کر دعا کرنے لگی:

اللّٰهُمَّ اسلمت لك طوعاً و خلعاً الاوتان زهداً و

اے خصائص کبریٰ ہذا اول لہ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، بخاری شریف و دیگر کتب احادیث

هاجرت اليك مرغبة اللهم لا تشمت بي عبدة الاوثان  
ولا تحملني من هذه المصيبة ما لا طاقة لي محلها۔  
ابھی اس عورت کے کلمات پورے نہیں ہوتے تھے کہ اس کے بیٹے نے قدم ہلاتے  
اور زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اپنے  
حضرت علاء المحضری کو ایک دستہ کا افسر بنا کر اسے نہیں ڈھیجا، تو وہاں ہی ان کا  
انتقال ہوا۔

سے تکلہ۔

## حیواناتِ دیہات، کا اظہارِ اطاعت و کلام

اہل عرب کے پاس زیادہ تر جانور اونٹ اور بھینس بکریاں ہوتے تھے، وہ لوگ  
اونٹوں سے کئی کام لیتے تھے، مثلاً سواری، بار برداری، آب کشی وغیرہ۔ اونٹ عمرائے کوش  
بھی ہو جاتا ہے، اس لیے عمرائے کوش اونٹوں کے دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے  
ہوتے ہی اطاعت گزاری کے بہت سے واقعات ہیں جن میں بعض واقعات ان صحابہ کرام سے  
مروی ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن اوفی، حضرت ابن عباس، سیدنا حضرت  
حسن، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ثعلبہ بن مالک، حضرت یعلیٰ بن مرہ، حضرت جریدہ،  
حضرت انس، حضرت ابی ہریرہ، حضرت حکم بن ایوب، حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
ہم ان واقعات میں سے چند ایک یہاں (اختصاراً) نقل کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص  
کے پاس اونٹ تھا جس سے وہ آب کشی کیا کرتے تھے، وہ اونٹ عمرائے کوش ہو گیا، وہ آب کشی نہ کرتا  
بلکہ اپنے مالک کو کاٹ کھانے کے لیے دوڑتا۔ اس اونٹ کے مالک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے حضور حاضر ہوئے اور اپنی تکلیف بیان کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کی معیت

۱۰ خصائص کبریٰ جز ثانی - (مشکوٰۃ میں ان کا سن وفات ۳۴۰ھ درج ہے)

میں انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ اونٹ باغ کے ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو کھڑا ہو گیا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم یہ اونٹ کاٹنے والے کتے کی مانند ہو گیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ یہ کوئی نقصان نہ پہنچاتے حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ وہ اونٹ تیزی کے ساتھ چلتا ہوا آیا اور آتے ہی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بتایا کہ یہ وہ بکے میں گر پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشانی کے بالوں سے پکر کر اس بھارے پلھایا اور کام پر لگا دیا۔ یہ اونٹ اتنا مطیع و فرماں بردار ہو گیا کہ کبھی پہلے ایسا نہ تھا۔ . . . . . حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کے عرض کرنے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوہنے کافر جین وانس کے ہر شے جانتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھاگتا ہوا ایک اونٹ آیا اور آتے ہی اُس نے اپنا سر آغوش مبارک میں رکھ دیا، اور بڑبڑایا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے فرمایا: یہ اونٹ کہتا ہے کہ اس کا مالک اپنے باپ کے واسطے کھانا کھلانے کے لیے اسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کے ساتھ اونٹ کے مالک کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا تو اُس نے عرض کیا کہ جی ہاں! میں اسے ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے ذبح نہ کرو۔ چنانچہ اُس نے ذبح نہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انصاری کے باغ میں داخل ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ باغ میں ایک اونٹ ہے۔ اس اونٹ نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو رو پڑا، اُس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ حضور رحمت کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

لہ احمد نسائی، مواہب لدنیہ، حافظ ابی نعیم فی دلائل النبوة لہ خصائص کبریٰ جز ثانی تلک ایضاً۔

اس اونٹ کے پاس تشریف لائے اور اپنا دست مقدس اُس کے پس گوش پر پھیرا جس سے وہ چُپ (اور پُرسکون) ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصار میں سے ایک نوجوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، یہ اونٹ میرا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اس چوپائے کے بائے میں کہ جس کا تجھے اللہ تعالیٰ نے مالک بنایا ہے، اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ اس نے میرے پاس یہ شکایت کی ہے تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کثرت استعمال سے اسے تکلیف دیتا ہے۔ ۱۷

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم **دوسرے جانور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اپنے انصار صحابہ کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے۔ باغ میں موجود تمام بکریاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سجدے میں گر پڑیں (یہ منظر دیکھ کر) حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، ان بکریوں سے زیادہ ہم خفا رہیں کہ آپ علیہ السلام، کو سجدہ کریں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی انسان کو جائز نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سوا، کسی اور کو سجدہ کرے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ ۱۸

حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام حرة میں تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک بھیڑیا آکر کھڑا ہو گیا اور اپنی زبان میں کچھ عرض کرنے لگا، حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا، اس بھیڑیے کا نام اوسیس ہے۔ یہ جنگل میں چرنے والی بکریوں میں سے (سالانہ) ایک بکری چاہتا ہے (تاکہ اس وظیفہ کے بعد یہ تمہاری بکریوں سے تعرض نہ کرے) لوگوں نے بھیڑیے کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

۱۷ ابی داؤد، مواہب لدنیہ ۱۷ خصائص کبریٰ جز ثانی ۱۷ بروایت حمزہ بن اسید کہ بروایت مطلب بن عبد اللہ

نے بھیڑیے کی طرف انگشتانِ مبارک سے اشارہ کیا تو وہ واپس چلا گیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھیڑیے کو اجازت دے دی کہ ان کی کبیراں اچک لے جایا کر۔ یہ سن کر بھیڑیا دوڑتا جاتا تھا اور سر ہلاتا جاتا تھا۔ اے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ) ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک سفر تھے۔ راستہ میں ہم نے ایک درخت پر ”حمرہ“ (جنگلی پرند جانور) کے دو بچے دیکھے ہم نے ان کو پکڑ لیا۔ ”حمرہ“ درخت سے اڑی اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گئی (اور چوچوں چوں کرنے لگی) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اسے ستایا ہے؟ (کہ یہ میرے حضور شکایت کرتی ہے) ہم نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے پکڑا ہے۔ ارشاد ہوا کہ دونوں بچوں کو ان کی جگہ پر رکھ دو، چنانچہ ہم نے ان کی جگہ پر رکھ دیا۔

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محفل صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ خاندانِ بنو سلیم کا ایک شخص آیا۔ یہ (زندہ) گوہ (ایک جنگلی جانور) کو شکار کر کے لایا تھا۔ اس شخص نے کہا: لات وعزى کی قسم! میں اس وقت آپ پر ایمان نہ لاؤں گا، جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لاتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کو مخاطب کیا تو وہ ایسی صاف عربی زبان میں بولی کہ جسے سب اہل محفل نے سمجھا گوہ نے کہا: لبیک وسعدیک یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ گوہ نے عرض کیا: الذی فی السماء عرشہ و فی الارض سلطانہ و فی البحر سبیلہ و فی الجنة رحمتہ و فی النار عذابہ۔

اے خصائصِ کبریٰ جُز ثانی اے ایضاً، اے ترجمہ: (اُس ہستی کی) کہ آسمانوں میں جس کا عرش اور زمین میں جس کی بادشاہت ہے اور سمندر میں جس کی راہ ہے، جنت میں جس کی رحمت اور دوزخ میں جس کا عذاب ہے۔



پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں کون ہوں؟ گوہ نے عرض کیا: انت رسول رب العالمین وخاتم النبیین قد افلح من صدقك وخاب من كذبك لہ یہ سنتے ہی وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ ۱۷

## نباتات و جمادات کا اطاعت و کلام کرنا

جس طرح حیوانات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطیع تھے۔ اسی طرح نباتات و جمادات بھی فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تابع تھے، چنانچہ درختوں کا حاضر ہونا اور سلام کرنا، پتھروں کا سلام کرنا اور گواہی دینا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ ذیل میں چند ایک مثالیں درج کی جا رہی ہیں:

حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں مکہ مکرمہ کے گرد و نواح کی جانب نکلا رہا میں نے دیکھا کہ جو بھی کوئی پتھر یا درخت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آتا تو وہ عرض کرتا:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيَّ حَبِيبِي،

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک سفر میں ہم (جماعت صحابہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے (راستے میں) ایک بادیہ نشین حاضر خدمت ہوا۔ جب وہ نزدیک ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے کوئی بھی اُس کا شریک نہیں اور تحقیق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ اُس بادیہ نشین نے کہا: جو کچھ آپ فرما رہے ہیں، اس کا گواہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (لکیر کے

۱۷ ترجمہ: آپ رب العالمین کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں، بیشک جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ ذلیل ہوا ۱۷ خصائص کبریٰ ۱۷ ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ باب فی معجزات

ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہ درخت پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُس درخت کو بلایا، حالانکہ وہ درخت وادی کے دوسرے کنارے پر تھا۔ وہ درخت زمین بھارتا ہوا آیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو گر کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے گواہی طلب فرمائی، تو اس نے تین بار گواہی دی کہ جو کچھ آپ (صلی اللہ علیہ السلام) فرماتے ہیں، برحق ہے۔ پھر درخت اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ لہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنی عامر بن صعصعہ میں ایک بادشاہین عرب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، میں کس طرح پہچانوں کہ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بتاؤ اگر میں اس درخت خرمائی شاخ کو بلاؤں (اور وہ آجاتے) تو کیا تو میری رسالت کی گواہی دے گا؟ اس نے عرض کیا، ہاں! پھر حضور سب سے عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی اس شاخ کو بلایا (یعنی اشارہ کیا) تو وہ درخت سے اترنے لگی، یہاں تک کہ زمین پر گر گئی اور پھدکتی ہوئی حاضر خدمت ہوئی۔ حافظ ابی نعیم کی روایت میں ہے کہ وہ شاخ خدمت اقدس میں اس انداز سے حاضر ہوئی کہ کبھی سجدہ کر رہی تھی اور کبھی سر اٹھا رہی تھی۔ حتیٰ کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گر کھڑی ہو گئی۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جا اپنی جگہ پر واپس چلی جا چنانچہ وہ (درخت پر) اپنی جگہ واپس چلی گئی۔ یہ دیکھ کر اُس اعرابی نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ایمان لے آیا۔ لہ

لہ داری، مشکوٰۃ لہ ترمذی شریف میں ہے کہ فرمایا، اگر وہ میری رسالت کی گواہی دے، تاکہ ظاہر ہے کہ روایات میں کوئی تعارض نہیں، کسی نے تو شاخ کے اچھلنے کے انداز کو پھدکنے سے تعبیر کیا اور کسی دیکھنے والے نے اسے سجدہ خیال کیا، کیونکہ عموماً درخت یا جانور (پہاٹم) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ بھی کر دیتے تھے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزرا۔ لہ احمد، داری، ترمذی، بخاری فی تاریخہ، حاکم، بیہقی، حافظ ابی نعیم فی الدلائل، ابن سعد

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم ایک کھلے میدان میں اترے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے (ایک طرف) تشریف لے گئے، وہاں کوئی ایسی شے نہ تھی کہ جس سے پردہ فرماتے وہاں دو درخت جنگل کے دو کناروں (یعنی بہت دور دور) پر تھے۔ ان میں سے ایک کی طرف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چل پڑے (درخت کے قریب پہنچ کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے درخت کی ایک ٹہنی کو پکڑا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرا تابع فرمان ہو جا" تو وہ درخت اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جھک گیا جس طرح نیل والا اونٹ جھک جاتا ہے اور اپنی نیل کھینچنے والے کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے ساتھ لے کر، دوسرے درخت کے پاس تشریف لائے اور اس کی شاخ پکڑ کر فرمایا: "تو بھی میری فرمانبرداری کر، یہاں تک کہ وہ درخت بھی اسی طرح چل پڑا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے درمیان ہو گئے (یعنی درخت بہت قریب آگئے) تو فرمایا، میرے لیے مل جاؤ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ دونوں مل گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا اپنے ہی دل میں باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دروغ حاجت سے فارغ ہو کر تشریف لارہے ہیں اور وہ دونوں درخت جدا جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے ہیں۔ لہ

اسی طرح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "کیا تم نے رسول اللہ کی قضائے حاجت کے لیے کوئی جگہ دکھائی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس وادی میں میں نے لوگوں سے خالی جگہ کوئی نہیں دیکھی۔" پھر فرمایا: "کیا تم نے کھجوروں کیسے درخت یا کوئی پتھر دیکھا ہے؟" میں نے عرض کیا: "جی ہاں قریب قریب کھجوروں کے

لہ صحیح مسلم، مشکوٰۃ

درخت اور پتھر دیکھے ہیں، فرمایا: جاؤ کھجوروں کے درختوں سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وآلہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قضائے حاجت کے لیے باہم مل جاؤ اور  
 پتھروں سے بھی اسی طرح کہنا میں گیا اور اسی طرح کہا۔ مجھے قسم ہے اُس ذات اقدس کی کہ  
 جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق کے ساتھ بھیجا، میں نے دیکھا کہ درخت بھی، ایک  
 دوسرے کے قریب ہو گئے اور سنگریزے بھی باہم پیوست ہو گئے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 رفع حاجت سے فارغ ہوتے تو فرمایا: جاؤ اُن سے کہو ایک دوسرے سے الگ ہو جاتیں۔  
 چنانچہ میں نے جب یہ پیغام دیا تو وہ درخت اور سنگریزے جدا جدا ہو کر اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ جمعہ ایک کھجور کے سونے  
 ہوئے تنے سے ٹیک لگا کر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب ممبر شریف

## جمادات

بن گیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ممبر شریف فرما ہو گئے، تو وہ تنا حضور رحمت عالم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی میں اس طرح رونے لگا، جس طرح بچے والی اونٹنی بچے کی  
 جدائی میں نالہ و فریاد کرتی ہے۔ اس کے رونے سے گویا مسجد بھی تھرا رہی تھی۔ شدت گریہ  
 قریب تھا کہ وہ بھٹ جاتا کہ حضور خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ممبر شریف سے نیچے اتر  
 اُس سونے تنے کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔ اس سے صحابہ کرام پر بھی رقت طاری ہو گئی اور وہ  
 کے سب رونے لگے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے ساتھ چٹا لیا تو  
 اس طرح سسکیاں بھرنے لگا جس طرح بچہ سسکیاں بھرتا ہے، پھر وہ خاموش ہو گیا۔ آپ  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر میں اسے اپنی آغوش میں نہ لیتا تو یہ قیامت تک میری جدائی  
 رفتار ہوتا۔ پھر تنے سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: اگر تو چاہے تو میں تجھے اس جگہ لگا دوں، جہاں  
 تو پہلے تھا اور تو پہلے ہی کی طرح ہو جائے اور اگر چاہے تو تجھے جنت میں لگا دوں جہاں جنت  
 نہر ہے تجھے سیراب کریں۔ پھر دوبار فرمایا: بہتر ہے میں نے قبول کیا، کسی نے عرض کیا کہ تنے نے

لہ مدارج النبوة جلد اول

کہا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس نے جنت میں لگایا جانا پسند کیا۔ یہ روایت بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے جن میں سے بعض راوی یہ ہیں، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن بُریدہ، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت انس، حضرت سہل بن سعد الساعدی، حضرت ام سلمہ حضرت مطلب بن ابی داؤد وغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کوہ احد پر چڑھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابی بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے، وہ پہاڑ بننے لگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے پائے انور سے ٹھوکہ ماری اور فرمایا: ساکن ہو جا، کیونکہ تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہیں۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ پہاڑ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مذکورہ صحابہ کے علاوہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت موت سے کچھ لوگ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے، ان میں حضرت اشعث بن قیس بھی تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کیسے جانیں کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دست مبارک میں پتھر کی کنکریاں لیں اور فرمایا: یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی، جسے سن کر ان لوگوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ۳

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلان نبوت سے قبل اپنے چچا محترم حضرت ابو طالب کے ساتھ ملک شام کے سفر پر بغرض تجارت روانہ ہوئے تو راستے میں اہل کتاب کے ایک جید اور مشہور عالم دین بحیرہ راہب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی بنا پر پہچان کر حضرت ابو طالب

لہ بخاری، دارمی، خصائص کبریٰ، بیہقی، بخاری، احمد، ترمذی، مواہب لدنیہ، خصائص کبریٰ، جزئیاتی

کو قسمیں دے کر واپس بھیجا تھا کہ آگے نہ جائیں، ورنہ یہودی آپ کے بھتیجے کو قتل کرنے کی کوشش کریں گے کہ بحیرہ نے دیکھا تھا کہ جس بھی درخت یا پتھر کے قریب سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ہوتا، وہی آپ کو سلام کرتا ہے۔ لہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو کہ بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مجھے (بعثت) سلام کیا کرتا تھا۔ میں اسے خوب پہچانتا ہوں۔ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ پتھر کونسا ہے۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ وہ پتھر کوچہ زقاق الحجر کا ہے جو سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جاتے ہوئے راستے میں ایک دیوار میں لگا ہوا ہے۔ لوگ اسے چھو کر برکت حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی وہ پتھر ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گزرنے کے وقت سلام عرض کیا کرتا تھا۔ تہ

### بعد از رحلت معجزات:

اس جگہ انتہائی اختصار سے بعض معجزات نبوی کا ذکر کیا گیا ہے حتیٰ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر انور کے بال شریفہ سے لے کر پائے اقدس کی خاک تک سراپا معجزہ ہیں، بلکہ رحلت مبارکہ کے بعد بہت سے معجزات ظہور پذیر ہوئے، جن میں وڈیہ بھی ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت الشیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن حماد ابو صہبیری (صاحب قصیدہ بُردہ شریف) سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ یہ مرض فالج میں مبتلا ہو گئے جس سے ان کا نصف بدن بالکل بے حس و معطل ہو گیا۔ بہت سے عاذق اور نامی گرامی اطباء نے علاج کیا، مگر افاقہ نہ ہوا، بلکہ روز بروز کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے گئے یہ اپنی صحت و تندرستی سے

۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: خصائص کبریٰ جز اول، مواہب لدنیہ، مدارج النبوة جلد دوم ص ۲ ص ۲ صحیح مسلم  
۲۔ مدارج النبوة ص ۲ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں، جامع المعجزات، حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین،  
خصائص کبریٰ فی المعجزات خیر الوزی ص ۱۵ بوسیر مصنفات مصر کی ایک بستی کا نام ہے۔ یہ آپ کا وطن ہے۔  
آپ نے ۶۹۶ھ میں انتقال فرمایا۔

مایوس و غمگین بسترِ علالت پر پڑے بارگاہِ رب العزت میں اپنی شفا یابی کے لیے ہمیشہ مصروف  
 دُعا رہتے۔ ایک بار اُن کے دل میں خیال پیدا ہوا کیوں نہ اپنے آقا و مولا رسولِ عربی صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت و مدح میں کوئی قصیدہ ہی تصنیف کیا جائے، چنانچہ انہوں نے ایک  
 قصیدہ نظم کیا۔ جب قصیدہ نظم کر چکے، تو ایک شب خواب میں دیکھا کہ وہ یہ قصیدہ بارگاہِ حضور  
 رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سنا رہے ہیں اور خود حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وآلہ وسلم سُن رہے ہیں اور نہایت محظوظ ہو رہے ہیں۔ جب علامہ شرف الدین بوسیری علیہ الرحمہ  
 قصیدہ پڑھتے پڑھتے اس شعر پر پہنچے۔

كَمْ اَبْرَاتٌ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَةٌ  
 وَاَطْلَقْتُ اَرَبًا مِّنْ رَّبْقَةِ اللَّمَمِ

ترجمہ: "بارہا محض آپ کا دستِ مقدس چھونے سے ہی بیمار شفا یاب ہو گئے  
 اور بہت سے محتاجِ مجنون محض آپ کے دستِ مقدس کے طفیل رشتہ دیوانگی  
 سے رہا ہو گئے۔"

یہ سنتے ہی حضورِ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ شفا شرف الدین  
 بوسیری مفلوج و اپانج جسم پر پھیرا اور ایک بردیمانی زمینی چادر عطا فرمائی۔ جب  
 شرف الدین بیدار ہوئے تو خود کو بالکل تندرست و توانا اور جسم صحیح و سالم پایا، گویا کہ انہیں  
 کبھی کوئی مرض لاحق ہوا ہی نہیں تھا اور وہ خواب میں عطا فرمودہ بردیمانی زمینی چادر بھی  
 فی الواقع جسم پر موجود تھی۔ اس پر شیخ بوسیری اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور بارگاہِ نبوی سے  
 عطا فرمودہ چادر کو انتہائی احترام سے تہہ کر کے صندوق میں رکھ دیا اور اس واقعہ کا تذکرہ  
 کسی سے بھی نہ کیا صبح کو شیخ بوسیری کسی کام کی غرض سے بازار تشریف لے جا رہے تھے  
 کہ کسی نے آواز دے کر پکارا کہ شرف الدین ذرا ٹھہرو، آپ رک گئے آواز دینے والے  
 ایک بزرگ صورت شخص تھے۔ وہ قریب آئے اور فرمایا: شرف الدین مجھے آپ کے قصیدہ

کی نقل چاہیے۔ حضرت شرف الدین بوسیری نے کہا کہ میں نے تو کئی قصائد لکھے ہیں،

آپ کو کس قصیدے کی نقل چاہیے۔ نووارد بزرگ نے کہا کہ جس قصیدہ کی ابتداء

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِي سَلَمٍ

مَزَجَتْ دَمْعًا جَوَى مِنْ مُثْقَلَةٍ بِدَمٍ

سے ہوتی ہے۔ شیخ بوسیری نے کہا میرے اس قصیدہ کی تو کسی کو خبر ہی نہیں۔ آپ کو کیسے اطلاع

ہو گئی؟ نووارد بزرگ فرمانے لگے: "شرف الدین جب بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے تجھے چادر عطا ہو رہی تھی، اُس وقت میں بھی وہاں موجود تھا اور دیکھ رہا تھا کہ میرے آقا

علیہ الصلوٰۃ والسلام تیرا قصیدہ سن رہے ہیں اور جھوم رہے ہیں۔" اس بزرگ نے خواب کا تمام فقرہ

من وعن بیان کر دیا، چنانچہ شرف الدین بوسیری نے ان کو اس قصیدہ کی نقل دے دی اسی

دن سے یہ قصیدہ بردہ شریف یعنی چادر والا قصیدہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ شدہ شدہ یہ خبر

ملک طاہر کے وزیر شیخ بہانہ الدین کو پہنچی، تو وہ نہایت حُسن عقیدت اور احترام سے

حضرت شیخ شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

قصیدہ کو سنا اور احتراماً اپنے سر پر رکھا۔ وزیر مذکورہ کے نائب جن کا نام سعد الدین یا شرف الدین

فارانی تھا، نابینا ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک شب خواب میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے

سنا کہ وزیر سے قصیدہ لے کر آنکھوں پر مل لو، اللہ تعالیٰ شفا دے گا، چنانچہ انہوں نے تعمیل

ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام وزیر موصوف سے قصیدہ لے کر آنکھوں پر ملا تو فوراً بینا ہو گئے۔

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَىٰ ذَلِكَ -

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے

فرمایا: ایک بار مجھے بخارا گیا، اس بیماری نے اس قدر طول پکڑا کہ میں زندگی سے ناامید ہو گیا۔

ایک دن مجھے اونٹن کے سی آئی، تو میں نے خواب میں حضرت شیخ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ

لے دیا، یہ قصیدہ بردہ شریف



کو دیکھا وہ فرما رہے ہیں کہ بیٹا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہاری عیادت کے لیے تشریف لارہے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس طرف سے تشریف آوری ہو، جبکہ تمہارے پاؤں بھی اس طرف ہی ہیں، تم اپنی چار پائی کو اس طرح کر لو کہ تمہارے پاؤں اس طرف نہ ہوں۔ تھوٹی دیر بعد مجھے افاقہ ہوا، مگر بات کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ میں نے حاضرین کو اشارہ کیا۔ انہوں نے میری چار پائی کی سمت تبدیل کر دی۔ اسی وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: کَيْفَ حَالُكَ يَا بُنَيَّ یعنی بیٹا تیرا کیا حال ہے؟ ان الفاظ کی صداوت مجھ پر غالب آگئی۔ عجیب عالم وجد میں میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے اس طرح گود میں لے لیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ریش انور میرے سر پر تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیض مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آخر آہستہ آہستہ اس وجد کو سکون آیا۔ پھر میرے دل میں خیال گزرا کہ ایک عرصہ سے مجھے موتے مبارک کی آرزو ہے۔ کس قدر یہ نصیم کرم ہو اگر اس قسم کی کوئی چیز عنایت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے دل کے اس خیال سے واقف ہو کر اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرا اور دو بال مبارک مجھے عنایت فرمادیئے۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ بال مبارک بیداری میں بھی میرے پاس ہوں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے اس خیال سے بھی واقف ہو گئے اور فرمایا: یاں یہ دونوں بال بیداری میں بھی تمہارے پاس ہوں گے۔ پھر آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے محبت کی اور طویل زندگی کی بشارت دی۔ پھر مجھے ہوش آیا تو میں نے چراغ طلب کیا اور دیکھا میرے ہاتھوں میں بال مبارک نہیں تھے۔ میں نہایت غمگین ہوا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں توجہ کی، تو مجھ پر دو بارہ غنودگی سی طاری ہو گئی۔ اسی عالم میں حضور مرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نظر آئے انہوں نے فرمایا: بیٹا! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے دونوں بال تیرے تنکبہ کے نیچے بطور احتیاط رکھ دیئے ہیں، وہاں سے لے لینا، آنکھ ملنے پر میں نے ان مبارک بالوں کو تنکبہ کے نیچے پایا، اس کے بعد میرا بخار توجانار ہا البتہ کمزوری

باقی تھی۔ اقرباہ نے سمجھا کہ یہ شاید موت کی برودت ہے، اس لیے وہ سب زوہے تھے  
میں انہیں سر کے اشارہ سے منع کر رہا تھا، کیونکہ مجھ میں بات کرنے کی طاقت نہیں تھی۔  
تھوڑی دیر بعد میری اصلی حالت لوٹ آئی اور مجھے صحت کلی حاصل ہو گئی۔ میں نے ان بالوں کو  
نہایت ہی عزت و احترام سے محفوظ کر لیا۔

ان موئے مبارک میں خصوصیت تھی کہ یہ دونوں آپس میں گتھے ہوتے ہوتے تھے، لیکن  
جب ان کے قریب درود شریف پڑھا جاتا تھا، تو دونوں الگ الگ ہو کر تن جاتے۔  
ایک بار تین آدمی جو اس بات کے منکر تھے، انہوں نے آزمانا چاہا، مگر میں انہیں اس  
بے ادبی کی اجازت نہیں دینا چاہتا تھا۔ لیکن مناظرہ نے طول پکڑا، تو ہم بطور امتحان  
موئے مبارک دھوپ میں لے گئے تو اسی وقت بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور ان پر سایہ فگن  
ہو گیا، حالانکہ دھوپ بڑی تیز تھی اور بادل کا موسم بھی قطعاً نہیں تھا۔ ان میں سے ایک  
آدمی نے توبہ کرنی مگر دوسرے نے کہا یہ محض اتفاقی بات ہے۔ دوسری مرتبہ پھر  
دھوپ میں نکالا گیا، تو دوبارہ بادل کا ایک ٹکڑا سا نظر ہوا اور موئے مبارک پر سایہ  
کر دیا، چنانچہ دوسرا بھی مان گیا، لیکن ان کا تیسرا سا تھی ابھی تک بصد تھا کہ یہ اتفاقاً  
ایسا ہوا نہ کہ لازماً۔ لہذا ایک بار پھر آزمایا گیا تو اس بار بھی بادل نے سایہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر  
تیسرے شخص نے بھی توبہ کرنی (تھوڑا سا آگے چل کر شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں)  
حضرت والد صاحب نے آخری عمر میں تبرکات تقسیم فرماتے تو ان دونوں بالوں میں سے  
ایک مجھے بھی عنایت فرمایا۔ والحمد للہ رب العالمین ہ لہ

لہ۔ محمد کی سہ الفاس العارفين

## باب سوم

# پہلی کتب سماوی میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ واقعاتِ علماء اہل کتاب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ پہلی کتب سماوی میں بھی فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد گرامی فرمایا:

الَّذِي يَجِدُ وَنَا مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ  
فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ (الاعراف، ۵۴) اپنے پاس توراہ اور انجیل میں۔

توراہ و انجیل ہی کیا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شہرہ تو اُس وقت بھی تھا جب ابھی پہلے انسانِ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام بھی معرضِ وجود میں نہ آئے تھے۔ خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْمَتْنَيْنِ (وفی سواية الاحوال) وَآدَمَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ (بخاری فی التاريخ احمد، حاکم، بیہقی، ابی نعیم فی دلائل النبوة) یعنی میں اُس وقت بھی نبی تھا، جبکہ آدم علیہ السلام مرقی اور پانی کے درمیان تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔

ابن عساکر نے حضرت کعب اہبار سے روایت کیا۔ . . . حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیت علیہ السلام کو (بوقتِ رحلتِ یہ) وصیت فرمائی کہ اے میرے

اے کعب اہبار علماء یہود میں سے تھے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے سوال کیا کہ تم پہلے تو ایمان نہیں لائے، (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

بیٹے! تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو، تم تقویٰ اختیار کرو اور جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اس کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کرو، کیونکہ میں نے ان کا اہم گرامی سابق عرش پر اس وقت لکھا ہوا دیکھا جب میں روح اور مٹی کی درمیانی حالت میں تھا۔ پھر میں نے تمام آسمانوں کا چکر لگایا، تو میں نے آسمانوں پر کوئی ایسی جگہ نہیں دیکھی، جہاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱) اب کیوں اسلام لانے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جو جواب دیا، اسے علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے حافظ ابی نعیم کے حوالہ سے یوں نقل کیا، کعب احبار نے کہا کہ میرے والد توراہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہ رکھی۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا، میں نے اپنے علم کی کوئی بات تم سے پوشیدہ نہیں رکھی، ہاں البتہ توراہ کے دو صفحات میں نے تم سے چھپا لیے تھے، کیونکہ ان میں آنے والے نبی کا ذکر تھا، جس کی آمد کا وقت قریب اچھا ہے میں نے دو صفحات اس لیے تم سے چھپائے کہ کہیں تم کسی جھوٹے نبی کے پیچھے نہ لگ جاؤ۔ میں نے ان صفحات کو اس طاقچہ میں رکھ کر اوپر سے مٹی کی لپائی کر دی ہے۔ تم ان کو ابھی نہ نکالنا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارا بھلا مقصود ہے اور آخری نبی ظاہر ہوگا تو تم ان کے پیرو بن جاؤ گے۔ پھر میرے والد فوت ہو گئے، ہم نے انہیں دفنایا۔ اب مجھے ان صفحات کے دیکھنے کا شدید اشتیاق ہوا، چنانچہ میں نے انہیں نکال لیا۔ میں نے ان میں یہ مضمون پایا لکھا: ہونٹھا کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ کی جائے پیدائش آرم اور جائے ہجرت یثرب (مدینہ طیبہ) ہے۔ آپ (علیہ السلام) نہ سخت مزاج ہیں نہ تند خو۔ اور نہ ہی بازاروں میں (بلا ضرورت) گھومتے پھرتے ہیں۔ بُرائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں (مجرم ذاتی کو) معاف اور درگزر فرماتے ہیں۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اُمت اللہ تعالیٰ کی بہت، حمد کرنے والی ہے۔ یہ لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی شکر کرتے ہیں۔ انا کے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر حال میں مدد ہوگی۔ یہ لوگ پانی سے استنجا کرتے ہیں اور اپنی کمر کے درمیان تہبند باندھتے ہیں۔ ان کی انجیلین (یعنی قرآن پاک) ان کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں، گویا ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ یہ امت سب سے اول جنت میں داخل ہوگی۔“ (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا نام نہ لکھا ہو۔ میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا  
میں نے جنت میں کوئی محل اور کوئی دریچہ ایسا نہیں دیکھا کہ جس پر اسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)  
لکھا ہوا ہو۔ میں نے اسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) حوروں کے سینوں پر، فرشتوں کی  
انکھوں کی پتلیوں میں، شجر طوبی اور شجر سدرۃ المنتہی کے پتوں پر لکھا دیکھا ہے۔ تم بھی کثرت سے  
ان کا ذکر کرو، کیونکہ فرشتے بھی ہر وقت ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ (خصائص کبریٰ، جز اول)

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں محمد  
حضرت عبداللہ بن سلام کا قبول اسلام

بن حمزہ سے روایت کیا اور وہ اپنے  
ادا عبداللہ بن سلام سے بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
کی بعثت کے بارے میں سنا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے  
آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان (عبداللہ بن سلام) سے فرمایا: تم عالم ابن سلام ہو، میں تمہیں  
(خدا تے لم یزل) کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا توراہ میں میرا تذکرہ موجود ہے؟ ابن سلام نے  
پہلے آپ (علیک السلام) اپنے رب کے بارے میں بتائیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مٹھی گزشتہ صفحہ سے) اس مضمون پر مطلع ہونے کے کچھ عرصہ بعد مجھے خبر ملی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں میں نے  
ایمان لانے میں تاخیر کی تاکہ اچھی طرح ثبوت مل جائے، پھر آپ (علیہ السلام) کی رحلت ہو گئی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہم  
ہو گئے اور ان کے لشکر ہمارے شہروں تک پہنچے۔ میں نے دل میں کہا کہ میں اس وقت تک ان کے دین میں شامل نہ ہوں گا،  
جب تک مذکورہ تحریر کے مطابق، ان کی سیرت نہ دیکھوں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے تقرر کردہ عامل آگئے۔ جب میں نے ان میں  
ایمان لایا، پھر ان کے مقابلہ میں خدا کی مدد دیکھی تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی وہ لوگ ہیں کہ ہمیں کامیں منتظر تھا۔ پھر ایک ات  
میں اپنے مکان کی چست پر تھا کہ کسی کو یہ آہ کر یہ تلاوت کرتے ہوئے سنا، یٰٰ اَیُّہَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا  
نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْہًا (یعنی) اے لوگو! جنہیں کتاب دی گئی مان لو  
اس کتاب کو جو ہم نے اب نازل کی جو اس کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی اس پر ایمان لاؤ  
اس سے پہلے کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ کر پیچھے کی طرف کر دیں۔ میں یہ آیات سن کر اتنا ڈرا اور مجھے محسوس ہوا کہ کہیں صبح تک اللہ تعالیٰ  
میرا چہرہ ہی نہ بگاڑ دے اور پچھلے طرف گھما دے، چنانچہ صبح ہوتے ہی میں اسلام لانے کے لیے مسلمانوں کی طرف اپنا رخ کر لیا۔

پر آثارِ نزولِ وحی طاری ہو گئے، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیاتِ مقدسہ تلاوت فرمائیں: **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَكَانَ لَكُمْ لَٰهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝** یہ آیات سن کر ابنِ سلام کہنے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا۔ تورات میں آپ (علیہ السلام) کا وصف اس طرح مذکور ہے۔

”اے نبی! ہم نے آپ کو شاید، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ (علیہ السلام) نہ ترش رو ہیں اور نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں پھرتے والے اور نہ ہی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینے والے، بلکہ درگزر کرنے اور معاف کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس اس وقت تک نہ اٹھائے گا، جب تک کہ آپ کی تعلیم سے آپ کی امت درست نہ ہو جائے اور وہ سب لآئلاہ الا اللہ نہ کہہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اندھوں کو بینا اور بہروں کو سننے کے قابل بناتا ہے اور تالے پڑے ہوئے دلوں کو کھولتا ہے۔“

مدارجِ البتوۃ میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن سلام نے (ایمان لانے سے قبل) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو سوالات کیے، ان میں یہ بھی تھے کہ ابنِ سلام نے عرض کیا بتائیے علاماتِ قیامت کیا ہیں اور بتائیے کہ جنت میں جب حق تعالیٰ اجلِ شانہ اہلِ ایمان کو کھانا کھلائے گا، تو وہ کھانا کیا ہوگا اور یہ بھی فرمائیے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ نسلِ انسانی میں کوئی بچہ ماں کی اور کوئی بچہ باپ کی شکل جیسا کیوں ہوتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ یہ وہ سوالات تھے کہ جن کا علم انبیاء کرام ہی کو ہو سکتا ہے، چنانچہ حضور

لہ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے ابنِ عساکر سے ایک دوسری روایت نقل فرمائی۔ اس میں تقریباً وہی صفات ہیں جو کہ قبل ازیں حضرت کعب احبار کے اسلام لانے کے سلسلے میں حاشیہ میں درج ہو چکی ہیں ۱۲

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وحی الہی کے ذریعہ ان سوالات کے یہ جوابات  
 مرحمت فرماتے۔ فرمایا: "قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ مشرق کی جانب سے ایک  
 آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو مغرب کی طرف ہٹا کر لے جائے گی، جس طرح چرواہا بکریوں  
 کو ہٹاتا ہے اور فرمایا، جنتیوں کے لیے سب سے پہلا کھانا مچھلی کی کلجی ہوگی اور یہ نہایت  
 ہی لذیذ اور مرغوب ہوگی۔ تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا مادرِ رحم میں جس کا لطفہ  
 مقدم اور غالب ہوگا، اُس کے مشابہ بچہ پیدا ہوگا۔ ان جوابات کو سنتے ہی حضرت عبداللہ  
 بن سلام مشرف سے اسلام ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیک وسلم یہود بہت جھوٹی اور بہتان تراش قوم ہے۔ باوجودیکہ یہ مجھے اپنا سردار اور  
 نیک عالم تسلیم کرتے ہیں اور میرے والد کو بھی اپنا سردار اور حید عالم تسلیم کرتے تھے، لیکن  
 جب وہ سنیں گے کہ میں ایمان لے آیا ہوں، تو بہتان تراشی کریں گے اور اپنے اعتقاد کے  
 خلاف کہیں گے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ میرا اسلام ان پر ظاہر ہونے سے قبل آپ ان کا  
 امتحان لیں اور ملاحظہ فرمائیے کہ میرے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟ اس پر حضور سید عالم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ کو ایک پوشیدہ مقام پر بٹھا دیا اور بیویوں  
 کو طلب فرما کر ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے  
 لائق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔ تم نے یہ تورات میں پڑھا بھی ہے، لیکن کیا  
 وجہ ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے؟ یہودی بولے، ہم نہیں جانتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول  
 ہیں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اچھا بتاؤ عبداللہ بن سلام کیسے شخص ہیں؟  
 وہ کہنے لگے، وہ ہمارے سردار، ہمارے سردار کے لختِ جگر، ہم میں سے بہت بڑے عالم،  
 اور سب سے زیادہ علم والے کے فرزند۔ ہمارے پیشوا، ہم میں سے بہترین، ہم میں سے  
 دانا اور دانا ترین شخص کے فرزند ہیں، وہ اور ان کے آباؤ اجداد ہم میں سے بہترین ہیں۔  
 یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اچھا پھر یہ بتاؤ کہ اگر وہ ایمان

لے آئیں۔ "یہودی بولے" حق تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے، وہ کیوں ایمان لائیں گے؟" نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو بار بار دہرایا اور وہ مذکورہ بالا جواب پر دیتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا: اسے ابن سلام باہر آؤ، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے اور فرمانے لگے، اے گروہ یہود خدائے لم یزل سے ڈرو اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آؤ، کیونکہ یقینی طور پر جانتے ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ یہ سن کر یہودی بولے: تم جھوٹے ہو ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور حضرت ابن سلام کے متعلق کہنے لگے: یہ ہم میں بدترین ہیں اور بدترین کے فرزند ہیں۔ یہ خود جاہل ترین اور جاہل ترین کے فرزند ہیں۔" حالانکہ وہ اسی نشست میں تھوڑی دیر پہلے حضرت ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔

ابن اسحاق، احمد، بخاری، حاکم، بیہقی، دارقطنی اور ابی نعیم حمود بن لبید سے بیان کرتے ہیں اور وہ سلمہ بن سلامہ کا قبیلہ) بنو عبد اشہل میں آیا اور مرنے کے بعد زندہ ہونے، قیامت، جنت، دوزخ، حساب اور میزان کا ذکر کرنے لگا۔ وہ ان باتوں کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ کریمہ سے قبل بت پرستوں سے کر رہا تھا اور وہ بت پرست مرنے کے بعد زندہ ہونے کے قائل نہ تھے، چنانچہ اس کی باتیں سن کر لوگ کہنے لگے کہ کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں اور اپنے اعمال کے مطابق جنت یا جہنم میں داخل کیے جائیں گے؟ یہودی نے کہا: ہاں! اور قسم کھا کر کہنے لگا: اگر تم اپنے گھروں میں بہت بڑی آگ جلا کر مجھے اُس میں دھکیل دو اور پھر میری راکھ مٹی میں ملا دو، پھر بھی میں کل کو زندہ ہو جاؤں گا۔ لوگوں نے پوچھا: اچھا اس کی کوئی نشانی بیان کرو۔

یہودی بولا: ملک کی اس جانب سے ایک نبی مبعوث ہوگا۔ یہ کہہ کر اُس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ حاضرین مجلس نے دریافت کیا: یہ نبی کب تشریف لائیں گے؟ یہودی نے میری



طرف دیکھ کر کہا اور میں (تقریباً) سب سے چھوٹا تھا۔ کہ اگر اس نوجوان کی عمر پوری ہوتی تو یہ ضرور اُس کو پالے گا، چنانچہ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو گئے (پھر مدینہ طیبہ) تشریف لائے، ہم (یہودی کی بتائی ہوئی نشانیاں دیکھ کر ایمان لے آئے اور وہ یہودی جو کہ ابھی زندہ تھا، محض سرکشی اور عناد کی وجہ سے کفر پر ڈٹا رہا۔ ہم نے اُس سے کہا کہ تو تو ایسا کہا کرتا تھا۔ یہودی کہنے لگا وہ دراصل کسی اور کے لیے کہتا تھا، ان کے لیے نہیں۔ (خصائص کبریٰ جز اول)

بیہقی، طبرانی، ابو نعیم اور خراطی خلیفہ بن عبدہ سے روایت

**محمد بن عدی کا واقعہ** کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن عدی بن

ربیعہ سے سوال کیا کہ دورِ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیوں رکھا؟ وہ کہنے لگا

میں نے اپنے باپ سے پوچھا تھا تو انہوں نے بتایا کہ بنی تمیم کے چار اشخاص میں سفیان بن محاشع

یزید بن عمر اور اسامہ بن مالک، شام کے سفر پر روانہ ہوتے، وہاں پہنچ کر ہم ایک تالاب کے جس کے

گرد خوب گھنے درخت تھے، رُک گئے۔ ہمارے پاس ایک راہب آیا اور بولا: تم کون لوگ ہو؟

ہم نے کہا، ہم قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے ہیں، اُس نے کہا تم میں عنقریب ایک نبی ظاہر ہوگا جلدی

جاؤ اُس کی پیروی کرو، کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ ہم نے پوچھا، اُس کا نام کیا ہے؟ اُس نے بتایا،

”اُس کا نام محمد ہے۔“ چنانچہ جب ہم گھر پہنچے تو ہم نے اپنے اپنے نومو لوہے کا نام محمد رکھ دیا (کہ شاید یہ

ہی نبی ہو) (خصائص کبریٰ، جز اول)

ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم ابن اسحاق سے وہ

**حضرت سلمان فارسی کا قبولِ اسلام** عاصم بن عمر بن قتادہ سے وہ محمود بن لبید

سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے

بیان کیا کہ میرا باپ کسان تھا اور مجھ سے شدید محبت کرتا تھا، مجھے گھر سے باہر نہ جانے دینا۔ ہم

آگ کی پوجا کرتے تھے اور آگ میرا باپ جلا یا کرتا تھا۔ مجھے جو سنت کے سوا کسی مذہب کی خبر نہ تھی

ایک دن میرے باپ نے مجھے بلایا اور کہا کہ بیٹے! زمین کا کچھ پتہ نہیں، اس کی خبر لینا ضروری ہے۔ تم زمین پر جاؤ اور لوگوں کو کام بتا کر جلدی واپس آجانا، کیونکہ میں تمہارے بغیر پریشان ہو جاتا ہوں، چنانچہ میں زمین کی طرف روانہ ہو گیا، راستے میں مجھے ایک کلیسا ملا، جس سے آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے لوگوں سے اس سے متعلق پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ عیسائی نماز پڑھ رہے ہیں میں نے اندر جا کر دیکھا تو نماز کا منظر مجھے بڑا خوشگوار محسوس ہوا۔ میں غروب آفتاب تک وہیں بیٹھا رہا۔ میرے باپ نے میری تلاش میں کئی افراد کو بھیج رکھا تھا، جبکہ میں زمین پر گیا ہی نہ تھا۔ جب میں شام کو گھر گیا، تو میرے باپ نے دریافت کیا کہ اتنی دیر کیوں لگائی، جلدی واپس کیوں نہ آتے؟

میں نے کہا کہ میں نے عیسائیوں کو دیکھا ہے، اُن کی نماز اور دُعا مجھے بہت پسند آتی، چنانچہ میں اُسی جگہ بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔ میرا باپ بولا، "تیرا اور تیرے باپ دادا کا دین اُن سے بہتر ہے۔ میں نے کہا نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، انہی کا دین بہتر ہے، کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اُسی کو پکارتے ہیں اور اُسی کی نماز پڑھتے ہیں، جبکہ ہم اس آگ کی پوجا کرتے ہیں، جسے ہم خود جلاتے ہیں اور جب چھوڑ دیتے ہیں، تو بجھ جاتی ہے۔"

میرا باپ میری باتیں سن کر میری طرف سے خائف ہو گیا اور مجھے پابہ زنجیر کر کے گھر میں ڈال دیا۔ میں نے کسی کے ذریعے عیسائیوں سے دریافت کیا کہ تمہارا مذہب کہاں سے حاصل کروں۔ انہوں نے بتایا کہ شام جاؤ۔ اس پر میں نے پیغام بھیجا کہ جب شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے مطلع کر دیں، چنانچہ جب شام سے تجارتی قافلہ آیا، تو انہوں نے مجھے خبر کر دی، اور جب قافلہ واپس ہوا، میں بھی فرار ہو کر اُن سے جا ملا اور شام پہنچ گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس مذہب کا سب سے بڑا عالم کلیسا کا پادری ہے۔ چنانچہ میں کلیسا میں پہنچا اور پادری سے وہاں رہنے، عبادت کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مانگی۔ پادری نے اجازت دے دی اور میں نے اُس کے ساتھ رہنا شروع کر دیا، مگر وہ زیادہ اچھا آدمی نہیں تھا

لوگوں کو صدقات و خیرات کی تعلیم دیتا اور جب لوگ مال و دولت اس کے پاس لاتے، تو پادری عزیزوں میں تقسیم کرنے کی بجائے خود رکھ لیتا۔ مجھے اُس کا یہ فعل سخت ناپسند تھا جب پادری مر گیا اور لوگ اُس کی تدفین کو جمع ہوئے، تو میں نے حقیقتِ حال واضح کر دی۔ لوگوں نے مجھ سے دلیل مانگی، تو جواباً میں نے اُس کا خزانہ اُن کو دکھا دیا اور یہ سات مٹکے تھے، جن میں سونا اور چاندی بھرا ہوا تھا۔ اُس کی یہ حرکت دیکھ کر لوگوں نے اُسے دفن کرنے کی بجائے اُسے ایک لکڑی سے لٹکا کر پھینک دیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص کو پادری بنا دیا گیا۔ خدا کی قسم! میں نے اُس جیسا نمازی نہیں دیکھا تھا، وہ بڑا عابد و زاہد اور شب و روز عبادت میں مشغول رہتا، وہ مجھے بہت پسند آیا اور میں اُس کی خدمت میں لگا رہا، یہاں تک کہ وہ قریب المرگ ہو گیا، تو میں بہت پریشان ہوا اور اُس سے کہا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ اُس نے کہا "موصِل میں فلاں شخص ہے، اُس کے پاس چلے جاؤ، اُسے میرے جیسا ہی پاؤ گے۔" عرض اس پادری کی وفات کے بعد میں موصِل چلا گیا اور اُس پادری سے ملا تو یہ بھی پہلے پادری کی طرح عابد و زاہد اور نیک آدمی تھا، میں نے اُسے اپنا واقعہ سنایا اور اُس کے پاس رہنے لگا۔ جب وہ قریب المرگ ہوا، تو اُس نے مجھے نصیحت کی اور کہا: "میرے بیٹے، نصیبین میں ایک شخص ہے اور وہ بھی ہماری ہی طرح کا ہے، اُس کے پاس چلے جاؤ، چنانچہ اس کی وفات کے بعد میں نصیبین آ گیا اور اس پادری کو بتایا کہ مجھے فلاں پادری نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، چنانچہ اُس نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا، یہاں تک کہ اس کا آخری وقت آ گیا، تو میں نے اُس سے دریافت کیا کہ اب آپ مجھے کس کے پاس بھیجیں گے؟ اُس نے کہا کہ "سرزمین روم میں عموریہ کے مقام پر ایک شخص ہم جیسا ہے، اس کے پاس چلے جانا۔" بہر حال اس پادری کی وفات کے بعد میں عموریہ پہنچ گیا اور یہ شخص بھی بہت غلبہ و زاہد اور خدا ترس انسان تھا۔ یہاں میں نے کچھ محنت و مزدوری بھی شروع کر دی۔ اس طرح میرے پاس کچھ بکریاں اور گائیں جمع ہو گئیں، مگر جب اُس کی وفات کا وقت قریب

آیا، تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ میری رہنمائی فرمائیے اور بتائیے کہ میں کہاں جاؤں؟ وہ کہنے لگا،

اُسے بیٹے، اب کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کے پاس تجھے بھیج دوں، مگر ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب ہے، وہ خرم مکہ میں پیدا ہوگا اور کھجوروں والی شوز زمین میں بھرت فرمائے گا۔ اُن کی نبوت کی کھلی کھلی نشانیاں ہوں گی۔ اُن کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، وہ ہدیہ تو کھائیں گے، مگر صدقہ تناول نہ فرمائیں گے۔ اگر تم سے ہو سکے، تو وہاں پہنچ جاؤ، کیونکہ ان کی بعثت کا زمانہ نہایت قریب ہے۔“

اس برگزیدہ شخص کی وفات کو چند ہی روز ہوتے تھے کہ بنو کلب کے تاجروں کے ایک قافلہ کا ادھر سے گزر رہا۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ساتھ سرزمین عرب لے چلو اور اُحمرت میں میرے جانور لے لو۔“ میرے قافلے والوں نے میرے ساتھ زیادتی کی کہ میرے جانور ضبط کر لیے اور مجھے بھی وادی قرئی کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب میں نے وادی قرئی میں کھجوروں کے درخت دیکھے، تو یہی خیال کرتا رہا کہ یہ وہ سرزمین ہے جس کے متعلق اُس پادری نے مجھے بتایا تھا۔ پھر بنی قریظہ کا ایک شخص وادی قرئی میں آیا۔ اس نے مجھے خرید لیا اور مدینہ لے آیا۔ خدا تعالیٰ کی قسم جوں ہی میں نے مدینہ دیکھا تو میں نے اس سرزمین کو پہچان لیا۔ بہر حال میں ایام غلامی گزارتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں مبعوث ہو چکے تھے، مگر مجھے خبر نہ ہوتی یہاں تک کہ ایک دن میں اپنے مالک کے باغ میں کام کر رہا تھا کہ اس کا بھتیجا آیا اور کہنے لگا، بنی قیلہ کا ناس ہو مکہ سے ایک شخص ہجرت کر کے قبا میں آیا ہے اور یہ سب قبا میں اس کے گرد آگے جمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ (آنے والا) خدا تعالیٰ کا نبی ہے۔“

یہ خبر سننے ہی مجھ پر لرزہ سا طاری ہو گیا اور میں خود پر قابو نہ رکھ سکا (گرنے سے بچنے کے لیے، اپنے مالک کا سہارا لیے ہوئے میں نے کہا، ”کیسے خبر ہے؟“ میرے مالک نے مجھے ایک

گھونسا مارا اور کہا: تجھے کیا؟ تو اپنا کام کر۔ میں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ باقی میں نے ایک خبر سنی، تو مجھے اس کے جاننے کا شوق ہوا۔ بہر کیف میں وہاں سے نکلا، تو مجھے میری ہم وطن ایک عورت مل گئی، اُس کا سارا گھرا نا اسلام لے آیا تھا، اس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پتہ دیا۔ میرے پاس تھوڑا سا کھانا تھا، وہ لے کر میں قبا کی طرف روانہ ہو گیا۔ خدمتِ فیضِ حبت میں حاضر ہوا، تو میں نے عرض کیا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک بندے ہیں اور پرہیزی ہیں، اس لیے یہ کھانا بطورِ صدقہ حاضر خدمت ہے، قبول فرمائیے۔“ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ”تم کھا لو۔“ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایک علامت تو دیکھ لی میں تو واپس آ گیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ میں نے کچھ عرصہ پھر کچھ جمع کیا اور حاضر خدمت ہو گیا اور عرض کیا کہ ”یہ لیجئے یہ ہدیہ ہے قبول فرمائیے۔“ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرما کر خود بھی تنا دل فرمایا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابیوں نے بھی۔ میں نے دل میں کہا یہ دوسری نشانی بھی پوری ہوئی۔ ————— چند روز بعد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو اونی چادریں زیب تن فرما رکھی تھیں اور ایک جنانے کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، میں گھوم کر پیچھے آیا تاکہ مہرِ نبوت دیکھ سکوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے دلی ارادہ کو جان گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر کھسکا دی۔ مہرِ نبوت کی زیارت کرتے ہی (فرطِ جذبات سے) میں رونے لگا اور مہرِ نبوت کو چومنے لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ”سلمان! میرے سامنے آؤ“ میں سامنے حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے گزشتہ واقعات سنانے کا حکم دیا۔ میں تمام واقعات سنا چکا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”سلمان! تم مکاتبت کر لو“ میں نے اپنے مالک سے

لے مکاتبت یہ ہوتی ہے کہ غلام اپنے آقا سے کوئی معاملہ طے کرتا ہے کہ میں تمہیں کیا کا کر دے دوں یا تمہارا کیا کام کر دوں تو

تم مجھے آزاد کر دو گے، چنانچہ مالک جتنی رقم یا کام پر چاہے اپنے غلام سے خریدی معاہدہ کر لیتا اور معاہدہ کے مطابق غلام

کو آزادی مل جاتی ہے۔ ۱۲۔

مکاتبت کرنا چاہی تو اس نے تین سو کھجوروں کے درخت لگانے یہاں تک کہ ان کو پھل لگے اور چالیس اوقیہ سونے کے عوض مکاتبت کرنے کو کہا۔ میں نے خدمت انور میں یہ واقعہ عرض کر دیا چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اپنے بھائی سے تعاون کرو۔ اس پر کسی نے دس کسی نے بیس کسی نے تیس پڑے مجھے دے دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ان پودوں کے لیے گھڑے کھود لو اور جب کھود چکو تو مجھے اطلاع دینا، چنانچہ میں گھڑے کھودنے لگا اور اس کام میں صحابہ کرام نے بھی میری مدد کی۔ جب ہم فارغ ہو گئے، تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پودے اٹھا اٹھا کر دیتے رہے اور حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہیں گھڑیوں میں رکھتے اور مٹی برابر کرتے رہے۔ قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ان میں سے ایک پودا بھی ضائع نہیں ہوا، بلکہ تمام کے تمام اسی سال پھل لے آتے، سوائے ایک پودے کے جو کسی صحابی نے لگا بانٹھا، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پودے کو کھاٹا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے اُسی جگہ لگا دیا تو وہ پودا بھی اسی سال پھل لے آیا۔ اب میرے ذمہ صرف سونا باقی رہ گیا تھا۔ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی کان سے کبوتر کے انڈے کے برابر سونا آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سلمان بھلے لو اور جو کچھ تمہارے ذمہ ہے، ادا کر دو۔" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، اس سے میری ادائیگی کس طرح ہوگی؟" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اسی

لے دراصل یہودی مالک نے اپنے خیال میں حضرت سلمان کو ایسی الجھن میں پھنسا دیا تھا کہ پوری زندگی بھی بیت جائے، یہ آزاد ہونے کے لاپس میں کام بھی زیادہ سے زیادہ کریں، کیونکہ اول تو کھجور کا درخت بڑے جاننے کے کئی سال بعد تک پھل نہیں دیتا اور جب تک تین سو کھجور کے درخت پھل نہ لائیں گے، ان کی بن بنیں چھوٹے گی، پھر چالیس اوقیہ سونا بھی کچھ کم مقدار نہیں کہ ایک اوقیہ تقریباً ایک اونس یعنی ۲۴ تولہ کا ہوتا ہے، اتنا سونا جمع کرنا بھی کچھ آسان بات نہیں۔ گو پوری زندگی غلام بھی رہیں گے اور محنت بھی خوب کریں گے، یعنی یہ تو بمشکل تمام ادھا اوقیہ ہوگا، جبکہ اسے چالیس اوقیہ دینا ہے۔ ۱۲

سے ادا کر دے گا۔“ (چنانچہ میں اُس میں سے تول تول کر اپنے مالک کو دینے لگا تو) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے اپنے مالک کو چالیس اوقیہ سونا ادا کر بھی دیا، مگر ابھی تک میرے پاس اتنا ہی سونا موجود تھا (سُبْحَانَ اللَّهِ تَعَالَى وَبِحَمْدِهِ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيَّ دَائِمًا اَبَدًا) (خصائص کبریٰ ج ۱ اول و ابن سعد)

بجرت کے چھٹے (عند البعض) عظیم عیسائی بادشاہ ہرقل روم کا تذبذب

ساتویں، سال حضور اکرم (فداء نبی و امی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف بادشاہانِ زمانہ کی طرف خطوط ارسال فرمائے۔ ان بادشاہوں میں سے۔ ہرقل روم کی طرف حضرت ذبیحہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نامہ اقدس دے کر روانہ فرمایا۔ مکتوب گرامی کا مضمون اس طرح تھا:

” اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ محمد بن عبد اللہ بندۂ خدا اور اُس کے رسول کی طرف سے ہرقل عظیم روم کی جانب سلام ہو، اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ انا بعد میں حججہ کو اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ تم سلامت رہو گے۔ مسلمان ہو جاؤ گے، تو دو گنا اجر ملے گا۔ اگر نافرمانی کرو گے، تو تمہاری رعایا کا گناہ تم پر ہوگا۔ اسے اہل کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب نہ بنائیں (اب) تم اگر اعراض کرو تو کہہ دو، تم گواہ ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔“

ہرقل روم جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب گرامی کے مضمون

لے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ۳۵ھ میں شہر مدائن میں انتقال ہوا۔ آپ کی عمر اٹھائی سو سال اور عند البعض ساڑھے تین سو سال ہوتی (اول قول زیادہ معتبر ہے مشکوٰۃ۔ ۱۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سے باخبر ہوا تو اس قدر مبہوت ہوا کہ اُس کی پیشانی پر پسینہ جاری ہو گیا اور اس کی مجلس میں شور و غوغا برپا ہو گیا۔ ہرقل نے ارکانِ حکومت سے کہا: "تلاش کرو کہ میری سلطنت میں کوئی ایسا شخص موجود ہے کہ جو اس مدعی نبوت کی قوم سے ہوتا کہ میں اُس سے کچھ باتیں دریافت کروں۔"

اتفاقاً ابوسفیان بن عرب بغرض تجارت شام گیا ہوا تھا۔ ابی سفیان اب تک حضور علیہ السلام سے کسی لڑائیوں لڑ چکا تھا، لوگ اسے ہرقل کے پاس لے گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی سفیان سے نقل کرتے ہیں: (ایمان لانے کے بعد ابی سفیان نے بتایا کہ جب ہم (اہل قافلہ) کو قیصر روم کے دربار میں پیش کیا گیا تو اُس نے (مترجم کے ذریعے) دریافت کیا کہ "تم میں سے کون اُس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے؟" میں نے کہا کہ "میں ہوں، کیونکہ وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں۔"

(ابی سفیان نے مزید بتایا کہ) مجھے ہرقل کے سامنے کھڑا کر دیا گیا اور میرے ہمراہیوں کو میرے پیچھے کھڑا کر دیا۔ ہرقل نے ترجمان (مترجم) کے ذریعے سے میرے ساتھیوں کو کہا کہ "میں ابی سفیان سے اُس مدعی نبوت کے متعلق کچھ سوال کروں گا اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اسے ٹوک دینا۔" ابی سفیان کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قسم اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا کہ میرے جھوٹ کو ظاہر کر دیا جائے

لے یہ اس لیے کہ ہرقل پہلے ہی خائف و ترساں تھا، مکتوبِ گرامی ملنے سے قبل ہرقل اپنی منت پوری کرنے کیلئے بیت المقدس گیا ہوا تھا۔ ہرقل ماہِ ستارہ شناس تھا، چنانچہ بیت المقدس میں وہ ایک دن سخت غمگین اور خبیث النفس ہو گیا تو ایک بطریق (عالم) نے اُس کے غم و اندوہ کے متعلق دریافت کیا۔ ہرقل نے کہا کہ "آج رات میں نے ستاروں کی روش اور ان کے احکام و اثرات پر غور کیا تو پتہ چلا کہ ملکِ الحنّان (یعنی اُس قوم کا بادشاہ جس قوم میں ختنہ سنت ہے) کا ظہور ہو گیا ہے۔ قریب ہے کہ اُن کا دست تسلط ہم تک پہنچ جائے اور وہ ہم پر قابض پالیں،" مصاحبوں نے کہا کہ اس زمانہ میں تو یہودی ہی ختنہ کرتے ہیں، اس پر ہرقل نے حکم دیا، جہاں بھی یہودی ہو، اسے قتل کر دو۔" اسی دوران قیصر کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے عرب میں دعویٰ نبوت کیا ہے اور اُس کے عجیب عجیب نزائے واقعات کی خبریں آتی ہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ وہ نبی ختنہ شدہ ہے۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا، "ستاروں سے جس کے ظہور کا مجھے پتہ چلا ہے، وہ یہی شخص ہے۔" اسی اشارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوبِ گرامی لے کر ہرقل کے پاس پہنچے (مدارج)، لہذا اگرچہ اُس کی یہ بات درست نہ تھی، مگر وہ اپنے آپ کو قریبی ظاہر کرنا چاہتا تھا (مدارج النبوة)۔



گا، تو میں ضرور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہتھان تراشی کرتا۔ ہر قتل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس ابو سفیان سے سوال کر کہ اس (مقدس) ہستی کا حسب و نسب تمہارے اندر کیسا ہے؟ میں نے کہا، وہ ہمارے اندر صاحب حسب (یعنی بہت ہی شریف النسب) ہیں۔ ہر قتل نے کہا، اُس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا، نہیں۔ اُس نے پوچھا، کیا اس دعویٰ نبوت سے قبل ان پر کسی نے جھوٹ کی کوئی تہمت لگائی؟ میں نے کہا، نہیں۔ اُس نے پوچھا، اُن کی اتباع بڑے اور امیر لوگ کرتے ہیں یا ضعیف و کمزور؟ میں نے کہا، ضعیف اور کمزور لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اُس نے پوچھا، ایمان لانے والوں کی تعداد (دن بدن) زیادہ ہوتی ہے یا کم؟ میں نے کہا، بلکہ زیادہ ہو رہی ہے۔ اُس نے پوچھا، کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہو کر پھر اُسے ناپسندیدہ جان کر مرتد ہوا ہے؟ میں نے کہا، نہیں۔ ہر قتل نے پوچھا، تم نے ان سے لڑائی کی؟ میں نے کہا، ہاں! اُس نے پوچھا، پھر تمہاری لڑائی کیسی رہی؟ میں نے کہا، ڈول کی مانند، کبھی وہ کامیاب ہوتا ہے اور کبھی ہم۔ اُس نے پوچھا، کیا کبھی انہوں نے عہد شکنی کی؟ میں نے کہا، نہیں۔ البتہ اب معاہدہ (صلح حدیبیہ والا) ہوا ہے، دیکھیں اس میں کیا کرتے ہیں۔ . . . . .“ ابی سفیان نے کہا، اللہ تعالیٰ کی قسم! اس بات کے سوا میں کوئی بات بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف نہ کہہ سکا۔ ہر قتل نے پوچھا، اس سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا، نہیں۔ پھر ہر قتل نے ترجمان سے کہا، ابو سفیان کو کہہ کہ میں نے تجھ سے اس شخص (دعویٰ نبوت) کے حسب کے بارے میں پوچھا، تو نے کہا وہ عالی نسب ہیں، تو انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قوموں میں عالی نسب ہی ہوتے ہیں، تاکہ اُن پر ایمان لانے میں کسی کو عار نہ ہو، میں نے تجھ سے پوچھا کہ اُس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ نہ تھا؟ تو نے جواب

لے اللہ اکبر! جھوٹ تو ایک طرف رہا، کبھی جھوٹ کی تہمت بھی نہ لگی، حالانکہ تہمت جھوٹی کبھی بھی لگ سکتی ہے۔

۱۸ ابی سفیان نے بطور طنز حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معراج شریف کی ذکر بھی کیا۔ قرآن

بطریق نے اس کی گواہی دی۔ ملاحظہ فرمائیں اس کتاب کے پہلے باب میں آیت سبحان الذی اسزى بعبدہ کے تحت۔ ۱۱

دیا نہیں۔ اگر اُس کے باپ دادا سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ اپنے باپ دادا کا ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پھر میں نے اُس کے تابعداروں کے متعلق سوال کیا کہ سردار ہیں یا ضعیف تو نے کہا، بلکہ ضعیف لوگ۔ میں کہتا ہوں ٹھیک ہے (ابتداءً) ہمیشہ ضعیف لوگ ہی رسولوں کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ اس سے قبل اُس پر کسی نے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے تو نے کہا، نہیں؟ میں نے پہچان لیا کہ جو بندوں سے جھوٹ نہیں بولتا، وہ اللہ تعالیٰ پر کیونکر جھوٹ بولے گا۔ پھر میں نے پوچھا کہ اُس کے دین کو ناپسندیدہ خیال کر کے کسی نے چھوڑا؟ تو نے کہا، نہیں۔ پس میں جانتا ہوں کہ ایمان کی لذت ہی ایسی ہوتی ہے جبکہ ایمان دلوں میں گھر کر جاتے۔ پھر میں نے اُس کے فرمانبرداروں کے متعلق سوال کیا کہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو نے جواب دیا، زیادہ ہونے جا رہے ہیں۔ اور اسی طرح دین و ایمان بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ کامل ہو جاتے۔ پھر میں نے تجھ سے لڑائی کے متعلق سوال کیا، تو تو نے بتایا کہ یہ مثل ڈول کے ہے، کبھی وہ غالب رہتا ہے، کبھی ہم۔ اور ایسے ہی پیغمبروں کو آدھا جانا ہے، بالآخر فتح ان ہی کی ہوتی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ کبھی اُس نے عہد شکنی کی؟ تو نے جواب دیا، نہیں۔ اور یقیناً پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں، وہ کسی سے عہد شکنی نہیں کرتے۔ پھر میں نے تجھ سے پوچھا، یہ دعویٰ اس سے پہلے (یعنی ان کے والد چچا یا دادا جان) میں سے کسی نے دعویٰ نبوت کیا؟ تو نے جواب دیا، نہیں۔ اگر اس سے قبل اس کے کسی رشتہ دار نے یہ دعویٰ کیا ہوتا، تو میں کہتا کہ اس نے بھی اسی کی پیروی کی ہے۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ ہر قل نے پوچھا، وہ کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا، وہ ہم کو نماز اور زکوٰۃ اور صلہ رحمی اور حرام سے بچنے کے متعلق حکم دیتا ہے۔ ہر قل نے کہا، اگر یہ بات سچ ہے جو تو کہتا ہے تو وہ سچا نبی ہے اور میں یہ جانتا تھا کہ ایک نبی پیدا ہونے والا ہے، لیکن میں یہ نہ جانتا تھا کہ وہ تم سے ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا، تو میں اس سے ملاقات کرتا۔ اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو میں اُن کے قدم دھوٹا اور اس کی حکومت کو غلبہ حاصل ہوگا۔ یہاں تک کہ میرے پاؤں کی زمین (یعنی میرا اس ملک اور محل پر بھی غلبہ ہوگا) پھر ہر قل نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام اقدس منگوا یا اور

اس کو پڑھا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ۔ باب علامات النبوة)

مدارج النبوة میں ہے کہ (اس کے بعد) ہر قتل حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو خلوت میں لے گیا اور بولا: "خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ نبی مرسل ہیں اور یہ وہی نبی ہیں کہ جن کے ہم منتظر تھے اور جن کی صفات ہم نے کتب سماوی میں پڑھی ہیں، لیکن میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے پیروی کی تو رومی مجھے ہلاک کر دیں گے۔"

اس کے بعد ہر قتل نے حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روم میں عیسائیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور عالم "صنعاطر" کی طرف بھیجا۔ جب حضرت وحیہ کلبی ان کے پاس گئے، تو انہوں نے کہا: "خدا کی قسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نبی برحق ہیں اور یہ ہی وہ نبی ہیں کہ جن کی صفات ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھیں۔ ہم ان کی نبوت میں کوئی بھی شبہ نہیں رکھتے۔" اس کے بعد "صنعاطر" اٹھے اور کینسہ (گرجا) میں آئے اور کہا: "اے اہل روم! احمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے ہمارے پاس ایک نامتہ اقدس آیا ہے اس خط میں ہمیں دین حق کی دعوت دی گئی ہے۔ ان کی رسالت کی حقیقت آفتاب کی مانند روشن ہے۔ تم اقرار کرو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے رسول ہیں؛ یہ سنتے ہی اہل روم نے اپنے سب سے بڑے عیسائی عالم دین حضرت صنعاطر پر حملہ کر دیا اور ان کی ناکہ لوٹی کر کے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر قتل کے پاس لوٹ آئے اور تمام واقعہ سے آگاہ کر دیا۔ ہر قتل نے کہا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں نصاریٰ سے ڈرتا ہوں خدا تعالیٰ کی قسم! صنعاطر قوم میں مجھ سے زیادہ باعزت بزرگ تھا۔ اہل روم مجھ سے کہیں زیادہ اُس کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے (یعنی اُس کا حال تم دیکھ چکے ہو) بعد ازاں ہر قتل نے عظمائے روم کو اپنے قصر میں جمع کیا اور قصر کے دروازے بند کر دیئے، پھر خود محل کے بالا خانے سے اُن کو مخاطب ہوا کہ "اے سردارانِ روم میرے پاس نبی احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا خط آیا ہے۔ یہی وہ نبی منتظر ہے کہ جن کا ہم کو انتظار تھا اور جن کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے اور جس کے زمانہ ظہور کی نشانیاں ہمارے سامنے

اچکی ہیں، اس لیے تم اس نبی کی اتباع کرو تاکہ تمہیں دنیا و آخرت میں سلامتی ملے گی۔ میں نے جب ہرقل کی زبانی یہ کلمات سنے، تو بالالفاق اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور شور و غل مچاتے ہوئے دروازوں کی طرف بھاگے، مگر دروازوں کو بند پایا۔ ہرقل نے دوبارہ ان کو آواز دی اور کہا ”تم خاطر جمع رکھو، میں نے یہ باتیں اس لیے تم سے کہیں تاکہ تمہیں دیکھوں کہ تم اپنے دین پر کس قدر پختہ ہو۔ اب میں نے جان لیا ہے کہ تم ثابت قدم ہو۔“ اس پر سب راضی ہو گئے اور ہرقل کو سجدہ کر کے واپس چلے گئے۔ (خصائص کبریٰ، مدارج النبوة)

## حضرت شاہ نجاشی حاکم حبشہ و علمائے نصاریٰ کا قبول اسلام

شہ نبوی ماہ رجب المرجب کو کفار مکہ کی جلاوطنی کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت فرمائے۔ ان سے تنگ آکر منکروم مسلمانوں نے حضور خواجه کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی تاکہ چین اور سکون سے عبادت خداوندی کر سکیں لیکن جب قریش مکہ کے لیے خیال ہے کہ حبشہ کی طرف تمام مسلمانوں نے نہیں، بلکہ تھوڑے سے مسلمانوں نے ہجرت فرمائی تھی۔ کفار مکہ اہل ایمان سے نہایت گھناؤنا سلوک کرتے اور بدترین سزائیں دیتے، مگر ان کے پایہ استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی، اس کا اقرار اسلام کے دشمن عیسائی سیرت نگاروں نے بھی کیا۔ اس سلسلہ میں ہرقل روم کے یہ الفاظ بہت اہمیت کے حامل ہیں کہ ”میں جانتا ہوں کہ ایمان کی لذت ہی ایسی ہوتی ہے جیسا کہ ایمان دل میں گھر کر جائے۔“ جن مسلمانوں کو بہت زیادہ ستایا جاتا تھا، ان میں چند ایک یہ ہیں:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش مکہ ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے۔ ایک دن کوئلے کے ڈھیر پر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر چڑھ کر لٹا دیا اور ایک شخص ان کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا تاکہ کروٹ نہ بدلیں، یہاں تک کہ کوئلے ٹھنڈے ہو گئے اور آپ کی پیٹھ اس قدر جل گئی کہ شفا یاب ہونے کے بعد بھی تمام پیٹھ برص کی طرح سفید تھی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اُمیہ بن خلف لوبہ کی زرہ پہنا کر گرم ریت پر دھوپ میں ڈال دیتا۔  
بقیہ عاشیہ آئندہ صفحہ پر

اس ہجرت کی خبر ہوئی، تو انہوں نے فوراً عیسائی بادشاہ نجاشی کے پاس مختلف ہدایا اور تحفوں کے ساتھ ایک وفد بھیجا تاکہ اہل ایمان کے سکون کو بر باد کیا جاسکے۔ وفد کے ارکان ہمیشہ پہنچ کر سب سے پہلے درباری بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) اور ان کے سینے پر بھاری بھاری پتھر رکھ دیتا تاکہ جنبش نہ کر سکیں اور تمام دن اسی طرح گزرتا کبھی پانی میں آپ کو غوطے دیتے جاتے، کبھی آگ سے دل غصیے جاتے، کبھی آپ کے گلے میں رسی باندھ کر بازاروں میں گھیٹا جاتا، مگر آپ کے دل سے ایمان کی محبت نہ نکل سکی۔

حضرت یاسرؓ ان کے بیٹے عمرا اور ان کی بیوی سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ سب دولتِ ایمان سے شرف ہو گئے تو کفار نے ان کو بہت مارا۔ ایک دن جبکہ ان کو شدید تکالیف دی جا رہی تھیں، تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادھر سے گزرا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو صبر کی تلقین فرمائی اور جنت کی بشارت دی۔ جب کسی بھی صورت ان حضرات کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے تو بدترین شخص ابوہبل لعین نے ایک بھیا تک منصوبہ بنایا، چنانچہ اس بد بخت نے دوسرے کفار سے مل کر حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا مارا کہ آپ شہید ہو گئے۔ آپ کی بیوی حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دو اونٹوں کے درمیان اس طرح باندھا کہ ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھی۔ پھر ان کو امین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چھوڑنے کی ترغیب دی، مگر اس پاکباز خاتون نے صاف انکار کر دیا، چنانچہ سفاک ظالم ابوہبل نے اونٹوں کو ایک دوسرے کی مخالف سمت دوڑانے کا حکم دیا اور اتنے زور سے بھجی ماری کہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جسم چر کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ اسلام میں یہ پہلے دو شہید تھے۔ یہ تمام کارروائی ان کے بیٹے حضرت عمرا کے سامنے کی گئی اور خود حضرت عمرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کفار نے ان کو اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہو گئے۔

حضرت ابوہبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ اسلام لانے کے جرم میں ان کے گلے میں رسی ڈال کر گرم ریت پر گھیٹا جاتا۔ ان کے سینے پر اتنے بھاری بھاری پتھر رکھ دیتے کہ ان کی زبان باہر نکل آتی۔ ایک بار امیہ نے ان کا گلہ اتنے زور سے دبا یا کہ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ان کی موت واقع ہو گئی۔

حضرت لبنیہ، حضرت زبیرہ، حضرت جہدیہ، حضرت ام عبیس رضی اللہ تعالیٰ عنہن یہ سب کنیزیں تھیں ان کو اتنا مارا جاتا کہ دیکھنے والے کو رحم آجاتا۔ ایک بار حضرت زبیرہ کو ابوہبل لعین نے اتنا مارا کہ ان کی آنکھوں کی مینائی ضائع ہو گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب اور حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا تاکہ یہ آزادی کی زندگی گزار سکیں۔ ۱۲

پادریوں اور عالموں سے ملے، ان کو تحائف اور نذرانے پیش کیے اور گزارش کی کہ کل نجاشی شاہ کے دربار میں ہماری طرفداری کریں۔ دوسرے روز قریش مکہ کا وفد نجاشی کے دربار میں پیش ہوا اور ہمیشہ قیمت تحائف نذر کئے۔ جب نجاشی خوش ہو گیا، تو وفد نے گزارش کی کہ حضور آپ کے ملک میں ہمارے ملک کے کچھ بھگوڑے ایک نئے مذہب کے پیروکار آگئے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ آپ کے ملک میں فتنہ پھیلا دیں گے۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ ہمارے بھگوڑے ہمارے سپرد کیے جائیں۔ درباری علماء اور پادریوں نے بھی اس بات کی خوب خوب تائید کی۔ نجاشی کے حکم سے مسلمانوں کو دربار میں پیش کیا گیا۔ نجاشی نے سوال کیا، تم نے یہ کونسا دین ایجاد کیا ہے جو بت پرستی اور عیسائیت دونوں کے خلاف ہے؟ یہ سن کر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”اے بادشاہ! ہم جاہل، بُت پرست، مُردار خور اور بدکار تھے۔ ہم ہمسالیوں کو ستاتے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا اور قوی کمزوروں کو کھا جاتا۔ اسی اثناء میں ہم میں سے ایک شخص پیدا ہوا جو انتہائی شریف، صادق اور امین ہے، اس نے ہم کو دعوتِ اسلام دی اور کہا کہ ہم بت پرستی نہ کریں، سچ بولیں، خون ریزی سے باز آئیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو آرام دیں، عقیقت پاک دامن پر بدنامی کا دھبہ نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور زکوٰۃ (صدقات) دیں، ہم اس پر ایمان لے آئے، مشرک اور قبیح باتوں کو ترک کر دیا۔ اب ہماری قوم ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اسی گمراہی میں لوٹ آئیں۔“ نجاشی نے کہا: ”جو کلام تمہارے پیغمبر پر اترا ہے، اس میں سے کچھ سناؤ۔“

جو اباً حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ مریم کی چند آیات پڑھیں، جنہیں سن کر نجاشی پر رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یہ ہی حال دربار میں موجود اکثر علماء اور پادریوں کا تھا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوئے تو شاہِ نجاشی نے کہا: ”خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل مقدس ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے معلوم ہوتے ہیں۔“ یہ کہہ کر وفد قریش کے تحائف ان کو واپس کر دیے اور کہا: ”میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہیں کروں گا۔“ دوسرے روز اہل وفد نے بعض پادریوں کو لالچ دے کر دوبارہ دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا: حضور! یہ لوگ (مسلمان) آپ

کے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صحیح عقیدہ نہیں رکھتے۔“ یہ سن کر نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟“ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ”ہمارے پیغمبر نے بتایا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے بندے پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں۔“ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: خدا تعالیٰ کی قسم جو تم نے کہا ہے، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اس تنکے کے برابر نہ زیادہ ہیں اور نہ کم۔“

۱۰۰ میں حضرت نجاشی ایمان لے آئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(طبری، ابن ہشام، مستدرک حاکم کتاب التفسیر)

۱۰۰ اور ۱۰۱ ہجری میں جب سلطین خسرو پرویز کا انکار اور تباہی

ایک خط خسرو پرویز شہنشاہ ایران کے نام بھی تحریر کیا گیا، چونکہ نام مبارک کو بسم اللہ شریف سے شروع کرنے کے بعد لکھا تھا، ”مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی کَسْرٰی عَظِيْمٍ فَارِسٍ“ خسرو پرویز خط کا عنوان پڑھتے ہی غصتہ میں آگیا اور بولا، ”میرا غلام ہو کر مجھ سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے۔“ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ تعالیٰ) یہ کہہ کر اُس نے نامہ اقدس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا لیکن کچھ ہی روز بعد اُس کے اور اُس کی سلطنت کے پُزے اڑ گئے۔

خسرو پرویز نے خط اقدس چاک کرنے کے بعد یمن کے گورنر باذان کو حکم شاہی بھیجا کہ صوبہ حجاز میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ باذان نے دو نامی گرامی بہادر پہلوانوں ”بابویہ“ اور ”خرخرہ“ کو مدینہ طیبہ بھیجا۔ یہ دونوں عجیب ہیئت کذابی کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت مسجد نبوی میں تھے۔ جب یہ دونوں پہلوان بارگاہ اقدس میں داخل ہوئے، تو ان کے جسم پر لڑہ طاری ہو گیا، انہوں نے آکر عرض کیا کہ ”شہنشاہ عالم (کسری) نے آپ کو اپنے دربار میں بلا پایا ہے۔ اگر تعمیل حکم نہ کر دے تو وہ تم کو اور تمہارے ملک کو تباہ و برباد کر دیں گے، لیکن اگر تعمیل کر دے،

تو ہم سفارش کر کے تمہارا قصور معاف کروادیں گے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا، آج تم جاؤ کل آنا ہم اس کا جواب دیں گے۔ یہ نامی گرامی پہلوان دربارِ اقدس سے باہر آئے تو آپس میں کہہ رہے تھے، اس شخص کی کتنی ہیبت اور عجب ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر اور بیٹھے رہتے، تو ڈرتھا کہ کہیں ہمارے جوڑی الگ نہ ہو جائیں، بہر حال جب یہ دوسرے روز حاضر ہوئے تو حضور خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جاؤ گورنر یمن کو جا کر بتا دو کہ آج رات میرے خدا تعالیٰ نے کسری کو اُس کے بیٹے کے ہاتھوں ہلاک کر دیا ہے۔ پہلوان بولے، خوب سوچ لو کہ کیا کہہ رہے ہو، اگر یہ بات غلط ہوتی تو تمہاری خیر نہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا، اپنے صاحب (بازان) کو کہہ دو کہ بہت جلد میرا دین کسری کی مملکت پر غالب آ جائے گا۔ اگر اسے بازان! تو ایمان لے آئے تو جتنا علاقہ تیرے زیر تسلط ہے، سچھے دے دیا جائے گا اور اہل فارس پر تو حکمران ہو گا۔ اس کے بعد یہ دونوں پہلوان یمن کو روانہ ہو گئے اور مجلس شریفہ میں جو دیکھا یا سنا تھا سب من وعن بازان کو بتا دیا۔ بازان نے پوچھا، کیا اُن کے پہرے دار یا محافظ ہیں؟ پہلوانوں نے کہا، نہیں وہ تو گلی کوچوں میں بلا خوف و تردد چلتے پھرتے ہیں۔ بازان نے کہا، جو کچھ تم نے نقل کیا ہے خدا تعالیٰ کی قسم! یہ بادشاہوں کی عادات و خصائل نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، لیکن ابھی ہمیں کسری کے بارے میں خبر کا انتظار کرنا ہو گا۔ اسی دن کسری کے بیٹے شیریہ کا قاصد خط لے کر بازان کے پاس پہنچا۔ جس میں لکھا تھا، کسری اعیان سلطنت اور امراء کو بلا وجہ قتل کروانا تھا اور ملک میں تباہی و بربادی کا قصد کرتا تھا چنانچہ میں نے اُسے قتل کر کے لوگوں کو تباہی سے بچالیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ میری اطاعت کرو اور وہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اُسے کچھ نہ کہنا، بازان جب اس قصہ سے باخبر ہوا، تو اسی وقت کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

(مدارج النبوۃ - طبری - ابن خلدون)



## عیسائی علماء کا مباہلہ سے فرار

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف سے ایک سال پیشتر

علاقہ نجران کے ساٹھ عیسائیوں پر مشتمل ایک وفد مدینہ طیبہ میں آیا۔ اس میں چوبیس اشرف اور تین چوٹی کے پادری شامل تھے۔ ان پادریوں کے نام یہ تھے: (۱) عبدیج، جن کا لقب عاقب تھا (۲) سید، جن کا نام ایہم یا شرجیل (۳) ابو حارثہ بن علقمہ جو ان کا استقف (رٹرا پادری) تھا۔ یہ سب بعد از نماز عصر مسجد نبوی شریفہ میں داخل ہوئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دعوتِ اسلام دی، تو یہ بحث کرنے لگے اور بولے: "تم کہتے ہو عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا نہیں، تو پھر بتاؤ کہ ان کا باپ کون تھا؟ ان کے جواب میں سورۃ آل عمران کی ان آیات کا نزول ہوا:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ  
كَمَثَلِ آدَمَ ط خَلَقَهُ مِن  
تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ  
فَإِكُونُ ۚ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ  
فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ  
فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن  
بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ  
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا  
وَأَبَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا  
وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ  
فَتَجَعَلُ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى  
الْكَذِبِينَ ۗ (آل عمران پ ۶۷)

بے شک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک (حضرت) آدم (علیہ السلام) کی مثل ہے کہ انہیں (یعنی آدم کو) مٹی سے بنایا پھر کہا ہو جاہلیس وہ ہو گیا۔ یہ بات تیرے رب کی طرف برحق ہے، تو (اے سننے والے) تو شک میں نہ پڑنا۔ اگر تمہارے پاس علم آجانے کے بعد بھی یہ عیسائی، تم سے جھگڑا کریں تو فرما دیجئے کہ آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، ہم اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو پھر دغا کریں اور لعنت ڈالیں جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی۔

ان آیات کا خلاصہ مطلب یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نہ باپ تھا نہ ماں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے۔ اگر عیسائی اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں، تو ان سے فرماؤ کہ ایک صورت فیصلہ کی یہ بھی ہے۔ اور یہ فیصلہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے، اس میں کسی کی رعایت نہیں ہوتی، خدائے لم یزل جھوٹے کو سزا دے دیتا ہے۔ ایسے کرو کہ تم اپنی آل و اولاد کے ساتھ آ جاؤ اور میں اپنی آل و اولاد کے ساتھ آ جاتا ہوں پھر دُعا کرتے ہیں اور جھوٹوں پر خدا تعالیٰ کی لعنت بھیجتے ہیں۔ جو جھوٹا ہو گا خدا تعالیٰ اُسے ہلاک فرمادے گا۔ اہل اسلام اسے مباہلہ کہتے ہیں، چنانچہ عیسائی بولے، ہمیں کل تک مہلت دیں۔ دوسرے روز حضور انور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین کو گودی میں اٹھایا، امام حسن کی ہانگی پچھلی حضرت فاطمہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ اس طرح یہ حضرات میدانِ مباہلہ میں پہنچے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا، ”میں دُعا کروں گا، تم آمین کہنا۔“ جب نصاریٰ کے استقف نے ان حضرات کو دیکھا تو بولا، اے گروہ نصاریٰ میں وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر وہ یہ دُعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے، تو یقیناً ان کی دُعا سے ہٹ جائے گا، اس لیے بہتر ہے کہ تم مباہلہ نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور رُوتے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی موجود نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تمہیں ان کی نبوت معلوم ہو چکی ہے اور وہ تمہارے صاحبِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں قولِ فیصل لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جس قوم نے بھی پیغمبر سے مقابلہ کیا، وہ ہلاک ہو گئی۔“ عیسائی یہ سن کر ڈر گئے اور مباہلہ سے انکار کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اگر مباہلہ نہیں کرتے، تو ایمان لے آؤ۔“ انہوں نے کہا، آپ ہمیں ہمارے دین پر رہنے دیجئے۔“ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، پھر جنگ کر لو۔“ انہوں نے عرض کیا کہ جنگ کی ہم میں طاقت نہیں، البتہ ہم اس شرط پر صلح کرتے ہیں کہ ہر سال دو ہزار کپڑوں کے جوڑے ہر

جوڑا کم از کم چالیس درہم کا ہوگا۔ بطور جزئیہ پیش کریں گے۔ (ایک روایت میں تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس زرہیں اور تیس نیزے بھی مذکور ہیں)۔ ان شرائط پر صلح ہوگئی۔ پھر ان کی خواہش پر حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور قاضی (جج) ان کے ساتھ روانہ فرما دیا۔ کچھ مدت بعد سید اور عاقب واپس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ کہے

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے، تو بندرا اور خنزیر بنا دیئے جاتے اور یہ وادی اُن پر آگ برساتی، تمام اہل نجران کو تباہ و برباد کر دیا جاتا، حتیٰ کہ وہ جانور بھی ہلاک ہو جاتے، جو درختوں پر ہوتے اور ایک سال نہ گزرتا کہ روئے زمین سے نصاریٰ ختم ہو جاتے۔ ۷

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اہل کتاب جانتے تھے کہ یہ وہی رسولِ برحق ہیں کہ جن کا ذکر توراہ و انجیل میں موجود ہے۔ اسی لیے انہوں نے یہ روش اختیار کی، کیونکہ انسانوں کو تو دھوکا دیا جاسکتا ہے، لیکن معاذ اللہ تعالیٰ خدا کریم کو تو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔ کیا معاندین اسلام عیسائی یہ بتا سکتے ہیں کہ اگر نصاریٰ کو یقین نہیں تھا، تو انہوں نے

۷ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ کسی کو دولتِ ایمان عطا فرمائے۔ جب یہ عیسائی نجران سے چلے، تو اُن کے اسقف (بڑے پادری) ابو حارثہ بن علقمہ کا بھائی کرز بن علقمہ بھی ساتھ تھا۔ اثنائے راہ میں ابو حارثہ کا اونٹ سر کے بل گرا تو کرز نے کہا، وہ سر کے بل گرے جو دُور ہے، یعنی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ابو حارثہ نے کہا، بلکہ تو گرتے کرز نے کہا، بھائی ایسا کیوں کہتے ہو؟ ابو حارثہ نے کہا، خدا تعالیٰ کی قسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہی ہیں، جن کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ کرز نے کہا، پھر کس لیے تم اُن کی پیروی نہیں کرتے؟ ابو حارثہ نے کہا، میں اپنی قوم کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا، کیونکہ جو قدر و منزلت اب ہماری قوم میں ہے، وہ جاتی ہے گی اور وہ مال و منال اور تحائف جو ہمیں ہماری قوم سے ملے ہیں، چھین لیے جائیں گے؟ اس بات سے کرز کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے اپنے اونٹ کو تیز بائنا شروع کر دیا اور اپنے وفد پہنچنے سے پہلے ہی بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ۸ مدارج النبوة زقانی علی التواضع لکھ ابی سعد، مدارج النبوة ۷ مدارج النبوة، مواہب، ابن سعد

مباہلہ کی جرات کیوں نہ کی؟

اس قسم کے یعنی علماء اہل کتاب کے بہت سے واقعات کتب احادیث و سیر میں مذکور ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بلکہ حضور علیہ السلام کے بعض صحابہ کرام تک سے واقف تھے۔

## موجودہ بائبل اور ذکر حضور ختم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہم مسلمانوں کے نزدیک، بلکہ خود عیسائی مصنفین کے نزدیک موجودہ بائبل میں نہ بروست تحریف ہوتی (جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ) بائبل میں تحریف کرنے والوں نے خوب من مرضی سے کام لیا۔ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر چن چن کر نکال دیا گیا۔ انجیل برنباس جو کہ اصل انجیل سے بہت حد تک قریب تھی، اسے ممنوعہ لٹریچر میں شامل کر دیا گیا۔ ان تمام ترکھناؤنی سازشوں کے باوجود موجودہ بائبل میں بہت سی جگہوں پر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ موجود ہے۔

بشارت (۱) موجودہ بائبل کے عہد نامہ جدید میں شامل کتاب متی کی انجیل، باب ۲۳ تا ۲۴ میں ایک تمثیل بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ایک شخص نے باغ لگایا اور باغبانوں کے حوالہ کر دیا، جب پھل لگ کر پک گئے، تو مالک باغ نے اپنے نوکروں کو بھیجا تاکہ وہ باغ کے پھل لائیں، مگر باغبانوں نے کسی کو تو قتل کیا، اور کسی کو پیٹا۔ مالک نے دوبارہ زیادہ نوکر بھیجے، ان سے بھی یہی سلوک ہوا۔ آخر کار مالک نے اپنا بیٹا بھیجا کہ شاید اسی کا لحاظ کریں گے، مگر انہوں نے بیٹے کو بھی قتل کر دیا (پھر سوال کیا کہ) بتاؤ مالک یا غبانوں سے کیا سلوک کرے گا؟ لوگوں نے کہا کہ باغبانوں کو ہلاک کر دے گا،

لے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے، خصائص کبریٰ از علامہ سیوطی

اور اپنا باغ واپس لے کر ان لوگوں کو دے دے گا جو اُسے اُس کا پھل دیں گے۔ تب عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: "اُس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اُس قوم کو جو اُس کے پھل لائے گی، دے دی جائے گی۔" (باب: ۲، ص: ۴۳)

باوجود تحریف کے اس مثال میں بنی اسرائیلیوں کو یہ سمجھایا گیا کہ اے بنی اسرائیلیو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر نبوت و رسالت رکھی، تمہیں معزز بنایا، انعامات سے نوازا، مگر تم نے نافرمانی کی تم میں سے اکثر نے بعض انبیاء کا انکار کیا اور بعض کو شہید کیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری جانب بھیجا اور تم مجھے بھی قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کے مطابق بنی اسرائیل سے عزت و شرافت جاتی رہی، پھر ان پر ذلت و مسکینی مسلط فرمادی گئی تھی اور خاندان بنی اسماعیل سے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہو گئی، اور یہ ہی وہ مبارک نبی اور مبارک امت ہے جو اس باغ کے صحیح رکھوالے بنے۔ اب مسیحی حضرات ذرا غور فرمائیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ جن کی تشریف آوری کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے ہی اشارہ فرمادیا تھا، انکار کر کے کیا خود ہی عیسیٰ علیہ السلام ہی کے منکر نہیں ہو گئے؟ اگر ان کا خدا تعالیٰ پر یقین تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو سچا خیال کرتے تھے، تو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے

لہ عیسائیوں نے بزعم باطل ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا سمجھ لیا (معاذ اللہ) اور عیسائی عقیدہ کے مطابق قتل کر بھی دیا۔

۱۰ قرآن پاک نے یوں ارشاد فرمایا، وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا وَبَغَضِبِ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَاَنَّهُمْ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ ۱۰ اور انہی اسرائیل پر ذلت و خواری اور ناداری فرمادی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہیں۔ یہ (سزا ان کو) اس لیے دی گئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور انبیاء علیہم السلام کو بلاوجہ شہید کیا (اور یہ سزا) اس لیے بھی کہ انہوں نے (یعنی بنی اسرائیل نے) نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے۔" ۱۰

اس نبی آخر زماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کیوں کیا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ پہلے ہی سے خبر رکھنے والے اہل کتاب ان لوگوں میں فوراً شامل ہو جاتے کہ جن کو اب باغ کا رکھوالا بنایا گیا اور ان لوگوں سے اظہارِ نفرت کرتے کہ جنہوں نے اس باغ کے مالک کو غصتہ دلایا۔ اُس کے فرستادہ لوگوں کو مارا پٹیا اور قتل کیا، مگر افسوس کہ ضد بازی نے اکثر حضرات کو حقائق سے چشم پوشی پر مجبور کر دیا۔

بشارت (۲) یوحنا کی انجیل میں ہے: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق) اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اُس نے اقرار کیا، انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اُس نے کہا، میں نہیں ہوں۔ (پھر پوچھا) کیا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انہوں نے اُس سے کہا پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں، تو اچھے متقی میں کیا کہتا ہے؟ اُس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے، نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر ہتھیار کیوں دیتا ہے؟ (باب، آیت ۱۹ تا ۲۵)

ہم نے یہ طویل عبارت اس لیے نقل کی کہ کوئی معاند یہ نہ کہہ سکے کہ محض کسی آیت کا کوئی تراش لے کر اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمیں اس عبارت سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اہل کتاب کو جن مبارک ہستیوں کی آمد کا انتظار تھا، ان میں حضرت مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) حضرت ایلیاہ (علیہ السلام) اور ایک ”نبی“ شامل ہیں۔ اسی لیے یروشلم سے آنے والے یہودیوں کے نمائندوں نے حضرت یوحنا دیکھی (علیہ السلام) سے سوال کیا کہ تم ایلیاہ (علیہ السلام) ہو یا مسیح (علیہ السلام) ہو یا پھر وہ نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیا مسیحی حضرات یہ بتائیں گے کہ وہ نبی کہ جس کا تذکرہ یہودیوں میں اکثر ہوتا تھا، کون ہستی تھی؟ یقیناً یقیناً اس برگزیدہ نبی سے مراد ذاتِ بابرکات ستودہ صفات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے، ورنہ ان کے سوا کوئی بھی نبی نہیں کہ جو

حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد معجوث ہوا اور پہلی کتب سماوی اور ائمہ سابقہ میں اُس کا اتنا چرچا ہو۔ قرآن پاک سورۃ بقرات ۸۹ میں ہے: "وَلَمَّا جَاءَهُمْ... الخ" (ترجمہ) "اور جب اُن (اہل کتاب) کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن پاک) آئی کہ جو اُن (اہل کتاب) کے ساتھ والی کتابوں (توراة و انجیل) کی تصدیق فرمانے والی ہے اور اس سے قبل وہ اسی کے وسیلہ سے کافروں کے مقابلہ میں کامیابی مانگا کرتے تھے، تو جب اُن کے جانے پہچانے نبی (حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لے آئے تو اُن (اہل کتاب) نے اس (نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی کافروں پر لعنت ہو" ۸۹ بشارت (۳) یوحنا کی انجیل باب ۴ میں ہے: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) "اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے ۵ اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بجنٹے گا کہ اب تک تمہارے ساتھ رہے" (آیت ۱۵، ۱۶)

۱۹۳۱ء میں برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور کی چھپی ہوئی یوحنا کی انجیل باب ۴ آیت ۱۶ میں مذکورہ آیت میں لفظ "مددگار" پر حاشیہ ہے اور اس کا معنی "شفیع یا وکیل" درج کیا گیا ہے (خزائن العرفان و نور العرفان زیر آیت ۱۵، ۱۶) لیکن جس انجیل سے ہم نے مذکورہ حوالہ نقل کیا ہے یہ پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی، لاہور کی طرف سے ۱۹۵۹ء میں شائع کی گئی ہے، اس میں حاشیہ

لے حافظ ابی نعیم محمود بن لبید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد بن سلمہ نے بیان کیا کہ بنی اشہل میں ایک یوشع نامی یہودی تھا، اُس وقت میں بچہ تھا، وہ یہودی اکثر کہا کرتا تھا کہ ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب ہے۔ وہ ہاتھ سے مکہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کرتا کہ وہ نبی اُس گھر میں پیدا ہوگا، جو اُسے پاتے ایمان لے آئے۔ (ایک دوسری روایت میں ہے کہ یوشع کہتا تھا کہ ہم اہل کتاب ان پر ایمان لا کر توت سے غیر اہل کتاب کو تیرے نکال دیں گے، اسی لیے انصار مدینہ عقبیٰ اولیٰ اور ثانی میں بیعت کر کے شرف ایمان سے مشرف ہو گئے تھے کہ انہوں نے یہودیوں سے سُن رکھا تھا، محمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لے آئے، مگر یوشع نے خدا اور حسد کی بنا پر (کہ یہ نبی بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں کیوں ہے؟) انکار کر دیا۔ (خصائص کبریٰ)

ختم کر دیا گیا ہے۔ اس سے عیسائی مشنری کی ذہنیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، جبکہ یہ

لفظ جس کا ترجمہ اردو میں "مددگار" تحریر کیا گیا ہے، یونانی زبان میں "پریقلیطوس" PARICLYTOS

ہے۔ جس کا لفظی معنی ہے "بہت سراہا ہوا اور عربی زبان میں اس کا ترجمہ "احمد" بنتا ہے، لیکن عیسا

پادریوں نے موجودہ یونانی نسخوں میں اس لفظ کو تبدیل کر کے پاراقلیطوس PARACLETOS

بنا دیا۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں کمفرٹر اور اردو میں تسلی دینے والا "درج کیے گئے اور اب

اس کا معنی "مددگار" تحریر کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صاف لفظی تحریف ہے جو کہ ذکر حضور

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ملانے کی مکروہ سازش ہے، حالانکہ "جروم" جس نے

چوتھی صدی مسیحی میں انجیل کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا، اس نے لفظ "زیر بحث" کو لاطینی میں

"پیرقلیطاس" لکھا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اصلی نسخہ جو کہ "جروم" کے پاس تھا

"پریقلیطوس" تھا نہ کہ "پاراقلیطوس" اسی طرح انجیل "برنباس" میں بھی "پریقلیطوس" ہی

ہے۔ (بحوالہ سیرت رسول عربی اجملامہ نور بخش توکلی)

بشارت (۴) "میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں ۱۰ لیکن (۱۰)

مددگار یعنی رُوح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب کچھ سکھائے گا

اور جو کچھ میں نے تمہیں کہا، وہ سب تمہیں یاد دلائے گا ۱۱ (ب ۱۴ - ۲۵، ۲۶)

اس آیت کریمہ میں عیسائی علمائے کچھ الفاظ کی کمی بیشی اور تبدیلی کر کے انجیل کے عام

قاری کے لیے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی کہ اُس آنے والی ہستی سے مراد "رُوح القدس

یا خود عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں" حالانکہ اسی باب ۱۴ کی ۲۹ اور ۳۰ نمبر آیات اس خیال کی

تردید کرتی ہیں۔ اُن میں ہے۔

بشارت (۵) "اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ

جب وہ ہو جائے، تو تم یقین کرو ۱۰ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیونکہ

دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں ۱۱ (ب ۱۴، ۲۹، ۳۰)



انجیل کی اس آیت میں کتنے واضح ترین انداز میں اعلان کر دیا گیا کہ آئے زوالی مسیحی دنیا کا سردار یعنی "سید عالم" ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے روح القدس مراد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ وہ خود عیسائیوں کے نزدیک بھی ایک انسان کی طرح انسانوں میں نہیں رہا اُس کی زندگی کے روز و شب انسانوں کے لیے اُسوة حسنہ نہیں ہو سکتے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی ہرگز ہرگز اس سے مراد نہیں، کیونکہ ایک تو وہ خود اسی آیت میں فرماتے ہیں: "اور مجھ میں اُس کا کچھ نہیں" اور دوسری جگہ موجودہ انجیل نے حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا: "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھو ہوئی بھٹیروں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی کی انجیل، ص ۲۴) ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت دعوت بھی صرف بنی اسرائیل ہیں، جبکہ جس مسیحی کی تشریف آوری کی خبر دی گئی ہے، وہ "دنیا کا سردار" ہے، لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس دنیا کے سردار سے مراد حضور سید عالم سردار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہی ہے۔ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور (میں) فخر نہیں (کرتا) آدم اور ان کے علاوہ تمام نبی (علیہم السلام) میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں پہلا ہوں گا کہ جس کی قبر شق ہوگی اور میں کوئی فخر (تکبر) کی بات نہیں کر رہا" (رواہ ترمذی عن ابی سعید)

لہ پتہ چلا کہ کوئی عیسائی غیر اسرائیلی کو اپنے دین کی دعوت نہیں دے سکتا۔ اگر وہ دعوت دے گا، تو اپنے نبی کی مخالفت کرے گا۔ دعوت تو درکنار موجودہ انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے غیر اسرائیلی عورت کو روٹی سونپی ان کے حضور دعا کروانے آئی تھی اور اُس کی سفارش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں نے بھی کی تھی یہ کہہ کر اُس کے حق میں دعا کرنے سے انکار کر دیا، میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھٹیروں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا، زیادہ اصرار پر جو فرمایا اُس کا مفہوم ہے کہ غیر اسرائیلی کے حق میں دعا کرنا گویا بچوں سے روٹی چھین کر لٹوں کے آگے ڈالنا ہے۔ (متی ۱۱۵، ۲۴، ۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب لوگ اٹھائے جائیں گے، تو میں سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا ہوں گا۔ جب وہ آئیں گے، میں ان کا فائدہ ہوں گا، جب وہ چپ ہوں گے، میں ان کا خلیب ہوں گا۔ جب وہ روک دیتے جائیں گے، میں ان کا سفارش کرنے والا ہوں گا، جب وہ ناامید ہو جائیں گے۔ میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا۔ کرامت اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی، محمد کا جینڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں اپنے رب کے ہاں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں۔ میرے گرد اگر اُس روز ہزار (ہا) خادم ہوں گے (خوبصورتی میں) وہ گویا چھپے ہوئے (یعنی بے عیب) انڈے یا بکھرے ہوئے کو کو یعنی موتی ہیں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ حضور خواجه کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبل کسی بھی نبی نے پوری دنیا (یعنی قیامت تک آنے والے تمام افراد) کی طرف نبی مبعوث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جبکہ نبی آخر الزماں سلطانِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے پوری انسانیت کی طرف بھیجے گئے۔ انجیل کی مذکورہ بشارت کی شہادت قرآن پاک سے یوں ملتی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہوا: (ترجمہ) (یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) دائماً ابداً ابداً فرما دو کہ لے انسانوں میں تم سب کی طرف بھیجا ہوا رسول ہوں، وہ (اللہ تعالیٰ کہ) جس کے لیے زمین و آسمان کی بادشاہی ہے۔ (سورۃ اعراف، آیت نمبر ۱۸۵)

دوسری جگہ ارشاد ہوا: (ترجمہ) ”بڑی برکت والا ہے، وہ (اللہ تعالیٰ) کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر، جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہے۔“ (سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۱)

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رحمت کا اظہار تیسری جگہ اس طرح فرمایا گیا: (ترجمہ) ”اور ہم نے (اسے پیارے محبوب علیک الصلوٰۃ والسلام) تمہیں نہیں بھیجا مگر سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔“ (الانبیاء، آیت نمبر ۱۰۷)

مذکورہ بالا آیات قرآنی اور انہی کی مثل دوسری آیات اس بات کی کھلی شہادت دیتی ہیں کہ

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سرداری، نبوت اور رحمت کسی ایک مخصوص وقت اعلیٰ یا قوم کے لیے نہیں، بلکہ پوری کائنات کے لیے ہے، کیونکہ پچھلی دونوں آیات مبارکہ میں لفظ الْعَلَمِیْن اس بات کا مقتضی ہے کہ اس سے بلا تعینِ وقت و قوم پوری کائنات مراد لی جائے۔

بشاسرت (۶) یوحنا کی انجیل، باب ۱۵ میں ہے: "لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا، یعنی سچائی کا رُوح جو باپ سے صادر ہوتا ہے، تو وہ میری گواہی دے گا۔" (ب ۱۵، ۲۶)

الفاظ کے تغیر و تبدل اور کمی بیشی کے باوجود مذکورہ بالا آیت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے بعد میں آنے والے ایسے برگزیدہ نبی کی خوش خبری دی کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی گواہی دے گا۔

بجلا اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شریفہ سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ طیبہ طہرہ کی (عیسائیوں کے سوا) عام لوگوں کی نظر میں جو قدر و منزلت تھی، اسے دُنیا جانتی ہے۔ بد بخت یہودیوں نے بربرٹے سے بڑا بہتان حضرت عیسیٰ اور آپ کی والدہ ماجدہ پر لگایا، لیکن جب بعثتِ مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوئی، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی راست بازی اور حضرت مریم سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی پاک دامنی کا ڈنکا پوری دُنیا میں بجنے لگا، یعنی جہاں جہاں بھی مسلمان گئے اور قرآن پاک کی تلاوت ہوئی وہاں وہاں حضرت مریم و عیسیٰ علیہما السلام کی راست بازی و پاک دامنی کا اعلان بھی ساتھ ساتھ ہوا۔ آخر کوئی تو وجہ تھی کہ جب حضرت نجاشی شاہِ حبش (جو کہ عیسائی مذہب رکھتے تھے) کے سامنے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ مریم کی تلاوت فرمائی، تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ حضرت نجاشی بمعہ اُن پادریوں کے جو کہ اس دربار میں موجود تھے، رونے لگے اور کہنے لگے، خدا تعالیٰ کی قسم کلام اور وہ کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ دونوں ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور یہی وہ مبارک

ہستی ہے کہ جن کی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام نے بشارت دی ہے۔ (مدارج النبوة جلد ۱)  
یقیناً قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ اور آپ کی والدہ علیہا السلام کی عظمت و عصمت کی گواہی  
جس احسن پیرائے میں دی، پوری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

بشارت (۷)، یوحنا کی انجیل باب ۱۶ میں ہے، "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ  
میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں، تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے  
گا، لیکن اگر جاؤں گا، تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا، اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی  
اور عدالت کے بارہ میں قصور وار ٹھہرائے گا۔" (۱۶، ۷، ۸)

قرآن کریم نے انجیل کی اس بشارت کی گواہی ان الفاظ میں دی ہے:

اور یاد کرو کہ جب عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام نے  
فرمایا، اے بنی اسرائیل! میں اللہ تعالیٰ کا رسول  
ہوں تمہاری طرف، (میں) تصدیق کرتا ہوں جو  
مجھ سے پہلے تھی، توراہ اور (میں) خوشخبری سناتا  
ہوں ایک ایسے رسول کی جو میرے بعد تشریف  
لائیں گے، اُن کا اسم گرامی احمد ہوگا۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ  
يَبْنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ  
إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ  
مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ  
يَأْتِي مِنْ بَعْدِي. اسْمُهُ  
أَحْمَدُ ۙ

یوحنا کی انجیل کی مذکورہ بالا آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ "میں جاؤں گا"  
تو تب وہ تشریف لائے گا" قابل غور ہے ظاہر ہے کہ تشریف لانے والی ہستی حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام کے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے بعد آئے گی اور یہ عیسائیوں کے عقیدہ کے  
مطابق (معاذ اللہ) تین دن تک مر رہنے والا یسوع نہیں، بلکہ یہ کوئی اور ہی ہستی ہے۔  
"انجیل یوحنا" کے اس باب کی آیت کہ "وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت  
کے بارہ میں قصور وار ٹھہرائے گا" تاریخ عالم کے اُن واقعات و حالات کی طرف اشارہ کرتی ہے  
کہ جن حالات و واقعات کے دوران اللہ تبارک و تعالیٰ اجل شانہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شریفہ ہوئی۔ اس وقت اہل دنیا عموماً اور اہل عرب خصوصاً جہالت و گمراہی کے جس چاہ مذلت میں گرے ہوئے تھے، اُس کے محض تذکرہ ہی انسانیت لرزاتھتی ہے۔

اس جگہ ان کی حالتِ زار کا معمولی سا نقشہ پیش کیا جاتا ہے،

## ظہورِ اسلام سے قبل حالاتِ زمانہ

اگرچہ کتبِ تواریخ وغیرہ میں اس زمانہ کے تہذیب و تمدن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، لیکن ہم یہاں انتہائی اختصار سے بمصداق یکمشت نمونہ از خردارے، اُن کی اخلاقی اور روحانی حالت نقل کرتے ہیں،

عام اہل عرب پہلے دینِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ پھر خاندان بنو خزاعہ کے مورثِ علی عمرو بن لُحی نے جزیرہ عرب میں بت پرستی کی طرح ڈالی، گویا کہ عرب میں یہ شخص بت پرستی کا بانی تھا۔ اس نے مقامِ بلقارہ واقع شام، سے چند بت لاکر خانہ کعبہ کے گرد نصب کر دیئے اور اہل عرب کو ان کی پرستش کی دعوت دی، اس طرح بت پرستی پورے عرب میں رائج ہو گئی۔ بہت سے قبائل نے اپنے علیحدہ علیحدہ بت بنالیے، مثلاً قبیلہ بنو کلب کے بت کا نام ”وَدّ“ تھا۔ قبیلہ ہذیل، بنو لحيان کے بت کا نام ”سواع“ تھا۔ اسی طرح اہل جریش اور مدح ”یعوث“ کو، ہمدان اور اس کے گرد و نواح کے لوگ ”یعوق“ کو، قبیلہ حمیر ”نسر“ کو، قبیلہ طیّ ”فلس“ کو قبائل اوس، خزرج، ہذیل و خزاعہ ”منات“ کو، قبیلہ ثقیف ”لات“ کو، قبائل خثعم، بجیلہ، ازد سراقہ ”ذوالنخلصہ“ کو، مالک و ملک کان پسہ ان کنانہ ”سعد“ کو، قبیلہ دوس ”ذوالکفلین“ کو، قبیلہ بنو حارث بن یشکر ”ذوالشری“ کو، قبائل قضاعہ،

لے اس کا پورا نام عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر ازدی تھا۔ اسی نے سائبہ، ذبیحہ، بکیرہ، عامیہ کی رسم ایجاد

کی تھی۔ ۱۲

نحم، جذام، عاملہ، غطفان، اقصیٰ، کو، قبیلہ مزینہ، نهم، کو، قبیلہ ازوسرات، حاتم، کو، بنو ربیعہ بن کعب، رضا، کو، قبیلہ غزہ، سعیر، کو، قبیلہ خولان، عمیانس، کو اور قبیلہ قریش، ثیل، و عزی، دہتوں کو پوجتے تھے۔ (کتاب الاصلنام لابوالمنذر مشام کلبی، سیرت رسول عربی) مندرجہ بالا بتوں کے علاوہ اور بھی بہت سے پتھر تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی، ان کے علاوہ چاند، سورج، ستاروں، درختوں اور آگ کی پرستش کرنے والوں کی بھی کمی نہ تھی۔ بعض علاقوں میں کوئی مخصوص دیوتا نہ ہوتا تھا، وہ صرف ان گڑھے پتھروں پر اپنی قربان گاہ بناتے، اس قربان گاہ پر ستارہ صبح کے لیے کسی سفید اونٹ یا انسان کو قربان کرتے تھے۔ ستارہ (زہرہ) کے طلوع ہوتے ہی وہ اس مقام متبرک کے گرد بھجن گاتے ہوتے تین چکر لگاتے، پھر بوڑھا پجاری اس بھینٹ پر پہلا وار کرتا اور اس کا کچھ خون پیتا۔ پھر حاضرین بیک بارگی اس اونٹ یا انسان پر ٹوٹ پڑتے اور اسے سورج نکلنے سے پہلے تک کچا ہی نیم پست کندہ کھا جاتے۔ عرب میں ڈومہ کے باشندے سال میں ایک بار ایک لڑکے کی بھینٹ دیتے اور اسے قربان گاہ کے نیچے دفن کر دیتے۔

(مذہب اخلاق کی انسائیکلو پیڈیا، سیرت رسول عربی از علامہ نور بخش توکلی) بت پرستی کے ساتھ ساتھ عام اخلاقی حالت اس قدر پست تھی کہ ایک ایک مرد کوئی کئی عورتوں سے شادی کرتا۔ جب کوئی شخص مر جاتا، تو سب سے بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماؤں کو میراث میں پاتا۔ اب اس کی مرضی پر منحصر ہوتا کہ چاہے تو خود اپنی سوتیلی ماؤں سے شادی کر لے، چاہے تو اپنے دوسرے بھائیوں یا رشتہ داروں کو دے دے، چاہے تو اس عورت کو ہمیشہ کے لیے شادی سے منع کر دے۔ بعض قبائل میں یہ رواج تھا کہ خاوند کے مرتے ہی اس کی بیوی پر خاوند کے اقربا میں سے کوئی بھی شخص خواہ اس کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اپنا کپڑا اس پر ڈال دیتا، تو جو بھی سب سے پہلے اپنا کپڑا اس بیوہ پر ڈال دیتا وہی اس کا مالک سمجھا جاتا۔

لے چنانچہ جب حضرت غیلان ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے، تو ان کے تحت دس عورتیں تھیں!

تو وہ بیچاری نوحہ کناں خاوند کے غم میں نہ ٹھہال کسی دوسرے شخص کی ملکیت بن جاتی۔ اب اس کا مالک (خواہ بیٹا ہی ہو) چاہے تو خود شادی کر لے، چاہے تو کسی کو دے دے یا بازار میں فروخت کر دے، کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ بے حیائی و بے غیرتی اس قدر کہ عورتیں اور مرد مادر زاد بہن بہنو ہو کر طوافِ کعبہ کرتے، زنا کاری اس قدر عام اور محبوب کہ عرب کے مشہور شاعر امر القیس (جو کہ شہزادہ بھی تھا) نے اپنی پھوپھی زاد بہن سے بدکاری کی اور اس قبیح واقعہ کو تفصیل سے ایک قصیدہ میں بیان کیا اور یہ قصیدہ بطورِ فخر خانہ کعبہ کی دیوار سے لٹکایا گیا۔

نکاح کی چار صورتیں تھیں۔ ایک نکاحِ متعارف جیسا کہ آجکل ہے کہ زوج و زوجہ کے ولی مہر متعین پر متفق ہو جائیں اور ایجاب و قبول ہو جائے۔ دوسرا "تبتضاع" بدیں طور پر کہ شوہر اپنی عورت کو حیض سے پاک ہونے کے بعد حکم دیتا کہ تو فلاں شخص (چوہدری یا سردار) کے پاس جا اور طلب ولد (یعنی زنا) کر اور خود اس وقت تک اپنی بیوی سے مقاربت نہ کرتا، یہاں تک کہ اس غیر شخص سے اس کی بیوی کا حمل ظاہر نہ ہو جاتا اور پھر فخر سے لوگوں کو بتاتا کہ میری بیوی کو فلاں چوہدری یا فلاں سردار کا حمل ہے۔ تیسرا نکاحِ جمع تھا۔ یعنی دس یا اس سے کم مرد ایک عورت سے بدکاری کرتے، یہاں تک کہ اُس کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا۔ تب وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی اور ان سے کہتی: "تم نے جو کچھ کیا وہ تم کو معلوم ہے۔ اب میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔" پھر ان مردوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہتی "یہ تیرا بچہ ہے۔" چنانچہ وہ بچہ اسی کا سمجھا جاتا اور وہ شخص انکار نہ کر سکتا۔ چوتھی صورت "بغایا" تھی، یعنی بہت سے مرد جمع ہو کر "بغایا" (یعنی بدکار) عورت پر بے روک ٹوک داخل ہوتے اور یہ "بغایا" اپنے دروازوں پر بطورِ علامت جھنڈا نصب کرتی تھیں۔ پس جو چاہتا، ان کے پاس جاتا، جب ان میں سے کوئی "بغایا" حاملہ ہو جاتی، تو وضع حمل کے بعد وہ سب مرد اس کے ہاں جمع ہوتے اور ایک قبائلیہ اس کو بلایا جاتا، تو وہ (بچے کے اعضاء دیکھ کر) بچہ جس کی طرف بھی منسوب کر دیتا، وہ اسی کا بیٹا سمجھا جاتا، انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ (کشف الغمۃ للامام الشعرائی جز ثانی)

خلاصہ کلام یہ کہ دینِ ابراہیمی جو کہ عرب کا اصل دین تھا، تقریباً معدوم ہو چکا تھا اب اس کی جگہ بت پرستی نے لے لی تھی۔ بعض فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں (معاد اللہ) قرار دیتے اور بعض مطلقاً ہستی باری تعالیٰ کے منکر تھے۔ وہ روز و شب شراب خوری، بڈری، قمار بازی، قتل و غارت گری میں مشغول رہتے۔ قساوتِ قلبی کا یہ عالم کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کر دیتے۔ بتوں پر آدمیوں کی قربانی سے دریغ نہ کرتے۔ لڑائیوں

لے مسند دارنی میں اختصاراً اور بعض دوسری کتب میں یہ واقع تفصیلاً درج ہے کہ "ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت فیضِ درجت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم اہل جاہلیت اور بت پرست تھے، اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ ایک بار میں سفر پر گیا، میری بیوی حاملہ تھی، میں نے اسے نصیحت کر دی کہ اگر میری عدم موجودگی میں بچی پیدا ہوتی، تو اسے قتل کر دینا۔ اگر لڑکا ہوا، تو اس کی خوب پرورش کرنا۔ طویل عرصہ کے بعد گھر آیا تو ایک چھوٹی سی بڑی خوبصورت بچی کو کھیلتے ہوئے دیکھا۔ پوچھنے پر میری بیوی نے بتایا کہ میرے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی، وہ تو میں نے قتل کر دی ہے اور یہ بچی کسی دوسری عورت کی ہے، چونکہ میں گھر میں اکیلی تھی، اس لیے دل بہلانے کی خاطر اسے لے آئی ہوں۔" چنانچہ میں مطمئن ہو گیا اور بچی اور بیوی کو کچھ نہ کہا۔ چند ہی روز میں وہ بچی میرے ساتھ بہت ہی مانوس ہو گئی۔ اب وہ بچی مجھے بہت ہی کھلی معلوم ہوتی تھی اور وہ بھی میری بہت پیار کرتی۔ میرے ساتھ ہی کھانا کھاتی، میرے ہی بستر پر سو رہتی۔ جب میری بیوی نے دیکھا کہ میں بچی سے بہت پیار کرتا ہوں، تو ایک دن مجھے بتایا کہ یہ بچی تیری ہی ہے اور میں اسے قتل نہ کر سکی۔ اس بات کا لوگوں میں بھی چرچا ہو گیا اور لوگ مجھے عار دلانے لگے۔ تنگ آکر میں نے لڑکی سے سچھا پھر طانے کا ارادہ کیا، چنانچہ ایک دن دھوکے سے میں اسے اپنے ساتھ شہر سے دور ایک یران کنوئیں پر لے گیا اور بچی کو کنوئیں میں پھینک دیا۔ بچی ہاتھ جوڑ کر زندگی کی بھیک مانگتی رہی، مگر میل دل نہ پسیجا، بچی کو کنوئیں میں پھینک کر میں کنوئیں میں جھانک رہا تھا۔ بچی جب پانی سے اوپر ابھرتی تو کہتی "اے اباجی مجھے بچاؤ دوسرے ہی لمحے اُس کی آواز گم ہوتی ایک دو بار ایسا ہوا پھر وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔ وہ شخص اپنی شقاوتِ قلبی کی داستان سنا رہا تھا اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روہے تھے۔ جب وہ اپنی بات مکمل کر چکا تو اپنے فرمایا دوبارہ سناؤ، چنانچہ حسبِ حکم اس نے دوبارہ واقعہ کہہ سنایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر روئے کہ ریش انور آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر اُس شخص کو دعوتِ اسلام دی، تو وہ مسلمان ہو گیا۔" ۱۲۔



میں انسانوں کو زندہ جلا دینا، عورتوں کا پیٹ چاک کر دینا، معصوم بچوں کو نیزوں پر اُبھارنا، بوڑھوں کو ذبح کر دینا، اُن کے نزدیک قابلِ فخر باتیں تھیں۔ ان کے درمیان جو اہل کتاب تھے، اُن کی حالت بھی بڑی اتر تھی۔ یہود خدا سے لم یزل کو مغلوۃ الید یعنی بندھے ہوئے ہاتھوں والا کہتے تھے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے۔ نصاریٰ تین خداؤں کے قائل تھے، اور مسند کفارہ کی آڑ میں ہر قسم کے گناہ پر دلیر تھے۔

یہ حالت صرف عرب کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، بلکہ پوری دنیا میں ظلمت کی یہ دیز چادر پھیلی ہوئی تھی۔ اہل فارس آتش پرست تھے، اپنی ماؤں سے نکاح کرنا جائز سمجھتے تھے۔ اہل ہندوستان بتوں کی پوجا اور خاوند کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کو زندہ جلا دینے یا اُس کے ساتھ ہی زندہ دفن کر دینے میں نجات خیال کرتے تھے، نیوگ جانتے سمجھا جاتا۔ ایک بھائی کی شادی ہو جاتی، تو وہ عورت اپنے خاوند کے دوسرے بھائیوں کی بھی عورت تصور ہوتی۔ تقریباً یہ ہی حال پوری دنیا کا تھا۔ اس عالمگیر ظلمت اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کو دور کرنے کے لیے خالق کائنات جل شانہ کے حضور پر نور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سراجاً منیراً بنا کر بھیجا۔ یہی وہ حالت تھی کہ جس کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام کے مذکورہ بالا ارشاد میں اشارہ ہے،

”وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔“

(انجیل یوحنا - ۸ : ۱۶)

بشارت ۷۷، یوحنا کی انجیل میں ہے:

”لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا، تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سنے گا، وہی کہے گا اور تمہیں

آئندہ کی خبریں دے گا۔ (ب ۱۶ : ۱۴)

بلا مبالغہ انجیل مقدس کی یہ آیت بھی حضور خاتم الانبیاء رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتوں کے حسین پھولوں کا گلہ نشہ ہے۔ ان تمام صفات کا ذکر قرآن پاک میں بھی کی جگہوں پر مذکور

ہے، مثلاً: سچائی کی راہ دکھانے والا۔“

اس کا تذکرہ قرآن پاک میں ایک جگہ یوں ہوا:

یا رسول اللہ علیک السلام، بے شک تم (لوگوں کو)  
سیھی راہ دکھاتے ہو۔

إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ

مُسْتَقِيمٍ (۱۶)

ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا:

ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس (رسول صلی اللہ علیہ السلام)  
کے ذریعے سے (ہر) اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کی مرضی  
پر چلا، سلامتی کے راستے کی۔

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ

اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ

السَّلَامِ (۱۷)

سورۃ آل عمران میں یہ صفت ہادیؑ اس طرح ذکر فرمائی گئی:

بے شک اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا ایمان  
والوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول  
بھیجا جو ان پر اس اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت  
فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب  
وحکمت سکھاتا ہے اور وہ (لوگ) ضرور اس کے  
پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ

أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ

لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۱۶)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شریفہ سے قبل زمانہ کی جو حالت تھی وہ آپ  
بشارت عک کے تحت پڑھ چکے ہیں اور پھر نگاہ نبوت نے آن کی آن میں، ان ڈاکوؤں کو راہنما بنا دیا۔  
جو راہزن تھے، پیشوا بن گئے جو عصمت دری میں فخر محسوس کرتے تھے، وہ عزت و ناموس کے  
مخالف بن گئے۔ محض تیس سال کے قلیل عرصہ میں دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی ظلمت کفر و شرک  
کی دبیر چادر کو تازا کر دیا اور بہت مختصر سے عرصے میں ایک ایسا بے مثال معاشرہ قائم کر دیا کہ  
جس کی نظیر پورے کمرۃ ارض پر نہ پہلے تھی، نہ قیامت تک ممکن ہے۔ تاریخ اسلام کے صفحات

نگاہِ نبوت سے فیض یافتہ فرزندِ توحید کے سنہری کارناموں سے مزین ہیں۔ فالحمد لله علی ذالک۔  
 مذکورہ بشارت ۱۷ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ ”وہ نبی اپنی طرف سے نہ کہے گا  
 لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا“ گویا بشارت کا یہ حصہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کا بعینہ ترجمہ ہے  
 وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ  
 اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ  
 يُوحَىٰ ۗ ۝۳۳  
 اور یہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کوئی بات  
 اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو رکچھ نہیں (فرما)  
 مگر (وہی) جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔

سبحان اللہ تعالیٰ! ملاحظہ فرمائیے کہ انجیل مقدس کی بشارت اور قرآن مجید کا اس شہادت  
 میں کس قدر حیرت انگیز مماثلت ہے۔ ایک صاحب عقل سلیم کے لیے قبولیتِ حق کے سوا کوئی  
 چارہ نہیں۔ اس بشارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کہ  
 ”اور وہ) تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا“ (باب ۱۶: ۱۴)

کے متعلق اس کتاب کے پہلے باب کی آیت ۱۷ اور دوسرے باب میں دلائل النبوت کے تحت  
 کچھ بحث کی جا چکی ہے، اس لیے وہاں ملاحظہ فرمانا چاہیے۔

بشارت ۱۷ ”اعمال“ ۳، آیت ۲۱، ۲۲ میں ہے،  
 ”ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے گا، جب تک وہ سب  
 چیزیں بحال نہ کی جائیں، جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے،  
 جو دنیا کے شروع سے ہوتے آتے ہیں ۵ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تھا  
 بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، وہ جو کچھ تم سے  
 کہے، اس کی سننا ۵ (۲۱، ۲۲، ۲۳)

بائبل کے نئے عہد نامہ یعنی انجیل مقدس ”رسولوں کے اعمال“ میں مذکورہ بالا  
 دو آیات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے حق میں بطور دلیل تحریر کیا گیا ہے اور  
 یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جس نبی کی پیدائش کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اُس سے مراد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ ہے۔

## کیا یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے؟

اس جگہ یہ بات غور طلب ہے کہ کیا واقعی اس نبی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادِ مبارکہ پر غور کرنا ہوگا،

«خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سے سانبی پیدا

کرنے گا۔» (اعمال ب ۳: ۲۲)

اس عبارت میں دو چیزیں ہیں:

(۱) وہ نبی (اسے بنی اسرائیل) تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔

(۲) وہ نبی مجھ سے سانبی ہوگا، وہ جو کچھ کہے، تم اس کی سننا۔

۱۔ اب دیکھیں کہ بنی اسرائیل کے بھائی کون ہیں؟ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل ہی سے تھے اور بنی اسرائیل ہی کی طرف مبعوث فرمائے گئے اور اس جگہ مخاطب میں بنی اسرائیل ہی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو فرزند تھے ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام، اور دوسرے حضرت اسحاق (توراة میں اسحاق) علیہ السلام مذکور ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا فرمائے۔ ان میں یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل ہے اور آپ ہی کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔

لہٰذا اس جگہ کوئی معاندیہ خیال نہ کرے کہ شاید اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معاذ اللہ تعالیٰ، نبوت کے منکر ہیں۔ ان پر واضح ہو کہ یہ بات ہرگز ہرگز نہیں، حق تو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ کے بعد اگر کسی انسان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت، بزرگی اور آپ کی والدہ مریم علیہا السلام کی پاک دامنی کی گواہی دی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سچے نبی تسلیم کیا، تو وہ صرف اور صرف پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امتِ مسلمہ ہے۔ ہمیں مذکورہ بالا آیت سے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ کم از کم اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں ہیں۔ ۱۲

یوں سمجھو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو نسل چلی، اُسے بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جو نسل چلی وہ بنو اسماعیل کہلواتی اور یہ بات تمام اہل کتاب بشمول یہود و نصاریٰ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام بنی اسرائیل سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم ہی کے لخت جگر ہیں، جبکہ تمام اہل کتاب وغیر اہل کتاب اس سے بخوبی واقف ہیں کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنو اسماعیل سے حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اور مذکورہ بالا بشارت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہی ہے، کیونکہ اس سے اگر حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل سے یہ ارشاد فرماتے: "تم میں سے نبی پیدا ہوگا" اس کے برعکس آپ نے فرمایا: "تم میں سے نہیں، بلکہ تمہارے بھائیوں میں سے" یعنی بنی اسماعیل میں سے پیدا ہوگا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے اس قدر واضح ترین ارشاد گرامی کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے دعوے دار یہودی اور عیسائی اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کریں تو اسے ضد اور مہبط دھرمی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

اس میں شک نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بنی اسرائیل کے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے، لیکن وہ سبھی کہ جس کا شہرہ صدیوں قبل ہی آفاق عالم میں برپا تھا۔ وہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی اور نہیں اور خصوصاً اہل کتاب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش اور جائے ہجرت تک واقف تھے۔

۲۔ فرمان موسیٰ کلیم اللہ: "مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا" وہ جو کچھ کہے، تم اس کی سننا (کتاب اعمال ۲۲:۱۲) اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا موجودہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی تسلیم کرتے ہیں؟ یا پھر خدا یا خدا کا بیٹا (معاذ اللہ) یعنی قائم ثلاثہ میں سے ایک؟

لہ بطور دلیل اسی باب سوم کی ابتدا میں "پہلی کتب سماوی میں ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تحت ملاحظہ فرمائیے

اگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا محض نبی ہی تسلیم کریں، تو عیسائیوں کے اس عقیدہ کا کیا ہے کہ جس کی وہ تشہیر تقریباً "پولس" کے زمانہ سے کرتے آتے ہیں اور اگر عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے عقیدہ میں وہی کچھ سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو تو پھر تین کیا، چار خداؤں کا قائل ہونا پڑے گا۔ پھر ظاہر ہے کہ خدا کا بھائی بھی خدا ہی ہونا چاہیے، چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام کو سا ملانا ہوگا۔ پھر ان دونوں بھائیوں یعنی حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کے والد کا کیا ہے گا، کیونکہ وہ بھی آفران کے والد ہیں۔ اس طرح یہ لسٹ طویل ہو جائے گی اور عیسائی عقیدہ کے تار پود بکھر جائیں گے۔

اس لیے اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ اس بشارت میں جس نبی کا ذکر ہے وہ موسیٰ علیہ السلام جیسے صاحب شریعت، صاحب کتاب ایک اولوالعزم پیغمبر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات ستودہ صفات مراد ہے نہ کہ کوئی دوسرا نبی جو کہ بنی اسرائیل سے ہو۔

## انجیل برنباکس

محترم قارئین! آپ نے گزشتہ صفحات میں موجودہ عیسائیوں کی معتبر اور مستند چار انجیلوں یعنی "عہد نامہ جدید" کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائے۔ باوجود شدید ترین تحریف کے ان میں جا بجا اشارات و کنایات کے ساتھ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم موجود ہے۔ خیال رہے کہ یہ انجیل اربعہ یعنی متی کی انجیل، مرقس کی انجیل، لوقا کی انجیل، یوحنا کی انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھاتے جانے کے کوئی ستر اسی سال بعد لکھی گئیں، جن میں کئی بار تراجم

لے پولس ایک یہودی تھا جو ابتداءً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سخت مخالف تھا۔ آپ علیہ السلام کے رفیع مادی

کچھ عرصہ بعد ڈرامائی انداز میں عیسائی بن کر عیسائیت کا مبلغ بن گیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے دباہیل کی کتاب اعمال

محققین کے نزدیک یہ عقیدہ اُس نے عیسائیوں کو بیوقوف بنانے کے لیے گھڑا تھا۔ ۱۲

کی گئیں۔ پھر کونسل کے ذریعے موجودہ انجیل کو مستند اور قابل عمل قرار دیا گیا اور مذہبی لٹریچر میں شامل کر لیا گیا، مگر ایک انجیل کہ جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک معتبر شاگرد "برنبا" نے مرتب کیا تھا، اسے اس قدر ممنوع قرار دے دیا کہ حکم جاری کر دیا کہ جس کے پاس یہ انجیل ملے، اس کی گردن اڑادی جائے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد جب مسلمان علماء نے عیسائی پادریوں کے سامنے خود ان ہی کی کتب پیش فرمائیں، تو انہوں نے انجیل برنبا کو یہ کہہ کر رد کرنے کی کوشش کی کہ یہ کسی مسلمان نے مرتب کی ہے۔ آج تک عیسائی یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں کہ اسے کسی مسلمان کی تصنیف قرار دیا جائے، اس لیے اس انجیل کے حوالے پیش کرنے سے قبل اس انجیل اور برنبا کے متعلق کچھ بحث کی جاتی ہے۔

برنبا، قبرص کا باشندہ تھا، اس کا پہلا مذہب یہودیت تھا۔ اس کا نام JOSES تھا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد مدت العمر آپ کی خدمت میں ہی رہا۔ انتہائی مخلص اور کامیاب مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ جاذبِ قلب و نظر شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کی اشاعت میں ہر دھڑکی بازی لگادی۔ اس کے کردار سے متاثر ہو کر دوسرے حواری اس کو "برنبا" کے نام سے پکارتے تھے جس کا معنی ہے "واضح نصیحت کا ذریعہ" موجودہ انجیل مقدس میں ہے،

"اور یوسف نام ایک لادہ تھا جس کا لقب رسولوں نے "برنبا" یعنی نصیحت کا بیٹا رکھا تھا اور جس کی پیدائش کپڑوں کی کھٹی ہے اس کا ایک لہبت تھا جسے اس نے بیجا اور قیمت لاکر رسولوں کے پاؤں میں رکھ دی ہے" (اعمال ۱۲، ۳۶، ۳۷، ۳۸)

اور یہ "برنبا" ہی تھے کہ جنہوں نے تمام حواریوں کے سامنے سابقہ یہودی اور نئے مسیحی پولس

لے کھڑے آگے چل کر ہم اپنے اس دعویٰ کو انشاء اللہ تعالیٰ دلائل سے ثابت کریں گے۔ ۱۲۔ ۱۳۔ پولس ہی وہ شخص ہے جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی بنیادی تعلیم کو اس قدر مسخ کیا کہ گویا کہ پورا مذہب ہی تبدیل کر دیا اور یہ کہا کرتا تھا کہ مجھے یسوع کی جانب سے مکاشفہ (الہام) ہوتا ہے، حالانکہ یہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدترین دشمنوں سے تھا۔

(ملاحظہ ہو اعمال ۱۱۹)

کی تصدیق کی اور انہیں یقین دلایا کہ پولس واقعی تمہارا ہم مذہب ہو چکا ہے، ورنہ ابھی تک حواریوں کو پولس کے ایمان لانے کا یقین نہ تھا۔ انجیل مقدس کی کتاب اعمال میں آیا ہے،

”اس (پولس) نے یروشلیم پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی اور سب اس سے ڈرتے تھے، کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ (بھی) شاگرد ہے۔ مگر بزباس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر کہا، اُن سے بیان کیا کہ اس نے اس طرح راہِ خداوند کو دیکھا اور اُس نے باتیں کیں اور اس نے دمشق میں کس دلیری کے ساتھ یسوع کے نام کی منادی کی؟ پس وہ یعنی پولس؟ یروشلیم میں ان کے ساتھ آتا جاتا رہا“ (۲۶:۹ تا ۲۸)

اس واقعہ کے بعد پولس اور بزباس گہرے دوست بن گئے۔ سفر و حضر میں ایک دوسرے کے جڈانہ ہوتے ہمیشہ اکٹھے ہی رہتے، یہاں تک کہ یروشلیم کی کونسل نے ایک مخصوص فیصلہ کیا جس کے بعد پولس اور بزباس کے نظریات میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا۔ پولس کے پیش کردہ جدید مذہب کو مسیحیت میں نئے شامل ہونے والوں میں بہت قبولیت ہوئی، کیونکہ یہ مذہب ایک تو اہل مذہب مسیحی کی نسبت بہت رعایتوں والا مذہب تھا، اور دوسرے یہ کہ پولس کا دعویٰ تھا کہ مجھ پر روح القدس کا نزول ہوتا ہے۔ چونکہ پولس کے پاس اپنے اس نئے دین کو حق ثابت کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی حمایت حاصل نہ ہو سکی تھی، اس لیے اس نے صاف صاف اعلان کر دیا۔

”اے بھائیو! میں تمہیں بتاتے دیتا ہوں کہ جو خوشخبری میں نے سنائی، وہ انسان کی سی نہیں، کیونکہ وہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ مجھے سکھائی گئی، بلکہ

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص حواری انجیل میں اُن کو رسول ہی کہا گیا ہے۔ ۱۲:۱۶ یہ اُن واقعات کی طرف اشارہ ہے جن کا دعویٰ پولس نے کیا۔ ملاحظہ ہو: اعمال ۱۹: ۹- اور یہ بھی خیال رہے کہ ساؤل اور پولس ایک شخص کے دو نام ہیں جیسا کہ اعمال ۱۳: ۹ میں ہے، اور ساؤل کہ جس کا نام پولس بھی ہے، ۱۲: ۱۶ اس کی وضاحت آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔



یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اس کا مکاشفہ ہوا۔ (رکلتیوں کے نام ۱: ۱۱، ۱۲)

اب تو پولس نے کھلم کھلا طور پر توراہ کی بھی مخالفت شروع کر دی تھی۔ دین مسیحی کے علمائے حقہ (مثلاً برنباہ اور لیطرس وغیرہما) نے پولس کے نظریات کی زبردست مخالفت کی۔ اس کے باوجود پولس کے پیروکار بڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ ۳۰۶ء میں شاہ روم فلسطین اول کے زمانہ میں پولس کے گروہ کو سرکاری حمایت حاصل ہو گئی۔ اس طرح صحیح مذہب مسیحی اور مسیح علیہ السلام کے نامور چواری برنباہ کی تالیف کردہ انجیل پس نظر میں چلے گئے۔ بائبل برنباہ کی انجیل ۳۲۵ء تک مستند تسلیم کی جاتی تھی۔ ایرانیس IRANAËUS نے جب سینٹ پال کے مشرکانہ عقائد کے خلاف مہم شروع کی تو اس نے برنباہ کی انجیل سے بکثرت استدلال کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی دو صدیوں میں یہ انجیل معتبر تسلیم کی جاتی تھی اور اپنے دین کے بنیادی مسائل ثابت کرنے کے لیے اس کی عبارتوں کو بطور حجت پیش کیا جاتا تھا، لیکن ۳۲۵ء میں جو کالفرنس نیفینیا میں ہوئی اس میں یہ طے پایا کہ عبرانی زبان میں جتنی بھی انجیلیں موجود ہیں، ان سب کو ناسخ کر دیا جائے جس کے پاس یہ انجیل ملے، اس کی گردن اٹا دی جائے۔ ۳۸۳ء میں پوپ نے انجیل برنباہ کا نسخہ حاصل کر لیا اور اپنی پرائیویٹ لائبریری میں اسے محفوظ کر لیا۔ زینو بادشاہ کی حکمرانی کے چوتھے سال برنباہ کی قبر کھودی گئی تو اس انجیل کا ایک نسخہ اس کے سینے پر رکھا ہوا ملا۔ پوپ SIRITUS (1985-90ء) کا ایک دوست جس کا نام فرامارینو FRAMARINO تھا۔ اسے پوپ کی ذاتی لائبریری سے اس کا وہ نسخہ ملا۔ فرامارینو کو اس سے بڑی دلچسپی تھی، کیونکہ اس نے ایرانیس کی تحریروں کا مطالعہ کیا تھا جس میں اس نے برنباہ کی انجیل کے بکثرت حوالے دیئے تھے۔ اطالوی زبان میں لکھا ہوا یہ مستودہ مختلف لوگوں سے ہوتا

لہ اس کو نسل میں پہلی بار تشکیل کے عقیدے کو مذہب کا بنیادی عقیدہ تسلیم کیا گیا اور اس عقیدے کے منکر (مثلاً آریوس وغیرہ) کو مذہب سے خارج کر دیا گیا۔ اس موقع پر پہلی مرتبہ عیسائی مذہب کے بنیادی عقائد کو متون کیا گیا جو عقیدہ اتھانی شیس کے نام سے مشہور ہے۔

ہوا ایسٹرڈم AMSTERDAM کی ایک مشہور و معروف ہستی کے ہاں پہنچا۔ یہاں سے پریشیا کے بادشاہ کے مشیر جے ایف۔ کریم کو ملا۔ اس نے سیوے کے ایک علم دوست شہزادے یوگین EUGENE نے ۱۷۱۳ء میں حاصل کیا۔ ۱۷۳۸ء میں شہزادے کی پوری لائبریری کے ساتھ یہ نسخہ بھی واپس پہنچا۔ اب بھی یہ نسخہ وہاں محفوظ رکھا ہے۔

ٹولینڈ TOLAND نے اپنی تصنیف MISCELLANEOUS WORKS (کہ جو اس کی وفات کے بعد ۱۷۷۷ء میں شائع ہوئی) کی جلد اول صفحہ ۳۸۰ پر ذکر کیا کہ انجیل برناباس کا قلمی نسخہ اب بھی محفوظ ہے۔ اسی کتاب کے پندرھویں باب میں لکھا ہے کہ ۱۶۹۶ء میں ایک حکم کے ذریعے اس انجیل کو ان کتب میں شامل کیا گیا کہ جن کو کلیسا نے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ اس سے پہلے ۱۶۶۵ء میں پوپ انیسینٹ POPE INNOCENT نے بھی اسی قسم کا حکم جاری کیا تھا۔ نیز ۱۷۸۲ء میں مغربی کلیسا نے متفقہ طور پر اس پر بندش عائد کی تھی۔

مسٹر اور مننریگ RAGG نے ۱۷۹۰ء میں ایک لاطینی نسخے سے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ . . . . آکسفورڈ کے کلیرنڈن پریس نے اسے چھاپا (اور) آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے اسے شائع کیا۔ جب اس کا انگریزی ترجمہ چھپ کر بازار میں آیا تو اس کے سارے نسخے پراسرار طریقے سے بازار سے غائب کر دیئے گئے، صرف دو نسخے محفوظ رہے ایک برٹش میوزیم میں اور دوسرا واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں۔ صاحب "صیبا القرآن" کے مطابق انہوں نے اس انجیل کا انگریزی ترجمہ بذریعہ مائیکروفلم ایک دوست کی وساطت سے واشنگٹن کی کانگریس لائبریری سے حاصل کیا، اس لیے ہم یہ صدقہ حوالے مذکور تفسیر سے من و عن نقل کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال عیاں ہو جائے۔

”برناباس نے اپنے رسول کی تعلیمات کو بلا کم و کاست بیان کیا۔ اسی طرح حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار نہیں بلکہ بار بار دی تھیں، ان کا اس انجیل میں مندرج ہونا بھی قدرتی امر ہے، چنانچہ ان بے شمار

بشارتوں میں سے صرف چند پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، ان کا مطالعہ کیجئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ . . . . انجیل برنابا اس باب میں ہے:

" BUT AFTER MR SHALL COME THE SPLENDOUR OF ALL THE PROPHETS AND HOLY ONES, AND SHALL SHED LIGHT UPON THE DARKNESS OF ALL THAT THE PROPHETS HAVE SAID BECAUSE HE IS MESSENGER OF GOD.

”لیکن میرے بعد وہ مسیحی تشریف لائے گی جو تمام نبیوں اور نفوسِ قدسیہ کے

لیے آبِ وقاب ہے اور پہلے انبیاء نے جو باتیں کہی ہیں ان پر روشنی ڈالے گی

کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کا رسول ہے۔“

2- FOR I AM NOT WORTHY TO ENLOOSE THE TIES OF THE HOSEN OR THE LATCHETS OF THE SHOES OF THE MESSENGER OF THE GOD WHOM YE CALL "MESSIAH" WHO WAS MADE BEFORE ME, AND SHALL COME AFTER ME AND SHALL BRING THE WORDS OF TRUTH, SO THAT FAITH SHAL HAVE NO END.

”یعنی جس مسیحی کی آمد کا تم ذکر کر رہے ہو، میں تو اللہ کے اس رسول کی جوتیوں کے

تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں، جس کو تم مسیحا کہتے ہو، اس کی تخلیق مجھ سے پہلے

ہوئی اور تشریف میرے بعد لے آئے گا۔ وہ سچائی کے الفاظ لائے گا اور اس

کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔“

I AM INDEED SENT TO THE HOUSE OF ISRAEL AS A PROPHET OF SALVATION, BUT AFTER ME SHALL COME THE MESSIAH SENT OF GOD TO ALL THE WORLD FOR WHOM GOD HATH MADE THE WORLD AND THEN

THROUGH ALL THE WORLD WILL GOD BE WORSHIPPED  
AND MERCY RECEIVED.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: "بے شک میں تو فقط سنی اسرائیل کے  
گھرانے کی نجات کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، لیکن میرے بعد مسیح تشریف لائے  
گا، جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کے لیے مبعوث فرمائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے  
ساری کائنات تخلیق کی ہے اور اسی کی کوششوں کے باعث ساری دنیا میں  
اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور اس کی رحمت نصیب ہوگی۔" (باب ۸۲)

آپ پریشان نہیں کہ لوگوں نے آپ (علیہ السلام) کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔  
رومی گورنر اور بادشاہ آپ (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں کہ ہم روم کے شہنشاہ  
سے ایک ایسا فرمان جاری کروائیں گے جس میں سب کو آپ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے روک  
دیا جائے گا۔ ان کے جواب میں آپ (علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ مجھے تمہاری ان باتوں سے اطمینان

حاصل نہیں ہوا  
BUT MY CONSOLATION IS IN THE COMING OF  
MESSENGER WHO SHALL DESTROY EVERY FALSE  
OPINION OF ME, AND HIS FAITH SHALL SPREAD  
AND SHALL TAKE HOLD OF THE WHOLE WORLD FOR  
SO HATH GOD PROMISED TO ABRAHAM OUR FATHER"

”بلکہ میرا اطمینان تو اس رسول کی تشریف آوری سے ہوگا جو میرے بارے  
تمام جھوٹے نظریات کو نیست و نابود کر دے گا، اس کا دین پھیلے گا اور سارے  
جہان کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم سے  
اسی طرح کا وعدہ کیا ہے۔“

اس کے بعد پادری نے ایک اور سوال پوچھا کہ کیا اس رسول کی آمد کے بعد اور نبی بھی

آئیں گے؟ آپ (علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا:

THERE SHALL NOT COME AFTER HIM TRUE PROPHETS SENT BY GOD, BUT THERE SHALL COME A GREAT DEAL OF FALSE PROPHETS, WHEREAT I SORROW FOR SATAN SHALL RAISE THEM UP"

"یعنی آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا کوئی سچا نبی نہیں آئے گا، البتہ کثرت سے جھوٹے نبی آئیں گے، جنہیں شیطان کھڑا کرے گا۔" لہ

اس پادری نے دوسرا سوال کیا: "اس مسیحا کا نام کیا ہوگا اور کن علامات سے اس کی آمد کا پتہ چلے گا۔؟" اس کے جواب میں آپ (علیہ السلام) ارشاد فرماتے ہیں:

THE NAME OF THE MESSIAH IS ADMIRABLE , FOR GOD HIMSELF GAVE HIM THE NAME WHEN HAD CREATED HIS SOUL, AND PLACED IT IN A CELESTIAL SPLENDOUR GOD SAID.

"WHAT MUHAMMAD FOR THY SAKE I WILL TO CREATE PARADISE, THE WORLD , AND A GREAT MULTITUDE OF CREATURES".

..... I SHALL SEND THEE INTO THE WORLD I SHALL SEND THEE AS MY MESSENGER OF SALVATION AND THY WORD SHALL BE TRUE, IN SO MUCH THAT HEAVAN AND EARTH SHALL FAIL BUT THY FAITH SHALL NEVER FALL."

MUHAMMAD IS HIS BLESSED NAME."

لہ گویا قادیانی جیسے جھوٹے نبیوں کی بھی نشان دہی فرمادی - ۱۲

”مسیحا کا نام ”قابل تعریف ہے“ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی رُوح مبارک کو پیدا فرمایا اور آسمانی آب و تاب میں رکھا، تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ”اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) انتظار کرو۔ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے۔ ساری دُنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ جب میں تجھے دُنیا میں بھیجوں گا، تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں، لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔“ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس کا بابرکت نام ہے۔“

پھر تمام سامعین نے یہ سن کر یہ کہتے ہوئے فریاد کرنا شروع کیا،

"O GOD SEND US THY MESSENGER. O MUHAMMAD  
COME QUICKLY FOR THE SALVATION OF THE WORLD.

”اے خدا! اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ

دُنیا کی نجات کے لیے جلدی تشریف لے آئیے۔“ (باب ۹۷)

حضرت عیسیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے حواری برناباس سے اپنے آخری حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

”میرے قتل کی سازش کی جائے گی، چند ٹکوں کے عوض مجھے میرا ایک حواری

گرفتار کر دے گا، لیکن وہ مجھے پھانسی نہیں دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے زمین سے

اٹھالے گا اور جس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے، اس کو میرے بجائے سولی پر

چڑھا دیا جائے گا۔“

فرماتے ہیں،

۱۲ یعنی بہت سی - ۱۲

I SHALL ABIDE IN THAT DISHONOUR FOR A LONG TIME IN THE WORLD, BUT WHEN MUHAMMAD SHALL COME THE SACRED MESSENGER OF GOD, THAT INFAMI SHALL BE TAKEN AWAY AND THIS SHALL GOD DO, BECAUSE I HAVE CONFESSED THE TRUTH OF THE MESSIAH, WHO SHALL GIVE ME THIS REWARD. THAT I SHALL BE KNOWN TO BE ALIVE AND TO E A STRANGER TO THAT DEATH DEATH OF INFAMI.

”طویل عرصہ تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے، لیکن جب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہ وآلہ وسلم، قشرف لائیں گے جو خدا کے مقدس رسول ہیں۔ تب میری یہ بدنامی اختتام پذیر ہوگی اور اللہ تعالیٰ یوں کرے گا، کیونکہ میں اس مسیحا کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں، وہ مجھے یہ انعام دے گا، لوگ مجھے زندہ جاننے لگیں گے، اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس رسوا کُن موت سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں“

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیے کہ کتنے واضح ترین انداز میں امیر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نویدِ مسرت سنائی گئی ہے۔ ایک متلاشیِ حق شخص کے لیے تو اب جائے فرار نہیں، لیکن اگر انکار کرنا ہی مقصود ہے، تو بڑے بڑے دلائل بھی دیارِ ریگ ہی ثابت ہوتے ہیں۔ آخر سیدنا عیسیٰ روح اللہ نے بھی معجزات دکھائے تھے، مُردوں کو زندہ کیا، بحکمِ الہی بیماروں کو شفا دی، مٹی کا پرندہ بنا کر فضا میں اڑا دیا، اس کے باوجود یہودیوں نے آپ علیہ السلام، کو اللہ تعالیٰ کا نبی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ فرعون لعین نے بحشمِ خود موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے معجزات کا مشاہدہ کیا، مگر حق تسلیم کرنے سے گریزاں رہا۔

واللہ یمدی من یشاء الی صراطِ مُستقیم۔

## باب چہارم

### موجودہ عیسائیت

حق یہ ہے کہ اگر عیسائی حضرات، سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر کما حقہ عمل کرتے، تو یقیناً آج سب کے سب مسلمان ہوتے، اسی لیے مسلمان تعلیماتِ مسیحی کے سرگزر پر گریز و خائف نہیں، کیونکہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیماتِ مبارکہ کے مطابق دینِ مسیحی پر عمل اسی وقت ختم ہو جاتے گا کہ جس وقت حضور امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلانِ نبوت فرمادیں گے، اس لیے اگر آج مسلمان مذہبِ عیسائیت تسلیم نہیں کرتے، تو صرف اس لیے کہ عیسائیوں نے تعلیمِ مسیح علیہ السلام کی بجائے "پولس" کی تعلیمات کو اپنالیا ہے جو کہ حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ کی تعلیمات کے بالکل برعکس ہیں۔ یہ ناچیز (مؤلف کتاب ہذا) اس جگہ قدرے تفصیل سے تو کچھ عرض کرتا، مگر چونکہ اس کتاب کا موضوع سیر امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے، اس لیے انتہائی اختصار سے بقدر ضرورت تحریر کیا جاتا ہے۔

**پولس اور اس کا مذہب** بائبل کے تفصیلی مطالعہ کے باوجود پولس کے ابتدائی حالات زیادہ وضاحت سے

نہیں مل سکے، البتہ انجیل مقدس کی کتابِ اعمال میں پولس کے خطوط سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑا پکا یہودی تھا اور اس کا پہلا نام ساؤل تھا۔ فلپیوں کے نام خط میں اُس نے تحریر کیا:

لے اس موضوع پر تحریر کرنا ضروری اس لیے ہے کہ ثابت کیا جاسکے کہ اصل مذہبِ مسیح علیہ السلام میں کتنا تغیر کر دیا گیا اور نہ صرف لعنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بائبل سے ختم کیا گیا، بلکہ زبردست تحریف بھی کی گئی!



”اٹھویں دن میرا تختہ ہوا، اسرائیل کی قوم اور بنیامین کے قبیلہ کا ہوں،  
عبرانیوں کا عبرانی اور شریعت کے اعتبار سے فریسی ہوں۔ جو جس کے  
اعتبار سے کلیسیا کا ستانے والا۔ شریعت کی راست بازی کے اعتبار سے  
بے عیب تھا۔ (۶، ۵، ۱۳)

پولس ملک روم میں پیدا ہوا جیسا کہ کتاب اعمال میں ہے،  
”جب انہوں نے اُسے (پولس کو) تسموں سے باندھ لیا، تو پولس نے اُس  
صوبیدار سے جو اُس کے پاس کھڑا تھا، کہا تمہیں روا ہے کہ ایک رومی آدمی کو  
کوڑے مارو اور وہ بھی قصور ثابت کیے بغیر؟“ (۲۵: ۲۲)

اعمال ۲۸: ۲۲ میں ہے کہ پولس نے کہا کہ میں پیدائشی رومی ہوں۔  
ساؤل یعنی پولس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے حواریوں اور ایمان لانے والوں کا  
بدترین دشمن تھا۔ انجیل کی کتاب اعمال میں ہے:

”اور ساؤل اُس کے قتل پر راضی تھا۔ اُسی دن کلیسیا پر جو یروشلیم میں تھی،  
بڑا ظلم برپا ہوا اور رسولوں کے سوا، سب یہودیہ اور سامریہ کی اطراف میں  
پراگندہ ہو گئے۔ اور دیندار لوگ سٹیفنس کو دفن کرنے کے لیے گئے اور اُس  
پر بڑا ماتم کیا۔ اور ساؤل کلیسیا کو اس طرح تباہ کرتا رہا کہ گھر گھر گھس کر مردوں  
اور عورتوں کو گھسیٹ کر قید کرانا تھا۔“ (۱، ۸، ۱۳)

دین مسیحی کے بدترین دشمن ساؤل کو نہ معلوم کیا سوچھی کہ یکایک اس نے دعویٰ کر دیا  
کہ مجھے یسوع مسیح نظر آئے ہیں اور میں عیسائی ہو گیا ہوں جیسا کہ اُس نے بادشاہ اگریا کے  
سامنے اپنا وضاحتی بیان پیش کرتے ہوئے کہا،

لے یہ قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی تبلیغ کرنے والے ایک مبلغ کا تھا جسے یہودیوں نے پتھر مارا کر

شہید کر دیا تھا۔ اس کا نام سٹیفنس تھا۔ ۱۲

”میں نے بھی سمجھا تھا کہ یسوع ناصری کے نام کی طرح طرح سے مخالفت کرنا مجھ پر فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یروشلم میں ایسا ہی کیا اور سردار کاہنوں کی طرف سے اختیار پا کر بہت سے مقدسوں کو قید میں ڈالا اور جب وہ قتل کیے جاتے تھے، تو میں یہی رائے دیتا تھا اور سرعبادت خانہ میں انہیں سزا دلا دلا کر زبردستی ان سے کفر کہلواتا تھا، بلکہ ان کی مخالفت میں ایسا دیوانہ بنا کہ غیر شہروں میں بھی جا کر انہیں ستاتا تھا۔ اسی حال میں سردار کاہنوں سے اختیار اور پروانے لے کر دمشق کو جاتا تھا تو اے بادشاہ! میں نے دوپہر کے وقت راہ میں یہ دیکھا کہ سورج کے نور سے زیادہ ایک نور آسمان سے میرے اور میرے ہم سفرؤں کے گرد اگردا سچکا۔ جب ہم سب زمین پر گر پڑے، تو میں نے عبرانی زبان میں یہ آواز سنی کہ اے ساؤل! اے ساؤل! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ پینے لی آرپرلات مارنا تیرے لیے مشکل ہے۔ میں نے کہا کہ خداوند! تو کون ہے؟ خداوند نے فرمایا: میں یسوع ہوں، جسے تو ستاتا ہے۔ لیکن اٹھ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو، کیونکہ میں اس لیے تجھ پر ظاہر ہوا ہوں کہ تجھے ان چیزوں کا خادم اور گواہ مقرر کروں، جن کی گواہی کے لیے تو نے مجھے دیکھا ہے۔“

اور ان کا بھی جن کی گواہی کے لیے میں تجھ پر ظاہر ہوا ہوں گا اور میں تجھے اس امت اور غیر قوموں سے بچاتا رہوں گا، جن کے پاس تجھے اس لیے بھیجتا ہوں کہ تو ان کی آنکھیں کھول دے تاکہ اندھیرے سے روشنی کی طرف اور شیطان کے اختیار سے خدا (تعالیٰ) کی طرف رجوع لائیں اور مجھ پر ایمان لانے کے باعث گناہوں کی معافی اور مقدسوں میں شریک ہو کر میرا پائیں ۶ (اعمال ۲۶، ۹ تا ۱۹)

ساؤل نے اپنا نام بھی تبدیل کر کے پولس رکھ لیا تھا۔ شروع شروع میں پولس نے جب

یہ دعویٰ کیا تھا کہ یسوع پر ایمان لا چکا ہوں، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی بھی حواری یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ یہ سچا ہے، بلکہ حواری اس ایمان کو بھی ساؤل کی ایک سازش ہی خیال کرتے تھے جب ایک عظیم المرتبت حواری، برنباس نے ساؤل المعروف پوٹس کی گواہی دی، تو تمام حواری مطمئن ہو گئے۔ انجیل مقدس میں ہے،

”اس (پوٹس) نے یرشلیم میں پہنچ کر شاگردوں میں مل جانے کی کوشش کی، اور سب اس سے ڈرتے تھے، کیونکہ ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ شاگرد ہے۔ مگر برنباس نے اسے اپنے ساتھ رسولوں کے پاس لے جا کر ان سے بیان کیا کہ اس نے اس طرح راہ میں خداوند کو دیکھا اور اُس نے اس سے باتیں کیں اور اُس نے دمشق میں کیسی دلیری کے ساتھ یسوع کے نام سے منادی کی۔ پس وہ یرشلیم میں اُن کے ساتھ آتا جانا رہا۔“ (اعمال ۱۹ تا ۲۸)

اس کے بعد پوٹس حواریوں اور بالخصوص برنباس سے مل کر عیسائیت کی تبلیغ کرتا رہا اور عیسائیوں میں قابلِ اعتماد اور عظیم حواری کے طور پر پہچانا جانے لگا۔ انطاکیہ کی طرف تبلیغ عیسائیت کے لئے جب برنباس اور پوٹس کو بھیجا گیا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اہل انطاکیہ کی طرف جو خط لکھا، اُس میں ان کا تعارف یوں کروایا:

”یہ دونوں ایسے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں ہمارے خداوند یسوع مسیح

کے نام پر نثار کر رکھی ہیں۔“

مذکورہ بالا اقتباس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پوٹس کی قدر و منزلت کلیسیا کے نزدیک

کس قدر تھی اور یہ بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حلیل القدر حواری برنباس اور پوٹس میں کس قدر محبت تھی۔ کتاب اعمال کے باب ۱۵ء تک برنباس اور پوٹس بر معاملہ میں شیر و شکر نظر آتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا اور یہ اختلاف اس قدر شدید تھا کہ آئندہ پوٹس اور برنباس کبھی بھی اکٹھے نہ

ہوسکے۔ پوئس کے شاگرد لوقا نے کتاب اعمال کے اندر اختلاف کی بنیاد محض اس چیز پر رکھی کہ جب پوئس اور برنباس مختلف شہروں کے دورے پر جانے لگے، تو برنباس نے کہا کہ ہم اپنے ساتھ بطور خادم یوحنا کہ جس کا نام مرقس بھی ہے، اسے لیے چلتے ہیں، مگر پوئس نے کہا کہ میں یوحنا کو پسند نہیں کرتا، اس لیے ہمارے ساتھ سیلاس جائے گا۔ چنانچہ برنباس اور پوئس علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ ملاحظہ ہو: (اعمال ۱۵، ۳۵ تا ۴۱)

حق یہ ہے کہ محض اسی واقعہ کو وسیلہ اختلاف قرار دینا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ہے۔ اگر یوحنا یعنی مرقس پوئس کی نظر میں ایسا قدرتی منسوب شخص تھا کہ اس کی خاطر اپنے دیرینہ دوست اور رفیق کا برنباس (کہ جس نے یروشلم میں اس کی گواہی دی اور حمایت بھی کی تھی) کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ سکتا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ پوئس کبھی بھی مرقس کو منہ لگائے، جبکہ پوئس نے شیمتیئس کو دوسرا خط لکھا، تو اس نے منجملہ دوسری باتوں کے یہ بھی لکھا،

”صرف لوقا میرے پاس ہے۔ مرقس کو ساتھ لے کر آ جا، کیونکہ خدمت کے لیے وہ میرے کام کا ہے۔“ لہ

اسی طرح پوئس کلتھیوں کے نام خط تحریر کرتا ہوا لکھتا ہے،  
 ”ارسترنس جو میرے ساتھ قید ہے، تم کو سلام کہتا ہے اور برنباس کا رشتہ کا بھائی مرقس (جس کی بابت تمہیں حکم ملے تھے، اگر وہ تمہارے پاس آئے تو اس سے اچھی طرح ملنا) (کلتھیوں ۱۰، ۱۲)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیے کہ کل جس مرقس کی خاطر ایک محسن اور جاں نثار سواری کی دوستی کو قربان کیا گیا تھا، آج اسی مرقس سے محبت کی پیکیں بڑھانی جا رہی ہیں۔ تو کیا اس سے یہ بات اچھی طرح عیاں نہیں ہو جاتی کہ کتاب اعمال میں لوقا نے اپنے استاد پوئس کی حمایت

لے خیال رہے کہ یوحنا یعنی مرقس پوئس اور برنباس کا پہلے بھی قابل اعتماد خادم اور جاں نثار مسیحی تھا

ملاحظہ ہو: (اعمال باب ۱۲ و باب ۱۳)

میں جو کچھ لکھا ہے، وہ محض ایک ثانوی سی بات ہے، اور نہ ہی تو یہ وہ مرقس ہے جو کہ باعثِ نزاع بنا تھا، اب یکا یک کیونکر کام کا آدمی اور خدمت گزار، نظر آنے لگا اگر بالفرض یہ خیال کیا جائے کہ پوپس کو مرقس کے متعلق کچھ غلط فہمی ہو گئی ہو بعد میں دور ہو گئی، تو پھر پوپس نے ساتھی اور نامور حواری برنباہ سے صلح کیوں نہ ہو سکی، حالانکہ دشمن کے ساتھ جس برتاؤ کی تعلیم حضرت مسیح علیہ السلام نے دی، وہ یہ ہے:

”لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر سے مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے

گال پر طمانچہ مارے، تو دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے، اور اگر کوئی تجھ پر نالاش کرے تیرا کرتا لینا چاہتا ہے، تو تو چوٹہ بھی اسے لینے دے“

(دستی کی انجیل ۱۵، ۳۹، ۴۰)

تو کیا اس قدر نرمی کا سبق دینے والے مسیح علیہ السلام کے دو حواریوں سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ محض اس بات پر کہ ہمارے ساتھ کون جائے اور کون نہ جائے، اس قدر شدید اختلاف پیدا ہو سکتا ہے کہ نہ صرف عمر بھر راہیں جدا ہو جائیں، بلکہ بعد میں آنے والے عیسائی بھی دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں۔ اس لیے یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ برنباہ اور پوپس کے درمیان محض سطحی نہیں، بلکہ نظریاتی اختلاف تھا، جس کا اشارہ خود پوپس کے اپنے خطوط میں موجود ہے۔ گلیٹیوں کے نام، اپنے خط میں پوپس تحریر کرتا ہے:

”لیکن جب کیفا انطاکیہ میں آیا، تو میں نے روبرو ہو کر اس کی مخالفت کی، کیونکہ

وہ ملامت کے لائق تھا۔ اس لیے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصیتوں کے آنے

سے پہلے تو وہ غیر قوم والوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا، مگر جب وہ آگئے تو مختلفوں سے

ڈر کر باز رہا اور کنارہ کیا اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہو کر ریاکاری کی۔

یہاں تک کہ برنباہ بھی ان کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا۔ جب میں نے دیکھا

کہ کیفا، پطرس کا دوسرا نام ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بڑے حواری تھے۔ ۱۲

کہ وہ خوش خبری کی سچائی کے موافق سیدھی چال نہیں چلتے، تو میں نے سب کے سامنے  
کیفا سے کہا کہ جب تو باوجود یہودی ہونے کے غیر قوموں کی طرح زندگی گزارتا ہے  
نہ کہ یہودیوں کی طرح۔ تو غیر قوموں کو یہودیوں کی طرح چلنے پر کیوں مجبور کرتا ہے؟

(گلتیوں ۲: ۱۱ تا ۱۴)

اس خط میں پولس نے برنباس اور پطرس کو ”ریاکار“ ”خوش خبری کے موافق سیدھی  
راہ پر نہ چلنے والے“ اور لوگوں کو یہودیت کی تعلیم دینے والا کہا اور یہی اصل اختلاف کا سبب ہے۔  
آپ کو یہ تمام حقیقت جاننے کے لیے تھوڑا سا گہرائی میں جانا ہوگا۔

## اختلاف کی بنیاد اور یروشلیم کو نسل کا فیصلہ

انجیل مقدس (عہد نامہ جدید) میں شامل کتاب ”رسولوں کے اعمال“ باب میں ایک  
واقعہ بیان ہوا ہے جو کہ کچھ اس طرح ہے:

”پھر بعض لوگ یہودیہ سے آکر بھائیوں کو تعلیم دینے لگے کہ اگر موسیٰ کی رسم کے  
موافق تمہارا ختنہ نہ ہو تو تم نجات نہیں پاسکتے۔ پس جب پولس اور برنباس کی  
اُن سے بہت تکرار اور بحث ہوئی، تو کلیسیا نے یہ ٹھہرایا کہ پولس اور برنباس اور  
اُن میں سے چند اور شخص اس مسئلہ کے لیے رسولوں اور بزرگوں کے پاس یروشلیم جائیں۔  
پس کلیسیا نے اُن کو روانہ کیا اور وہ غیر قوموں کے رجوع لانے کا بیان کرتے  
فینیکے اور سامریہ سے گزرے اور سب بھائیوں کو بہت خوش کرنے لگے۔ جب  
یروشلیم پہنچے، تو کلیسیا اور رسول اور بزرگ اس خوشی کے ساتھ ملے اور انہوں نے  
سب کچھ بیان کیا جو خدا نے اُن کی معرفت کیا تھا۔ مگر فریسیوں کے فرقہ میں  
جو ایمان لائے تھے، ان میں سے بعض نے اٹھ کر کہا کہ ان کا ختنہ کرانا اور ان

لے انجیل میں رسول، علماء و مبلغین کو کہا گیا ہے۔ ۱۲

کو موسیٰ کی شریعت پر عمل کرنے کا حکم دینا ضروری ہے ۵

پس رسول اور بزرگ اس بات پر غور کرنے کے لیے جمع ہوتے ۵ اور بہت بحث کے بعد پطرس نے کھڑے ہو کر ان سے کہا کہ اے بھائیو! تم جانتے ہو کہ بہت عرصہ ہوا، جب خدا نے تم لوگوں میں سے مجھے چنا کہ غیر قومیں میری زبان سے خوشخبری کا کلام سن کر ایمان لائیں ۵ اور خدا نے، جو دلوں کو جانتا ہے، ان کو بھی ہماری طرح رُوح القدس دے کر ان کی گواہی دی ۵ اور ایمان کے وسیلہ سے ان کے دل پاک کر کے ہم میں اور ان میں کچھ فرق نہ رکھا ۵ پس تم شاگردوں کی گردن پر ایسا جو انہ رکھو کہ جس کو نہ ہمارے باپ دادا اٹھا سکے تھے نہ ہم، تم خدا کو کیوں آزماتے ہو؟ ۵ حالانکہ ہم کو یقین ہے کہ جس طرح وہ خداوند مسیح کے فضل ہی سے نجات پائیں گے، اسی طرح ہم بھی پائیں گے ۵ پھر ساری جماعت چُپ رہی اور پولس اور برنباس کا بیان سُننے لگی۔“ (اعمال ۱۵، ۱ تا ۱۲)

اس طویل عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو وسیع پیمانے پر پھیلا یا گیا، تو کچھ ایسے لوگ بھی دین مسیحی میں داخل ہونے کے متمنی ہوئے کہ جن کا ختنہ نہ کیا گیا تھا اور اب وہ بڑے ہو چکے تھے، اس لیے ختنہ کروانا مشکل تھا۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر بعض حضرات (جیسے کہ پولس اور برنباس وغیرہ) نے تو کہا کہ کوئی بات نہیں، اگر ختنہ نہیں ہوا، تب بھی تم دین مسیحی میں داخل ہو سکتے ہو، کیونکہ حقیقی نجات کا دار و مدار ختنہ نہیں، بلکہ عقائد ہیں اور کچھ لوگ (مثلاً فریسیوں کا فرقہ) ایسے تھے کہ جو ضد کرتے تھے کہ ان نو مسیحیوں کا ختنہ بھی کروایا جائے، ورنہ ان کو عیسائی نہ سمجھا جائے۔ بالآخر یہ وسلم کی کونسل میں فیصلہ ہوا کہ غیر ختنہ شدہ نئے مسیحیوں کو ختنہ کروانے کی تکلیف نہ دی

لہ اور حق بھی یہی ہے، مثلاً آج اگر ہم سے کوئی نوجوان یا بوڑھا یہ کہے کہ میں صرف اس لیے مسلمان نہیں ہونا کہ مجھے ختنہ کروانا پڑے گا، تو ظاہر ہے کہ ہم اسے کہیں گے کہ اگر ختنہ نہ بھی کرواؤ، تب بھی مسلمان ہو جاؤ کہ کم از کم عقائد تو درست ہو جائیں گے۔ ۱۲

جائے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ دین مسیحی میں ترمیم کر کے غلتنہ کو بالکل ہی ختم کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یرشلیم کی کونسل میں فیصلہ بھی ہوا کہ جو نئے افسردہ **توراة** دین مسیحی میں داخل ہوں، ان کو توراة کے ان سخت احکامات پر زبردستی عمل نہ کروایا جائے کہ جن پر ہمارے باپ دادا بھی کما حقہ عمل نہ کر سکے تھے، جیسا کہ پطرس نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

”تم شاگردوں کی گردن پر ایسا جو انہ رکھو کہ جس کو نہ ہمارے باپ دادا

اٹھاسکے تھے نہ ہم۔“ (اعمال ۱۵: ۱۰)

چنانچہ کونسل نے فیصلہ کیا کہ ابتداً ان نو مسیحیوں پر کچھ زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے، بلکہ پہلے صرف خاص خاص باتوں سے روکا جائے اور یہ مسیحیت کی طرف ان کا پہلا قدم ہوگا۔ پھر وہ بتدریج دوسرے احکامات اپناتے جائیں گے۔ اس بات کے پیش نظر کونسل نے برنباس اور پولس کو نو مسیحیوں کے لیے جو تحریر لکھ دی، اس میں یہ تھا:

”اور ہم نے مناسب جانا کہ ان ضروری باتوں کے سوا تم پر اور بوجھ نہ ڈالیں۔ کہ تم بتوں کی قربانیوں کے گوشت سے اور گلا گھونٹے جانوروں اور حرام کاری سے پرہیز کرو۔ اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھو گے تو سلامت رہو گے۔“ (اعمال ۱۵: ۲۸، ۲۹)

اس جگہ حواریوں کا یہ مقصد ہرگز نہ رہا کہ توراة کو منسوخ کر دیا جائے، ورنہ وہ صاف صاف الفاظ میں کہہ دیتے کہ شریعت پر عمل نہ کیا جائے اور یہ اعلان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے حواری ہرگز نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

”متی کی انجیل“ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اے بائبل میں شریعت سے مراد تورات ہی ہے۔ ۱۲۔



”یہ نہ سمجھو کہ میں توراہ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں، بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں، ایک نقطہ یا ایک شوشہ تورات سے ہرگز نہ ٹلے گا، جب تک سب پورا نہ ہو جائے۔ یہ پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا، وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا، لیکن جو ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی

بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔“ (متی کی انجیل، ۵: ۱۷ تا ۱۹)

ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت مسیح علیہ السلام شریعت (توریت) کو واجب العمل قرار دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جو اس چھوٹے سے حکم کو بھی توڑے گا، ذلیل ہو گا۔ ظاہر ہے کہ سچے حواری شریعت کو کیونکر منسوخ کر سکتے تھے۔

**پوس کی خیانت**  
 یروشلیم کی کونسل کے فیصلہ کے بعد جب پوس اور برنباہس، انطاکیہ پہنچے، تو پوس نے کونسل کے فیصلہ سے بہت غلط فائدہ اٹھایا اور تعلیم دینے لگا کہ ختنہ برگز نہیں کروایا جائے گا، بلکہ ختنہ کروانے والا محروم رہے گا۔  
 ”گلتیوں“ کے نام خط میں پوس نے تحریر کیا،  
 ”دیکھو! میں پوس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کرو گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔“ (گلتیوں ۲: ۵)

حالانکہ ختنہ کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلا آتا ہے اور اس میں کوئی بھی تبدیلی نہ ہوئی۔ تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا،  
 ”اے میرا عہد ہے جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔“

۱۲ یعنی بہت ذلیل

اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کاختنہ کیا کرنا اور یہ اُس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کاختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے، خواہ وہ گھر میں پیدا ہوا خواہ اُسے کسی پردیسی سے خریدا ہو جو تیری نسل سے نہیں ملازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زر خرید کاختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا اور وہ فرزندِ ہریتہ جس کاختنہ نہ ہو اور اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے، کیونکہ اُس نے میرا عہد توڑا۔“

(پیدائش ۱۷: ۱۰ تا ۱۲)

توراة میں ایک اور جگہ ہے،

”اور خداوند نے موسیٰ سے کہا: بنی اسرائیل سے کہہ کہ اگر کوئی عورت حاملہ ہو،

اور اُس کے لڑکا ہو تو وہ سات دن ناپاک رہے گی، جیسے حیض کے ایام میں رہتی ہے

اور آٹھویں دن لڑکے کاختنہ کیا جائے۔“ (احبار ۱۲: ۱ تا ۲)

محترم قارئین کرام ذرا خالی الذہن ہو کر ان تمام احکامات کے سلسلہ کی کڑیاں ملائیے تو یہ بات ثابت ہوگی کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) میں توراة یا نبیوں کے احکام منسوخ کرنے نہیں، بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔

(۲) جب تک سب پورا نہ ہو جائے (یعنی انبیاء بنی اسرائیل کی آمد مکمل ہو جائے اور

نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تشریف آوری ہو جائے اُس وقت تک توراة میں تبدیلی یا منسوخی تو کجا ایک شوشہ بھی کم نہ ہوگا۔

(۳) جو توراة کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی توڑے گا یا لوگوں کو توڑنے کا حکم دے، خدا

کے حضور ذلیل اور جھوٹا ہوگا۔

(۴) اور جو اُن پر عمل کرے گا، خدا کے حضور عزت و شرافت والا ہوگا۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عہد باندھا کہ تیری نسل میں پشت در پشت

ضرور ختنہ ہوگا۔

- (۷) بلکہ اگر تم غلام خریدو، تو اس کا بھی ختنہ ضرور ہو۔  
 (۸) جو ختنہ نہ کروائے، اسے مذہب و احباب سے نکال دو، یعنی اُس سے قطع تعلق کر لو۔  
 (۹) ختنہ آٹھویں دن ضرور کیا جائے گا۔

چونکہ ختنہ کے حکم توراہ میں اس قدر مذکور ہے، خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ختنہ ہوا۔ انجیل میں ہے،

”جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اُس کے ختنہ کا وقت آیا تو اُس کا نام یسوع رکھا گیا جو فرشتے نے اس کے رحم میں پڑنے سے پہلے رکھا تھا“

(لوقا ۲۱: ۲)

یہی وہ مضبوط دلائل تھے کہ جن کی بنا پر فریسیوں نے کہا تھا کہ جو ختنہ نہ کروائے گا، وہ دینِ مسیحی میں شامل نہ سمجھا جائے، لیکن علماء نصاریٰ نے یروشلم کی کونسل میں اتنی اجازت دے دی کہ جو لو جو ان دینِ مسیحی میں شامل ہو اور ختنہ نہ کیا گیا ہو تو ہم اسے عیسائی مان لیں گے۔ اس کے برعکس پولس نے اس عہدِ خدا کا جس انداز میں مذاق اڑایا، توراہ و انجیل کی جس طرح تحریف و تکذیب کی وہ آپ کے سامنے ہے۔ جناب پولس بڑی ڈھٹائی سے یوں ہدایت فرماتے ہیں،

”دیکھو میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔“ (گلتیوں ۲: ۱۵)

تھوڑا آگے چل کر مزید وضاحت کرتا ہے،

”کیونکہ نہ ختنہ کچھ چیز ہے نہ نامختونی، بلکہ نئے سرے سے مخلوق ہونا۔“

(گلتیوں ۶: ۱۵)

پولس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس سے چند قدم مزید آگے بڑھا اور شریعت کی مخالفت کو اپنے دین کی اساس بنا دیا۔

آپ پچھلے صفحات میں یروشلیم کونسل کا یہ فیصلہ پڑھ چکے ہیں کہ نو مسیحیوں میں سے جو شخص توراہ کے بعض سخت ترین احکام

## توراہ کی مخالفت

شرعیہ پر عمل نہ کر سکے، اُسے عمل کرنے پر مجبور نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ جو عمل کرے گا، اُس کے لیے باوجود اجر ہوگا، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو بڑے واضح کلمات الفاظ میں توراہ (یعنی شریعت) پر عمل کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ آپ قبل ازیں پڑھ چکے ہیں کہ توراہ میں ایک شوشہ بھی کم نہ ہوگا اور جو اس توراہ پر عمل نہ کرے گا، عند اللہ ذلیل ہوگا، جبکہ اس کے حکموں پر عمل کرنے والا عند اللہ عزیز ہوگا، لیکن پولس کا نظریہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے بالکل برعکس ہے۔ ”گلتیوں کے نام“ اپنے خط میں پولس تحریر کرتا ہے:

”جتنے شریعت کے اعمال پڑھتے کرتے ہیں، وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں“

(گلتیوں ۱۰: ۳)

باب ۵ میں ہے: ”تم جو شریعت کے وسیلہ سے راست باز ٹھہرنا چاہتے ہو، مسیح سے الگ ہو گئے اور فضل سے محروم ہو گئے“ (گلتیوں ۲: ۵)

وہ امتی نہی کیسا امتی ہے، وہ مجتہد بھی کیسا مجتہد (عند النصارى رسول) ہے کہ جس کے نزدیک خود اپنے ہی نبی کی شریعت پر عمل کرنا معاذ اللہ تعالیٰ لعنت اور محرومی کی دلیل ہے؟ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام خود بھی شریعت (توراہ) پر سختی سے عامل تھے اور لوگوں کو بھی اس پر عمل کا حکم دیتے تھے،

## توہین عیسیٰ علیہ السلام

شاید اسی بنا پر پولس نے اپنے ہی نبی کی شان میں ایسے رکیک الفاظ استعمال کئے کہ جنہیں کوئی بھی

لے جیسے ہم اہل اسلام بیمار یا مسافر کو ماہِ صیام کے روزے نہ رکھنے کی اجازت دیتے ہیں، لیکن اگر کوئی رکھ لے تو ہمارے بہتر ہے، بصورتِ دیگر وہ قضا روزے بعد میں رکھے گا، جسے پولس نے اپنے زعمِ باطل میں خدا کا بیٹا کہا، معاذ اللہ

عقل مند اپنے استاد، والد یا کسی بھی معزز کے لیے قطعاً برواشت نہیں کرتا، ہم مسلمان ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ جل شانہ کے برگزیدہ نبی اور معزز پیغمبر تھے۔ ہماری مذہبی کتاب جو ہمارے آقا و مولیٰ رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی، اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور حق کو واضح کر کے بیان فرمایا گیا ہے، اس لیے جب ہم (مسلمان) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ایسے الفاظ پڑھتے ہیں، تو ہمارا خون کھول اٹھتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ پولس حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کیا تحریر کرتا ہے،

”مسیح ہمارے لیے لعین بنا، اُس نے ہمیں مول کے کر شریعت کی لعنت سے

چھڑایا، کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا ہے، وہ لعنتی ہے۔“

(گلتیوں کے نام ۳ : ۱۳)

شوخی ذہن و قلم دیکھئے کہ اہممتی یا شاگرد ہونے کا دعویٰ دار نہ صرف ان کی تعلیم کو تبدیل کر رہا ہے، بلکہ اپنے نبی یا استاد کی شان میں کیسے گستاخانہ الفاظ استعمال کر رہا ہے۔

## پولس کے ایجاد کردہ بعض دوسرے عقائد

**عقیدہ تثلیث** ”تین ایک اور ایک تین“ یہ ایک انتہائی پیچیدہ، مبہم گنجلک اور ناقابل فہم عقیدہ ہے۔ خدا تین ہیں کہ ایک۔ باپ، بیٹا، اور روح القدس، ایک ہی شے کے تین نام ہیں یا یہ الگ الگ وجود ہیں۔ کیا بیٹا اور روح القدس باپ کے اعضاء ہیں یا باپ کی صفات۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ جنہوں نے متقدمین و متاخرین (یعنی پہلے اور بعد والے) علماء کو ایک عجیب منحصرے میں مبتلا کر رکھا ہے عقیدہ تثلیث کی ایجاد سے لے کر آج تک اس عقیدہ کی کوئی بھی ایسی جامع اور مانع تعریف نہیں کی جاسکی کہ جس پر تمام مسیحی اُمت متفق ہو سکتی ہو۔ ایک نامور عیسائی عالم اور مصنف ماریس ریلیٹن MAURICE

”عیسائیت کا خدا کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ ایک زندہ جاوید وجود ہے جو تمام امکانی صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہے، اسے محسوس تو کیا جاسکتا ہے، لیکن پوری طرح سمجھا نہیں جاسکتا، اس لیے اس کی حقیقت کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ ہمارے ذہن کی قوت سے ماوری ہے، وہ فی نفسہ کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہیں، صرف اتنی باتیں ہمیں معلوم ہو سکی ہیں جو خود اس نے بنی نوع انسان کو وحی کے ذریعے بتلائیں،“ لہ

عقیدے کی اس سچیدگی کا تقاضا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس عقیدے کو خوب کھول کر واضح اور غیر مشکوک الفاظ میں بیان فرمادیتے اور اگر یہ عقیدہ عقل انسانی سے ماوری تھا، تو کم از کم عیسیٰ علیہ السلام کو اتنا تو ضرور کہہ دینا چاہیے تھا کہ ”یہ عقیدہ تمہاری سمجھ سے باہر ہے، اس لیے تم اس کو عقلی دلائل پر پرکھے بغیر تسلیم کر لو۔“ لیکن جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں، تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے آخر تک اس عقیدہ کا ایک مرتبہ بھی ذکر نہ کیا، بلکہ آپ علیہ السلام کے اس کے برعکس ارشادات اس تحریف شدہ انجیل میں بھی موجود ہیں کہ جن میں لوگوں کو تثلیث کی بجائے توحید کا حکم دیا گیا ہے، بطور نمونہ ملاحظہ ہو

”یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا خدا

ایک ہی خداوند ہے“ (مرقس ۱۲، ۲۹)

دوسری جگہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کے لیے اپنا چہرہ آسمان کی طرف

اٹھا کر کہا،

”اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح

کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں“ (یوحنا ۱۷، ۳)

ایک اور جگہ اپنے حواریوں کو نصیحت فرماتے ہوئے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا،  
 ”مگر تم رتی نہ کہلاؤ، کیونکہ تمہارا استاد ایک ہی ہے اور تم سب بھائی ہو۔“  
 اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو، کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے۔“

(متی کی انجیل ۲۳: ۸۰)

اس چیز کو بعض جگہ پولس نے بھی تسلیم کیا کہ نکتیوں کے نام ”اپنے پہلے خط میں پولس  
 تحریر کرتا ہے:

”اگرچہ آسمان و زمین میں بہت سے خدا کہلاتے ہیں (چنانچہ بہترے خدا  
 اور بہترے خداوند ہیں)۔ لیکن ہمارے نزدیک تو خدا ایک ہی ہے، یعنی باپ،  
 جس کی طرف سے سب چیزیں ہیں اور ہم اسی کے لیے ہیں اور ایک ہی خداوند ہے،  
 یعنی یسوع مسیح جس کے وسیلہ سے سب چیزیں موجود ہوئیں اور ہم بھی اسی کے  
 وسیلہ سے ہیں۔“ (۱- کرنتھیوں ۸: ۶)

اس خط میں پولس نے وضاحت کی کہ خدا اور خداوند میں فرق ہے، خدا اور بے خداوند  
 اور ہے۔ خدا صرف اور صرف باپ، یعنی اللہ تعالیٰ اجل شانہ ہی ہے، خداوند یعنی آقا یا استاد  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

پولس اپنے دوسرے خط میں ”کرنتھیوں کے نام“ تحریر کرتا ہے،  
 ”میں مسیح میں ایک شخص کو جانتا ہوں۔ چودہ برس ہوئے کہ وہ یکا یک تیرے  
 آسمان تک اٹھا لیا گیا۔ مجھے یہ معلوم کہ بدن سمیت، نہ یہ معلوم کہ بغیر بدن کے یہ خدا  
 کو معلوم ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس شخص نے (بدن سمیت یا بغیر بدن کے یہ  
 مجھے معلوم نہیں، خدا کو معلوم ہے)۔ یہ یکا یک فردوس میں پہنچ کر ایسی باتیں سنیں  
 جو کہنے کی نہیں اور جن کا کہنا آدمی کو روا نہیں۔“ (۲- کرنتھیوں ۲: ۱۳)

لے پولس کے اس خط کی عبارت سے خود اسی کے ایجاد کردہ عقیدہ آقا یا تینوں ایک اور ایک ہی تین کی بھی دیکھ سکتے

محترم قارئین! یہ ریمارکس کسی کمزور عقیدہ مسلمان کے نہیں، بلکہ جناب پولس کے ہیں۔ ان پولس نے یہ بتایا کہ مسیح علیہ السلام ایک شخص (انسان) تھے، جن کو یکا یک تیسرے آسمان تک اٹھایا گیا اور یہ خدا جانتا ہے کہ اُس شخص (عیسیٰ علیہ السلام) کو بمعہ بدن لے جایا گیا یا بغیر بدن کے اور پھر جنت الفردوس میں جا کر اُس شخص (مسیح علیہ السلام) نے خدا تعالیٰ اجل شانہ کے ارشاداتِ عالیہ سُنئے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں، شخص (انسان) تھے۔ اُن کو اٹھانے والا انسان نہیں خدا تھا۔

افسیوں کے نام خط میں پولس نے تحریر کیا،

”اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان

اور سب کے اندر ہے۔“ (افسیوں کے نام ۶:۴)

تیمتھیس کے نام پہلے خط میں پولس نے لکھا،

”وہ (جو مبارک اور واحد حاکم۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند

ہے) بقا صرف اسی کو ہے اور وہ اُس فرمیں کہتا ہے جس تک کسی کی رسائی نہیں

ہو سکتی۔ نہ اسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے، اس کی عزت اور سلطنت

ابد تک رہے، آمین۔“ (تیمتھیس ۶:۱۵، ۱۶)

الذکر! یقیناً پولس کا یہ بیان حقیقت کے بہت ہی قریب لاریب، ہمیشہ کے لیے

بقا صرف خدائے لم یزل کے لیے ہی ہے، وہ ایسی ہستی ہے کہ جسے دنیا میں نہ کسی نے دیکھا

اور نہ دیکھ سکتا ہے، ابدی سلطنت و عزت صرف اُسی کے لیے ہے (وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا

وہ خدا تعالیٰ بہ گز بہ گز نہیں ہو سکتا جو ایک عورت (حضرت سیدہ مریم سلام اللہ تعالیٰ علیہا) سے

پیدا ہوا جو انسانوں میں رہا جو کھانا بھی کھاتا تھا، پانی بھی پیتا تھا جسے انسان دیکھتے بھی تھے، چھوٹے

بھی تھے جو عوارض انسانی (مثلاً بول و براز) سے بچا ہوا نہیں تھا۔ وہ خدا تعالیٰ کیسے ہو سکتا

ہے؟ کہ جو ایک مکان میں بند ہوا اور جسے قتل کرنے کے لیے یہودی مکان کے گرد گھیرا بندھے



کھڑے ہوں، پھر عیسائیوں اور یہودیوں کے زعم باطل میں معاذ اللہ جسے کانٹوں کا تاج پہنا کر  
 ٹھوکریں مار کر لعنتیں بھیج کر سولی دے دیا جائے اور وہ تین روز تک قبر میں مُردہ پڑا رہے۔ نہیں،  
 نہیں، وہ خدا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ پولس نے بالکل صحیح کہا ہے کہ خدا وہ ہے کہ جس تک  
 کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی، یعنی کوئی اُسے اپنی گرفت میں نہیں لے سکتا، بلکہ دنیا میں نہ اُسے  
 کسی نے دیکھا نہ آئندہ دنیا میں دیکھ سکتا ہے، اُس کی عزت و سلطنت کو کبھی زوال نہیں۔  
 شاید اس جگہ ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر پولس کا عقیدہ اتنا مضبوط تھا، تو اسے موجودہ  
 عیسائیت کا بانی کیوں کہا جاتا ہے، تو اس کے جواب کے لیے پولس کا یہ بیان پڑھنا بھی  
 ضروری ہے:

”اگرچہ میں سب لوگوں سے آزاد ہوں، پھر بھی میں نے اپنے آپ کو،  
 سب کا غلام بنا دیا ہے تاکہ اور بھی زیادہ لوگوں کو کھینچ لاؤں ۵ میں یہودیوں کے  
 لیے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں، ان کے  
 لیے میں شریعت کے ماتحت ہوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں، اگرچہ  
 خود شریعت کے ماتحت نہ تھا ۶ بے شرع لوگوں کے لیے بے شرع بنا، تاکہ  
 بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں (اگرچہ خدا کے نزدیک بے شرع نہ تھا، بلکہ مسیح  
 کی شریعت کے تابع تھا) ۷ کمزوروں کے لیے کمزور بنا تاکہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں۔  
 میں سب آدمیوں کے لیے سب کچھ بنا ہوں تاکہ کسی طرح سے بعض کو بچاؤں ۸

(کرنٹھیوں ۱۹، ۱۹ تا ۲۲)

پولس کا یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ وہ بوقت ضرورت جھوٹ بولنے اور چکر بازی کو جانز خیال  
 کرتا تھا، اس لیے کہیں ایسے تو نہیں کہ پولس نے سچے مسیحیوں کو درغلانے اور اپنے ساتھ ملانے  
 کے لیے ابتداءً اپنا عقیدہ وہی ظاہر کیا جو سچے مسیحیوں کا تھا، لیکن دیکھا کہ اب مجھے سچے حواریوں

۱۹ اس طرح نہ اُس کی عزت رہی (معاذ اللہ تعالیٰ)

سے بھی بڑھ کر معزز جاننے لگے ہیں، تو اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہو گیا، بلکہ حق تو یہ ہے کہ پولس عیسائی مذہب کو بگاڑنے کے لیے عیسائیت کا لبادہ اوڑھا تھا۔

**عیسیٰ خدا نہیں، بلکہ خدا ایک ہے** یہی وجہ ہے کہ تثلیث یا حلول کا سب سے پہلے پولس کے ہاں ہی

ملا ہے، جبکہ دوسرے حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر ہی تسلیم کرتے تھے، مثلاً حضرت پطرس حواریوں میں بلند ترین مقام کے حامل ہیں۔ وہ ایک مرتبہ یہودیوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے، چنانچہ تم آپ ہی جانتے ہو“

(اعمال ۲: ۲۲)

اگر عقیدہ تثلیث اور عقیدہ حلول مذہب مسیحی کا بنیادی عقیدہ تھا تو پطرس کو چاہیے تھا کہ وہ یہودیوں کو دعوت دین مسیحی دیتے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک شخص کی بجائے خدا کا ایک اقنوم کہتے اور انہیں خدا کی طرف سے آنے کی بجائے انہیں خدا قرار دیتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ ایک اور جگہ سبیل میں یہودیوں کو مخاطب ہو کر کہا:

”ابراہام اور اسحاق اور یعقوب کے خدا یعنی ہمارے باپ دادا کے خدا

نے اپنے خادم یسوع کو جلال دیا“ (اعمال ۳: ۱۳)

اس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ جل شانہ کا خادم یعنی بندہ کہا گیا ہے۔ ایک اور جگہ جب یوحنا اور پطرس نے دوسرے حواریوں کو اپنے ساتھ ہونے والے سلوک کا بتایا، تو:

”جب انہوں نے یہ سنا تو ایک دل ہو کر بلند آواز سے خدا سے کہا کہ اے مالک!

تو وہ ہے جس نے آسمان اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا تو نے روح القدس

کے وسیلہ سے ہمارے باپ اپنے خادم داؤد کی زبانی فرمایا کہ  
 قوموں نے کیوں دھوم مچائی؟ اور امتوں نے کیوں باطل خیال کیے؟ خداوند  
 اور اس کے مسیح کی مخالفت کو زمین کے بادشاہ اٹھ کھڑے ہوئے اور سردار جمع ہو گئے  
 کیونکہ واقعی تیرے پاک خادم یسوع کے برخلاف جسے تو نے مسیح کیا۔ ہیرودیس  
 اور پٹلیس پیلاطس غیر قوموں اور اسرائیلیوں کے ساتھ اسی شہر میں جمع ہوئے۔  
 (تصور اس آگے جا کر ہے) اور تو اپنا ہاتھ شفا دینے کو بڑھا اور تیرے پاک خادم  
 یسوع کے نام سے معجزے اور عجیب کام ظہور میں آئیں۔ (اعمال ۴: ۲۳ تا ۳۰)

کتاب اعمال کی اس عبارت میں حواریوں کی اجتماعی دعا کا ذکر ہے۔ اس دعا میں حواریوں  
 کا عقیدہ بھی عیاں ہو رہا۔ ان سب کے نزدیک مالک خدا تعالیٰ جل شانہ ہی ہے جو ہر چیز کا  
 خالق ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خادم یعنی بندے ہیں  
 اگر خدا نخواستہ حواریوں کے حضرت مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بندے نہیں تھے، تو وہ حضرت  
 داؤد علیہ السلام کو تو خدا کا خادم کہتے، لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کو معاذ اللہ خدا کا بیٹا یا اقنوم کہتے  
 مگر انہوں نے ایسا نہیں کہا جس سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ  
 کے بندے اور رسول تھے۔

انطاکیہ میں برنباس حواری نے وہاں کے عیسائیوں کو نصیحت کی،

”دلی ارادہ سے خداوند سے لپٹے رہو، کیونکہ وہ نیک مرد اور روح القدس اور

ایمان سے معمور تھا۔“ (اعمال ۱۱: ۲۳، ۲۴)

اس جگہ برنباس نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو ایمان سے معمور، ایک نیک مرد قرار دیا

اور خداوند کہہ کر اپنا نبی اور آقا تسلیم کیا نہ کہ معبود مانا، بلکہ ظاہر کیا کہ وہ معبود نہیں ہیں۔

انجیل عہد نامہ جدید ہی میں کیا، عہد نامہ قدیم میں بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی وحدانیت کے

دلائل موجود ہیں۔ کتاب الاستثناہ میں ہے:

”یہ سب کچھ تجھ کو دکھایا گیا تاکہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا کوئی

اور ہے ہی نہیں“ (استثنا ۴: ۳۵)

اسی باب کی ایک اور آیت میں ہے:

”پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو دل میں جمالے کہ اوپر آسمان میں

اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے اور کوئی دوسرا نہیں“ (استثنا ۴: ۳۹)

اسی کتاب الاستثنا میں ایک اور جگہ ہے:

”سن لے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے تو اپنے سارے

دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے

محبت رکھو“ (استثنا ۴: ۱۶)

عہد نامہ قدیم کی ایک دوسری کتاب ”یسعیاہ“ میں ہے کہ خدا تعالیٰ اجل شانہ نے اپنے نبی

یسعیاہ کے ذریعے ارشاد فرمایا:

”اے گنہ گارو! اس کو یاد رکھو اور مرد بنو۔ اس پر پھر سوچو یہ پہلی باتوں کو جو قدیم

سے ہیں یا اگر وہ کہ میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں، میں خدا ہوں اور مجھ سے کوئی

نہیں“ (یسعیاہ ۴۶: ۸، ۹)

اسی کتاب یسعیاہ کے باب ۴۵ میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے مسموح خواص

سے فرمایا:

”میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں نے تیری

کمر باندھی، اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا تاکہ مشرق سے مغرب تک لوگ جان لیں کہ

میرے سوا کوئی نہیں، میں ہی خداوند ہوں، میرے سوا کوئی دوسرا نہیں، میں

ہی روشنی کا موجد اور تاریکی کا خالق ہوں۔ میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا

ہوں، میں ہی خداوند یہ سب کچھ کرنے والا ہوں“ (یسعیاہ ۴۵: ۵ تا ۷)

اللہ اکبر! یہ آنتیں زبانِ حال سے پکار پکار کر لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی دے رہی ہیں اور بتا رہی ہیں کہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب، تخت و فوق زمین و آسمان میں ہر جگہ صرف اور صرف وہی وحدہ لا شریک ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ پھر بھی مسیحی حضرات نہ جانے کیوں ایک اور تین کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

## کائنات میں کوئی دوسرا خدا نہ ہونے کے چند عقلی دلائل

خود عقل بھی اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ کسی کو بھی خدا تعالیٰ جل شانہ کا بیٹا قرار نہ دیا جائے، کیونکہ:

(۱) اولاد کی ضرورت مغلوب کو ہوتی ہے، خواہ وہ شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کرے اور اولاد پیدا ہو، خواہ دشمنوں کی قوت سے ڈر سے مغلوب ہو، خواہ اپنی موت کے خوف سے مغلوب ہو یا اپنا نام باقی نہ رہنے کے خوف سے مغلوب ہو یا تقاضائے عمر یعنی بڑھاپے سے مغلوب ہو، جبکہ خدائے بزرگ و برتر جل شانہ مغلوب و مجبور نہیں اور جو کسی بھی صورت میں مغلوب و مجبور ہے، وہ خدا نہیں۔

(۲) اولاد باپ کی ہم جنس ہوتی ہے، اسی لیے آپ پیٹ یا جسم کے کیرے یا جوئیں کو اپنی اولاد نہیں کہہ سکتے کہ وہ آپ کی جنس سے نہیں اور یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کے ہاں اولاد ہو، کیونکہ اولاد جنس ہوتی ہے۔ جنس کے لیے فصل اور فصل کے لیے مادہ ضروری ہے اور خدائے لم یزل مادہ سے پاک ہے۔

(۳) مرد اولاد پیدا کرنے کے لیے عورت کی طرف محتاج ہے اور پھر مرد اس سلسلہ میں جن اشیاء کا محتاج یا ضرورت مند ہوتا ہے، اس سے بر عقل مند واقف ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ بر عیب و محتاجی سے پاک و منزہ ہے۔

(۴) بیوی خاوند کی ہم جنس ہوتی ہے۔ یہ بات تقاضائے عقل کے خلاف ہے کہ کوئی

انسان کسی چوپائے یا پرندے سے شادی رچالے، بتقاضائے عقل وہ اپنی ہم جنس سے ہی شادی کرے گا۔ پھر حضرت مریم ہی کیا ان کے والد عمران کے متعلق کیا نظریہ رکھنا ہوگا؟ اولاد باپ کی جنس ہی ہوتی ہے۔ پھر عمران کا باپ، پھر ان کے باپ کا باپ علی ہذا القیاس یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام تک جا پہنچے گا، یعنی ان تمام کو خدا ماننا لازم آئے گا۔

(۵) سلسلہ تناسلی اجسام کی خصوصیت ہے جو کہ زوال پذیر اور فانی ہے، جبکہ خدائے

لم یزل حتیٰ و قیوم ہے۔

(۶) اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کھانے پینے، سونے اور دیگر عوارض انسانی سے پاک و

منزہ ہے، جبکہ عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام ایسے نہیں ہیں، تو یہ کیسے باپ اور بیٹا ہو گئے۔ لہٰذا علماء کرام نے اس قسم کے بہت سے دلائل ارشاد فرمائے ہیں۔ اگر ان تمام کو نقل کیا جائے

تو کئی صفحات بن جائیں، مگر ان تمام دلائل سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ خدائے بزرگ ہرگز جل شانہ

جھوٹ سے پاک و منزہ ہے۔ اُس کے برگزیدہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و

امانت کی گواہی ان کے بدترین دشمنوں نے بھی دی۔ قرآن پاک کی حقانیت آفتاب نیم روز سے بھی

زیادہ عیاں ہے۔ خدا تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی

قرآن پاک میں اعلان کر دیا:

لہٰذا خیال رہے کہ بائبل میں کم و بیش ساٹھ جگہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ابن آدم یعنی انسان کا بیٹا کے لفظ

استعمال ہوتے اور بعض جگہ ابن داؤد کہا گیا، بطور مثال ملاحظہ ہو متی کی انجیل: ۱۹:۱۸، ۲۱:۲۱، ۲۸:۱۹،

۲۲:۲۲، ۲۳:۲۲، ۲۴:۲۲، ۲۵:۲۲، ۲۶:۲۲، ۲۷:۲۲، ۲۸:۲۲، ۲۹:۲۲، ۳۰:۲۲، ۳۱:۲۲، ۳۲:۲۲، ۳۳:۲۲، ۳۴:۲۲، ۳۵:۲۲، ۳۶:۲۲، ۳۷:۲۲، ۳۸:۲۲، ۳۹:۲۲، ۴۰:۲۲،

۴۱:۲۲، ۴۲:۲۲، ۴۳:۲۲، ۴۴:۲۲، ۴۵:۲۲، ۴۶:۲۲، ۴۷:۲۲، ۴۸:۲۲، ۴۹:۲۲، ۵۰:۲۲، ۵۱:۲۲، ۵۲:۲۲، ۵۳:۲۲، ۵۴:۲۲، ۵۵:۲۲، ۵۶:۲۲، ۵۷:۲۲، ۵۸:۲۲، ۵۹:۲۲، ۶۰:۲۲، ۶۱:۲۲، ۶۲:۲۲، ۶۳:۲۲، ۶۴:۲۲، ۶۵:۲۲، ۶۶:۲۲، ۶۷:۲۲، ۶۸:۲۲، ۶۹:۲۲، ۷۰:۲۲، ۷۱:۲۲، ۷۲:۲۲، ۷۳:۲۲، ۷۴:۲۲، ۷۵:۲۲، ۷۶:۲۲، ۷۷:۲۲، ۷۸:۲۲، ۷۹:۲۲، ۸۰:۲۲، ۸۱:۲۲، ۸۲:۲۲، ۸۳:۲۲، ۸۴:۲۲، ۸۵:۲۲، ۸۶:۲۲، ۸۷:۲۲، ۸۸:۲۲، ۸۹:۲۲، ۹۰:۲۲، ۹۱:۲۲، ۹۲:۲۲، ۹۳:۲۲، ۹۴:۲۲، ۹۵:۲۲، ۹۶:۲۲، ۹۷:۲۲، ۹۸:۲۲، ۹۹:۲۲، ۱۰۰:۲۲،

لوقا کی انجیل: ۱:۲۲، ۲:۲۲، ۳:۲۲، ۴:۲۲، ۵:۲۲، ۶:۲۲، ۷:۲۲، ۸:۲۲، ۹:۲۲، ۱۰:۲۲، ۱۱:۲۲، ۱۲:۲۲، ۱۳:۲۲، ۱۴:۲۲، ۱۵:۲۲، ۱۶:۲۲، ۱۷:۲۲، ۱۸:۲۲، ۱۹:۲۲، ۲۰:۲۲، ۲۱:۲۲، ۲۲:۲۲، ۲۳:۲۲، ۲۴:۲۲، ۲۵:۲۲، ۲۶:۲۲، ۲۷:۲۲، ۲۸:۲۲، ۲۹:۲۲، ۳۰:۲۲، ۳۱:۲۲، ۳۲:۲۲، ۳۳:۲۲، ۳۴:۲۲، ۳۵:۲۲، ۳۶:۲۲، ۳۷:۲۲، ۳۸:۲۲، ۳۹:۲۲، ۴۰:۲۲، ۴۱:۲۲، ۴۲:۲۲، ۴۳:۲۲، ۴۴:۲۲، ۴۵:۲۲، ۴۶:۲۲، ۴۷:۲۲، ۴۸:۲۲، ۴۹:۲۲، ۵۰:۲۲، ۵۱:۲۲، ۵۲:۲۲، ۵۳:۲۲، ۵۴:۲۲، ۵۵:۲۲، ۵۶:۲۲، ۵۷:۲۲، ۵۸:۲۲، ۵۹:۲۲، ۶۰:۲۲، ۶۱:۲۲، ۶۲:۲۲، ۶۳:۲۲، ۶۴:۲۲، ۶۵:۲۲، ۶۶:۲۲، ۶۷:۲۲، ۶۸:۲۲، ۶۹:۲۲، ۷۰:۲۲، ۷۱:۲۲، ۷۲:۲۲، ۷۳:۲۲، ۷۴:۲۲، ۷۵:۲۲، ۷۶:۲۲، ۷۷:۲۲، ۷۸:۲۲، ۷۹:۲۲، ۸۰:۲۲، ۸۱:۲۲، ۸۲:۲۲، ۸۳:۲۲، ۸۴:۲۲، ۸۵:۲۲، ۸۶:۲۲، ۸۷:۲۲، ۸۸:۲۲، ۸۹:۲۲، ۹۰:۲۲، ۹۱:۲۲، ۹۲:۲۲، ۹۳:۲۲، ۹۴:۲۲، ۹۵:۲۲، ۹۶:۲۲، ۹۷:۲۲، ۹۸:۲۲، ۹۹:۲۲، ۱۰۰:۲۲،

بطور مثال ملاحظہ ہو متی کی انجیل: ۹:۲۳، ۱۰:۵، ۱۱:۹، ۱۲:۵، ۱۳:۱۱، ۱۴:۱۱، ۱۵:۱۱، ۱۶:۱۱، ۱۷:۱۱، ۱۸:۱۱، ۱۹:۱۱، ۲۰:۱۱، ۲۱:۱۱، ۲۲:۱۱، ۲۳:۱۱، ۲۴:۱۱، ۲۵:۱۱، ۲۶:۱۱، ۲۷:۱۱، ۲۸:۱۱، ۲۹:۱۱، ۳۰:۱۱، ۳۱:۱۱، ۳۲:۱۱، ۳۳:۱۱، ۳۴:۱۱، ۳۵:۱۱، ۳۶:۱۱، ۳۷:۱۱، ۳۸:۱۱، ۳۹:۱۱، ۴۰:۱۱، ۴۱:۱۱، ۴۲:۱۱، ۴۳:۱۱، ۴۴:۱۱، ۴۵:۱۱، ۴۶:۱۱، ۴۷:۱۱، ۴۸:۱۱، ۴۹:۱۱، ۵۰:۱۱، ۵۱:۱۱، ۵۲:۱۱، ۵۳:۱۱، ۵۴:۱۱، ۵۵:۱۱، ۵۶:۱۱، ۵۷:۱۱، ۵۸:۱۱، ۵۹:۱۱، ۶۰:۱۱، ۶۱:۱۱، ۶۲:۱۱، ۶۳:۱۱، ۶۴:۱۱، ۶۵:۱۱، ۶۶:۱۱، ۶۷:۱۱، ۶۸:۱۱، ۶۹:۱۱، ۷۰:۱۱، ۷۱:۱۱، ۷۲:۱۱، ۷۳:۱۱، ۷۴:۱۱، ۷۵:۱۱، ۷۶:۱۱، ۷۷:۱۱، ۷۸:۱۱، ۷۹:۱۱، ۸۰:۱۱، ۸۱:۱۱، ۸۲:۱۱، ۸۳:۱۱، ۸۴:۱۱، ۸۵:۱۱، ۸۶:۱۱، ۸۷:۱۱، ۸۸:۱۱، ۸۹:۱۱، ۹۰:۱۱، ۹۱:۱۱، ۹۲:۱۱، ۹۳:۱۱، ۹۴:۱۱، ۹۵:۱۱، ۹۶:۱۱، ۹۷:۱۱، ۹۸:۱۱، ۹۹:۱۱، ۱۰۰:۱۱،

۱۲۱:۲۱، بوجنا کی انجیل: ۱۲:۱۲، ۱۳:۱۲، ۱۴:۱۲، ۱۵:۱۲، ۱۶:۱۲، ۱۷:۱۲، ۱۸:۱۲، ۱۹:۱۲، ۲۰:۱۲، ۲۱:۱۲، ۲۲:۱۲، ۲۳:۱۲، ۲۴:۱۲، ۲۵:۱۲، ۲۶:۱۲، ۲۷:۱۲، ۲۸:۱۲، ۲۹:۱۲، ۳۰:۱۲، ۳۱:۱۲، ۳۲:۱۲، ۳۳:۱۲، ۳۴:۱۲، ۳۵:۱۲، ۳۶:۱۲، ۳۷:۱۲، ۳۸:۱۲، ۳۹:۱۲، ۴۰:۱۲، ۴۱:۱۲، ۴۲:۱۲، ۴۳:۱۲، ۴۴:۱۲، ۴۵:۱۲، ۴۶:۱۲، ۴۷:۱۲، ۴۸:۱۲، ۴۹:۱۲، ۵۰:۱۲، ۵۱:۱۲، ۵۲:۱۲، ۵۳:۱۲، ۵۴:۱۲، ۵۵:۱۲، ۵۶:۱۲، ۵۷:۱۲، ۵۸:۱۲، ۵۹:۱۲، ۶۰:۱۲، ۶۱:۱۲، ۶۲:۱۲، ۶۳:۱۲، ۶۴:۱۲، ۶۵:۱۲، ۶۶:۱۲، ۶۷:۱۲، ۶۸:۱۲، ۶۹:۱۲، ۷۰:۱۲، ۷۱:۱۲، ۷۲:۱۲، ۷۳:۱۲، ۷۴:۱۲، ۷۵:۱۲، ۷۶:۱۲، ۷۷:۱۲، ۷۸:۱۲، ۷۹:۱۲، ۸۰:۱۲، ۸۱:۱۲، ۸۲:۱۲، ۸۳:۱۲، ۸۴:۱۲، ۸۵:۱۲، ۸۶:۱۲، ۸۷:۱۲، ۸۸:۱۲، ۸۹:۱۲، ۹۰:۱۲، ۹۱:۱۲، ۹۲:۱۲، ۹۳:۱۲، ۹۴:۱۲، ۹۵:۱۲، ۹۶:۱۲، ۹۷:۱۲، ۹۸:۱۲، ۹۹:۱۲، ۱۰۰:۱۲،

کے نزدیک معاذ اللہ خدا تعالیٰ کے بیٹوں کی تعداد کتنی ہے؟ ۱۲۴

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝  
 لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَكَمْ  
 يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

کا ہے (وہ یکتا و یگانہ ہے)

(پ ۳۰ - ع ۳۷)

الحمد لله! ہمارا اس پر کامل ترین یقین ہے۔

اے عیسائی حضرات باپ، بیٹے اور رُوح القدس کی عجیب و غریب مثالیں دیتے ہیں۔ ایک عیسائی پادری  
 قائم الدین نے عقیدہ تثلیث کی تشریح میں ایک رسالہ بنام "تکشیف التثلیث" تحریر کیا، تو اس میں باپ (خدا)  
 بیٹے (عیس) اور رُوح القدس کی مثال یوں بیان کی: "اگر انسان کی جسمانی ترکیب پر غور کیا جائے تو یہ بھی اپنی  
 ہم جنس یعنی مادی اجزاء سے مرکب الوجود ہے کہ جن کی اتحادی کیفیت کو مادی نگاہیں دیکھ سکتی ہیں، مثلاً ہڈی،  
 گوشت، خون، ان تینوں چیزوں میں سے کوئی ایک نہ ہو تو اس کے جسم کی تکمیل محال ہے۔" اس جگہ پادری صاحب  
 نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس طرح انسان، ہڈی، گوشت اور خون سے مرکب ہے۔ اسی طرح  
 (معاذ اللہ) خدا - باپ، بیٹا اور رُوح القدس سے مرکب ہے۔ کاش کہ پادری صاحب اس بات کا  
 خیال بھی کر لیتے کہ اگر انسان کی ہڈیوں پر گوشت نہ ہو تو جسم بے کار ہے۔ اگر گوشت میں کوئی بھی ہڈی نہ ہو تو  
 بھی بے کار و تھڑا، اور اگر خون ہی نہ ہو تو گویا مرہا ہے اور ان تمام میں سے کسی کو بھی مفرد طور پر انسان نہیں کہا  
 جاسکتا، یعنی صرف گوشت کے ٹکڑے یا صرف ہڈی یا صرف خون کو انسان نہیں کہا جاتے گا، بلکہ یہ سب انسان  
 کہلانے میں ایک دوسرے کے محتاج و معاون ہیں۔ پھر عیسائی حضرات کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 ان اجزاء میں بحیثیتِ خون، گوشت یا ہڈی ہیں، تو گویا آپ کی پیدائش سے قبل معاذ اللہ خدا بے کار و غیر مکمل تھا  
 پیدائش عیسیٰ کے بعد کار آمد اور مکمل ہوا۔ مگر درمیان میں موجودہ انجیل کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام جو تین دن  
 تک مرے رہے تھے، خدا تعالیٰ پر کیسے گزرے ہوں گے؟ کیا یہودیوں نے معاذ اللہ تعالیٰ خدا کی ہڈیاں توڑ دی  
 تھیں؟ یا اس کا گوشت اذھیڑ دیا تھا؟ یا اس کا تمام خون بہا کر بے جان کر دیا تھا، تو ان صورتوں میں یہ کائنات کا  
 نظام کیسے چلا رہا، تباہ کیوں نہیں ہوا؟ ع۔ بریں عقل و دانش بیاہد گریست (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

## عقیدہ کفارہ

موجودہ عیسائی مذہب میں اس عقیدہ کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے، اسے عیسائی مذہب کی جان کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

باقی عقائد مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کی حیاتِ ثانیہ یا تعظیمِ صلیب اسی عقیدہ کے جز ہیں۔ انتہائی اختصار کے ساتھ اس عقیدہ کی تشریح یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے (معاذ اللہ) جنت میں گناہ کیا اور اس جرم میں حضرت حوا بھی شامل تھیں۔ چونکہ یہ گناہ جنت میں سرزد ہوا، جہاں ان کو قوتِ ارادی کے ساتھ دوسری بہت سی نعمتیں بھی میسر تھیں اور شجرِ ممنوعہ سے بچنا کچھ محال نہ تھا، لیکن حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی قوتِ ارادی سے غلط کام لیا، خدا کا انکار اور نفس کی اطاعت کی، اس لیے وہ (معاذ اللہ تعالیٰ) اور ان کی تمام اولادِ دائمی عذاب

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) دیگر مشرکین نے تو یہ کفر کیا کہ بتوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا، مگر عیسائیوں نے نہ صرف شریک ٹھہرایا، بلکہ حیز اور بیٹا قرار دے کر معاذ اللہ ثم معاذ اللہ تعالیٰ تین دن تک لعنت کی موت بھی مار رکھا۔ ملاحظہ ہو (گلتیوں ۱۴:۳) شاید یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جس کا جز ہلاک ہو سکتا ہے، وہ خدا کبھی کل بھی ہلاک ہو سکتا ہے، جس کے اجزاء ترکیبی کو دوام نہیں، وہ کیسے ہمیشہ رہ سکتا ہے اور خدا ہو سکتا ہے؟ عیسائی حضرات نے خدائے لم یزل کی شان میں ایک اور ذلیل ترین گستاخی کی۔ مستی کی انجیل باب اول میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مریم یوسف کی بیوی تھیں۔ ابھی میاں بیوی نے باہمی ازدواجی تعلقات قائم نہ کیے تھے کہ یوسف کی بیوی مریم حاملہ ہو گئی۔ یوسف کو خواب میں کہا گیا کہ اپنی بیوی کو گھر لے آؤ، وہ رُوح القدس کی قدرت سے حاملہ ہو چکی ہے۔ چنانچہ یوسف خواب سے بیدار ہوا اور اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آیا، یہاں تک کہ یوسف کی بیوی مریم کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس کا نام یسوع رکھا گیا۔ گلتیوں کے نام پوس رسول کا خط باب ۴، ۴ میں ہے، "لیکن جب وقت پورا ہو گیا، تو خدائے اپنے بیٹے کو بھیجا، جو عورت سے پیدا ہوا، (گلتیوں ۴: ۴) تعجب پر تعجب کہ بیوی یوسف کی اور بیٹا خدا کا، معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ، بتاؤ بے غیرت کون ہوا؟ اور دوسرے کی بیوی پر تصرف کرنے والا کون؟

استغفر اللہ تعالیٰ منی هذا بھتان عظیمہ



یاد آتی موت کے مستحق ہو گئے اور ان کی قوتِ ارادی بھی سلب کر لی گئی۔ اب انسان کے اس مصیبت سے نجات پانے کی ایک ہی سبیل تھی کہ خدا ان تمام کو معاف فرمادے، لیکن یہ صورت اس لیے ممکن نہ تھی کہ وہ "عادل" اور منصف ہے، وہ اپنے قوانین کی مخالفت نہیں کرتا۔ چونکہ اُس نے اصلی گناہ کی سزا موت مقرر کر رکھی تھی۔ اب اگر موت کی سزا دیتے بغیر گناہ معاف کرنے تو اُس کے قانونِ عدل کے منافی تھا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ رحیم بھی ہے، وہ اپنے بندوں کو اس حالتِ زار پر بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا، اس لیے اس نے ایک ایسی تدبیر اختیار کی کہ بندوں کی رہائی بھی ہو جائے اور اس کے قانونِ عدل کو ٹھیس بھی نہ لگے، وہ صورت یہ تھی کہ انسان ایک بار سزا کے طور پر مریں اور پھر دوبارہ زندہ ہوں تاکہ وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو جائیں، اور قوتِ ارادی کے دوبارہ حاصل ہوجانے سے آزادی کے ساتھ نئی کر سکیں، لیکن تمام انسانوں کو دنیا میں موت دے کر دوبارہ زندہ کرنا بھی قانونِ فطرت کے مخالف تھا، لہذا کسی ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہوئی جو خود تو اصلی گناہ (یعنی جو نسلِ آدم کے پشت در پشت چلا آ رہا تھا) سے معصوم ہو اور تمام انسانوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھا سکے۔ اس طرح خدا سے ایک مرتبہ گناہوں کی سزا کے طور پر موت دیکر زندہ کر اور یہ سزا تمام انسانوں کے لیے کافی ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے خدا نے خود اپنے بیٹے کو چنا (معاذ اللہ) اور اسے انسانی جسم کے ساتھ دنیا میں بھیجا اور اُس نے یہ قربانی دی کہ خود گناہوں کا بوجھ اٹھائے سولی پر چڑھ گیا۔ اس طرح اس کے مرنے سے انسان اصلی گناہ سے نجات پا گیا۔ پھر یہی بیٹا تین دن مرے رہنے کے بعد جب دوبارہ زندہ ہوا تو اس سے تمام انسانوں کو نئی زندگی مل گئی، یعنی ان کی قوتِ ارادی بحال فرمادی گئی۔

محترم قارئین کرام یہ عقیدہ کفار کی مختصر تشریح ہے۔ اب ہم انتہائی اختصار کے ساتھ اس عقیدہ کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں:

۱۲ لے بحوالہ مقدمہ بائبل سے قرآن پاک تک (ترجمہ اظہار حق) ۱۲

(۱) یہ بات تو بجائے خود محل نظر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کو گناہ بھی کہا گیا گا کہ نہیں۔ پھر قرآن مجید نے اس بات کی گواہی دی کہ اس لغزش کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا اگر سرے سے لغزش ہی معاف ہو گئی، تو اس کی سزا کا اولاد کی طرف منتقل ہونا ہی مردود ہے۔

(۲) بائبل، عہد نامہ قدیم کی کتاب پیدائش میں شجر ممنوعہ کے کھانے کا واقعہ درج ہے وہاں حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو اس لغزش کی بنا پر جو سزا دی گئی، وہ یوں درج ہے

(خدا نے پہلے اسی جرم کی پاداش میں سانپ کی سزائسانی، اس کے بعد)

”پھر اس نے عورت سے کہا میں تیرے دردمحل کو بہت بڑھاؤں گا، تو درد کے

ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت

کرے گا اور آدم علیہ السلام سے اس نے کہا، چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات

مانی اور اس درخت کا پھل کھایا کہ جس کی بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ

اسے نہ کھانا، اس لیے کہ زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ مشقت کے ساتھ

تو عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا اور وہ تیرے لیے کانٹے اور اونٹ کٹارے

اگاتے گی اور تو کھیت کی سبزی کھائے گا تو اپنے منہ کے پینے کی روٹی کھائے

گا، جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جاتے، اس لیے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے،

کیونکہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائے گا (پیدائش ۳: ۱۷ تا ۱۹)

(۱) اس پوری عبارت میں سرے سے اس سزا کا ذکر ہی نہیں کہ جس سزا کی بنا پر کفار ادا

کیا گیا، یعنی دائمی عذاب یا دائمی موت۔

(ب) اگر مسیح علیہ السلام کی سولی کفارہ گناہ تھی کہ جس کے بعد گناہ کی پاداش میں ملنے والی

سزا یعنی دائمی عذاب یا دائمی موت کو ختم کر دیا گیا تو اسی جرم میں ملنے والی مذکور بالا سزا کو کیوں بحال رکھا

گیا۔ آج عورت کو کیوں دردزہ ہوتا ہے۔ آج انسان کھیتوں میں کیوں مشقت اٹھاتا ہے۔ کیا مسیح

یہ سزا اللہ تعالیٰ (مؤلف) ۱۲ یعنی حضرت حوا علیہا السلام (مؤلف) ۱۲ خدا تعالیٰ نے (مؤلف)

کی قربانی غیر مکمل تھی کہ یہ سزا بجالا رہی ہے کیا یہ بات عادل و منصف خدا تعالیٰ کے شایان شان ہے کہ  
 مسیح علیہ السلام اپنی جان بھی قربان کر دے، مگر خدا تعالیٰ پوری سزا معاف نہ کرے؟  
 (۳) مسیح علیہ السلام کی یہ قربانی صرف "مخصوص رسم بپتسمہ" ادا کرنے والے عیسائیوں کے لیے  
 ہی ہے یا عام انسانوں کے لیے بھی۔ اگر یہ قربانی تمام انسانوں کی طرف سے کفارہ ہے تو عیسائی  
 ہونے کا کیا فائدہ؟ کیونکہ انسانوں کے زمرہ میں تو تمام نسل آدم شامل ہے۔ لیکن اگر یہ قربانی صرف  
 عیسائیوں کے لیے ہے، جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر مسیحیوں کو سزا ملے گی  
 یا معافی؟ اگر سزا ملے گی تو رحم نہیں ہے گا کہ جسے اپنانے کی خاطر عیسائیوں کے نزدیک خدا  
 کو اپنے بیٹے کی قربانی دینا پڑی (معاذ اللہ) اور اگر غیر مسیحیوں کو بھی معاف کرے گا تو عدل نہ ہے  
 گا، چنانچہ ایک بار پھر کفارہ دینا ہوگا۔ پھر دوسرے کفارے پر بھی یہی اشکال وارد ہوگا۔  
 اس طرح نہ تو کفارے ختم ہوں گے اور نہ خدا کے بیٹے۔ ایسی صورت میرا نام بنی نوع انسان کے  
 لیے یسوع مسیح کا نجات دہندہ ہونا بھی باطل قرار پائے گا اور مسیحیت بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گی  
 (۴) عقیدہ کفارہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسان کو گناہ اصلی کی سزا دینا خلاف رحم ہے  
 اور معاف کرنا خلاف عدل ہے، اسی لیے کفارہ دیا گیا، حالانکہ یہ بات بجائے خود غلط ہے نہ تو  
 قصور کی سزا دینا خلاف رحم ہے اور نہ ہی ہر معافی، خلاف عدل ہے، بلکہ ظالم کو سزا دینا اور ظلم  
 کی کھلی چھٹی دے دینا خلاف رحم اور ظلم ہے، اسی طرح اپنے ذاتی دشمن کو معاف کر دینا خلاف  
 عدل نہیں، بلکہ احسان ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم بھی یہی ہے۔ مہنتی کی انجیل  
 میں ہے،

لفہ "بپتسمہ" غیر عیسائی کو عیسائی بناتے وقت ایک خاص کمرہ میں چند مخصوص کلمات مقرر شدہ طریقہ سے  
 کہلاتے جاتے ہیں۔ پھر تمام جسم برتیل کی مالش کر کے زرد رنگ کے پانی کے حوض میں اسے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ پھر  
 اس نئے مسیحی سے چند ایک مخصوص سوال کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس شخص کے کان، ناک، پیشانی اور سینے  
 پر دوبارہ دم شدہ تیل مل دیا جاتا ہے اور حوض سے نکال کر سفید لباس پہنا کر داخل مذہب کر لیا جاتا ہے۔ ۱۲

”تم سن چکے ہو کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریکاً مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر پٹا پختہ مارے، دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالاش کر کے تیرا کرتالینا چاہے، تو چوڑھ بھی اسے دے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جانا چاہے، تو اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔“ (متی کی انجیل، ۵: ۳۹ تا ۴۱)

اب فرمائیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تعلیم خلافِ عدل ہے؟

بلکہ ظلم تو یہ ہے کہ کسی ناکردہ گناہ کو گناہ کی منزادی جائے۔ مسیحی عقیدہ کے مطابق حضرت

مسیح علیہ السلام خود تو معصوم تھے، مگر تمام انسانوں کے گناہ کا بوجھان کے ذمے ڈال دیا گیا اور

بھی تین یوم تک (معاذ اللہ) لعنت کی موت سہرے ہے، حالانکہ اگر خدا نخواستہ حضرت مسیح علیہ السلام

کے ذمے کوئی لغزش ہوتی بھی، تب بھی سزا دینا مسیحی عقیدہ میں خلافِ رحم ہے، چہ جائیکہ دوسرے

کے گناہوں کی سزا کسی معصوم کو دی جائے جو کہ صریح ظلم ہے کیا اس صورت میں خدا تعالیٰ عادل و

منصف یا رحیم و کریم نہیں، بلکہ (معاذ اللہ) ظالم ٹھہرے گا۔ یہ تو ایک سیدھی سی بات ہے کہ قصور

تو میں کروں اور کوئی آپ کے چہرے پر زناٹے دار تھپتھر سید کر کے کہے کہ یہ فلاں کے قصور کا

آپ سے بدلہ لیا جا رہا ہے، کیونکہ قصور دار کو سزا دینا تو خلافِ رحم ہے اور معاف کرنا خلافِ

عدل ہے، اس لیے آپ کو ناکردہ گناہ کی سزا دے رہا ہوں، اسی طرح قتل تو زید کرے، مگر

پھانسی عمر و کو دے دیا جائے۔ یہ سب یقیناً ظلم ہوگا، جبکہ خدا تعالیٰ اظلم سے پاک و منزه ہے

ہمارے اس دعوے کی تصدیق قرآنِ پاک بلکہ توراہ سے بھی ہوتی ہے۔ ”جز قتی ایل“ میں ہے:

”اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ تم اسرائیل کے ملک کے حق میں

کیوں یہ مثل کہتے ہو کہ باپ دادا نے سچے انکھور کھائے اور اولاد کے دانت

کھٹے ہوئے؟“ (۲: ۱۱۸، ۱۱۹)

یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انکھور تو باپ دادا کھائیں اور دانت کھٹے اولاد کے ہو جائیں؟

قصور تو کوئی اور کرے اور سزا کسی اور کو ملے؟ حرقی ایل میں دوسری جگہ ارشاد ہوا،  
 ”تم کہتے ہو کہ بیٹا، باپ کے گناہ کا بوجھ کیوں نہیں اٹھاتا؟ جب بیٹے نے وہی  
 بوجھ اٹھا لیا ہے کیا اور میرے سب آئین کو حفظ کر کے ان پر عمل کیا، تو یقیناً زندہ  
 رہے گا جو جان گناہ کرتی ہے، وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ اٹھائے  
 گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔ صادق کی صداقت اسی کے لیے ہوگی اور شرابی

کی شرارت شریک کے لیے (حرقی ایل ۱۸: ۱۹، ۲۰)

بائبل میں مذکورہ اس قانون کی تصدیق قرآن پاک میں بایں الفاظ فرمائی گئی، وَلَا  
 تَزِدُ وَاٰسِرَ رَاٰۤیَ وَاٰسِرَ رَاٰۤیَ (یعنی ایک کا بوجھ دوسرے کے ذمہ نہیں ڈالا جائے گا)  
 سب یہ قانون خدا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے تو بتائیے کہ خدائے لم یزل نے اپنے ہی اس  
 قانون کی خلاف ورزی کیوں کی کہ ایک بے گناہ کو سولی چڑھا دیا۔

جب عقیدہ کفارہ کا ہی بطلان ثابت ہو جائے  
**حیاتِ ثانی و عظیم صلیب** گا تو اس کے ضمن میں پیدا ہونے والے دوسرے

عقائد بھی یقیناً خود بخود ہی مردود ٹھہریں گے۔ بایں ہمہ ان پر مختصر سی بحث کی جاتی ہے،  
 (۱) حیاتِ ثانی، حیاتِ ثانی کے لیے موت ضروری ہے، جب تک موت نہ آئے حیاتِ  
 ثانی ناممکن ہے۔ قرآن پاک بلکہ خود انجیل مقدس کی بعض آیات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح  
 علیہ السلام کو سولی نہیں دیا گیا، بلکہ آپ کے شبہ میں کسی دوسرے شخص کو سولی دے دیا گیا۔  
 قرآن پاک اور انجیل برتباس نے تو اس چیز کا اعلان کھلے لفظوں میں کیا۔ برتباس کے سوا دوسری  
 انجیل نے اس واقعہ کو اس قدر اختلاف سے بیان کیا کہ عقلمند قاری خود بخود اندازہ لگا لیتا ہے

لے ہم ان اختلافات والی طویل عبارات کو بخوفِ طوالت نقل نہیں کر رہے۔ اگر کوئی تحقیق کرنا چاہے تو ملاحظہ

ہو متی کی انجیل، ۶۵، ۲۴، لوقا ۱۱، ۱۶، متی ۵، ۲۸ تا ۲، مرقس ۱۶، ۴، ۵، لوقا ۲۲، ۲ تا ۴، متی ۸، ۱۲ تا ۸

تا ۱۰، لوقا ۱۲، ۱۲، یوحنا ۱۲، ۱۳ تا ۱۵

کہ یہ کہانی اناجیل کے مصنفوں نے خود گھڑی ہے۔

(۲) عیسائی حضرات کے نزدیک صلیب ایک مقدس ترین نشان ہے، حتیٰ کہ عیسائی کے پیروکار صلیب کو سجدہ تک کرتے ہیں۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صلیب اتنی معزز کیوں ہے اگر کہا جائے کہ صلیب اس لیے عظمت والی ہے کہ اس پر حضرت مسیح علیہ السلام کو لٹکایا گیا تھا ایسی صورت میں وہ یہودی زیادہ معزز ہونے چاہئیں کہ جنہوں نے لٹکایا تھا۔ اگر کہا جائے کہ صلیب ہمارے (یعنی عیسائیوں) کے گناہوں کے کفارہ کا سبب بنی تھی تو ایسی صورت میں یہودی اسکا کو زیادہ قابلِ تعظیم ہونا چاہیے کیونکہ ان (عیسائیوں) کے نزدیک اس ضمن میں اہم کردار اسی نے ادا کیا تھا۔ اگر یہودی مخبری نہ کرتا، تو صلیب کا واقعہ ہی پیش نہ آتا۔

اگر کہا جائے کہ صلیب اس لیے معزز ہے کہ اُس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم اتنا مس ہوا تھا، تو ایسی صورت میں گھڑی اور خچروں کی پوری قوم کی تعظیم کرنی چاہیے کہ اُن پر آپ علیہ السلام نے کئی بار سواری فرمائی تھی۔ مہربانی پھمپھوڑا بھی معزز ہونا چاہیے کہ اس میں آپ علیہ السلام نے آرام فرمایا اور ان سے بڑھ کر صنفِ نازک عورت، صلیب سے کہیں زیادہ لائقِ سجدہ ہونا چاہیے کہ جس نے نہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام کو جنا، بلکہ حفاظت سے پالا بھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ صلیب پر تو حضرت مسیح علیہ السلام کا خون گرا تھا، تو آخر ان کانٹوں کا کیا قصور ہے کہ جن کا تاج صلیب پر چڑھاتے وقت پہنایا گیا تھا اور وہ سر کنڈہ بھی کیوں قابلِ تعظیم نہیں کہ جسے سولی دیتے وقت مسیح کے ہاتھ میں دیا گیا تھا۔ ان کانٹوں اور سر کنڈوں کو تو آگ میں جلایا جاتا ہے اور صلیب کی تعظیم کی جاتی ہے، یہ نا انصافی کیوں؟ صلیب کی آخر کی خصوصیت ہے، کیا معاذ اللہ تعالیٰ صلیب میں خدا گھس گیا ہے جو عیسائی اسے سجدہ کرتے ہیں۔ مسیحی حضرات خود اندازہ فرمائیں کہ یہ اہل کتاب ہوتے ہوئے بھی بت پرست مشرکین سے

لہ و لہ متی کی انجیل میں ہے: "اور کانٹوں کا تاج بنا کر اُس کے سر پر رکھا اور ایک برکت

اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا۔" (متی کی انجیل ۲۷:۲۹)

یسی مشابہت رکھتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یہ عقائد سچے عیسائیوں کے نزدیک ناجائز بلکہ کفر تھے۔ برنباہس اپنی انجیل میں تحریر فرماتے ہیں:

”اے عزیزو! اللہ نے جو عظیم اور عجیب ہے، اس آخری زمانے میں ہمیں اپنے نبی یسوع مسیح کے ذریعے ایک عظیم رحمت سے آزمایا۔ اس تعلیم اور آنتوں کے ذریعے جنہیں شیطان نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنایا ہے جو تقویٰ کا دعویٰ کرتے ہیں اور سخت کفر کی تبلیغ کرتے ہیں۔ یسوع کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، ختنہ کا انکار کرتے ہیں جس کا اللہ نے ہمیشہ کے لیے حکم دیا ہے اور ہر جس گوشت کو جائز کہتے ہیں، انہی کے زمرے میں پوس بھی گمراہ ہو گیا، جس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا، مگر افسوس کے ساتھ اور وہی سبب ہے جس کی وجہ سے وہ حق بات لکھ رہا ہوں جو میں نے یسوع کے ساتھ رہنے کے دوران سنی اور دیکھی ہے تاکہ تم نجات پاؤ، اور تمہیں شیطان گمراہ نہ کرے۔ . . . اور تم اللہ کے حق میں ہلاک ہو جاؤ، اور اس بنا پر ہر اس شخص سے بچو جو تمہیں نئی تعلیم کی تبلیغ کرتا ہے اور جو میرے لکھنے کے خلاف ہو تاکہ تم ابدی نجات پاؤ۔“

(برنباہس ۱۱ تا ۹)

## موجودہ بائبل کے محرف ہونے کے دلائل

تحریر بائبل کے دلائل نقل کرنے سے قبل اہل اسلام کے نزدیک بائبل پہلی کتب سماوی، کی حیثیت نقل کرنا ضروری ہے۔ ہم اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ اجل شانہ نے انبیاء کرام علیہم السلام پر کتب اور صحائف نازل فرمائے۔ ان میں چار کتب بہت مشہور ہیں، یعنی:

(۱) تورات جو موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو عطا ہوئی (۲) زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۳) انجیل جو حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر اتری (۴) قرآن مجید جو امام الانبیاء حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ پہلی تین کتابوں اور تمام صحائف پر یہ اجمالی طور پر ایمان لاتے ہیں اور برحق خیال کرتے ہیں اور ہر مسلمان اقرار کرتا ہے کہ امانت باللہ و ملائکتہ و کتبیہ و رسالہ۔ لیکن قرآن مجید پر ہمارا تفصیلی ایمان اور عمل ہے اور یہ بھی ایمان ہے کہ پہلی کتابوں میں زبردست تحریف ہوئی، لیکن قرآن پاک میں نہ تو تحریف ہوئی اور نہ آنتد ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ مرتبے کے لحاظ سے قرآن پاک کلام کتابوں سے اور تمام صحائف سے افضل ہے اور یہ فضیلت عمل اور تلاوت میں ہے نہ کہ نفس کلام میں، کیونکہ سب کتب سماوی کلام خدا تعالیٰ ہیں، اس لیے افضل و مفضول کی گنجائش نہیں۔ چونکہ کوئی بھی کتاب اردو یا انگریزی میں نازل نہ ہوئی۔ اس لیے موجودہ پائیل کسی بھی صوت میں کلام خدا نہیں، زیادہ سے زیادہ اس کی بعض آیات کو یا بعض آیات کے بعض اجزاء کو کلام خدا کا ترجمہ کہا جاسکتا ہے اور اس کی کبھی بھی وہ حیثیت نہیں ہو سکتی جو اصل کلام الہی کی ہے۔ مثلاً اگر کوئی مسلمان نماز میں الحمد للہ رب العالمین... الخ پڑھنے کی بجائے اس کا ترجمہ یعنی "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے..." آخر تک... پڑھے، تو نماز ہرگز نہ ہوگی، کیونکہ یہ کلام خدا نہیں، بلکہ کلام خدا کا ترجمہ ہوگا۔

علاوہ ازیں قدیم و جدید تمام عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ اناجیل اربعہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تحریر کردہ کوئی بھی انجیل نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے عروج آسمانی سے قبل کسی بھی انجیل کو کسی بھی شکل میں لکھنے کا اہتمام کیا گیا، بلکہ اناجیل اربعہ کو آپ علیہ السلام کے عروج سماوی کے کافی عرصہ بعد۔ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا نے تصنیف کیا اور یہ کتابیں بھی انہی کی طرف منسوب ہیں مثلاً متی کی انجیل یا مرقس کی انجیل وغیرہ۔

لہ ترجمہ "میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی (نازل فرمودہ) کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر" ۱۲ لہ خیال رہے کہ عیسائی حضرات آج تک یہ ثابت کرنے میں ناکام ہیں کہ ان کتابوں کا مترجم کون ہے؟ اور یہ بھی کہ وہ مترجم قابل اعتماد شخص تھا یا ناقابل اعتبار۔ ۱۲



اور یہ اناجیل جو لکھی گئیں، فی الحقیقت اناجیل کے مصنفوں کے اپنے خیالات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پیش آنے والے واقعات و حالات پر مشتمل کتابیں ہیں، جس طرح مسلمان سیرت نگاروں یا مؤرخین کی کتابیں، اس لیے ان اناجیل کو اصل انجیل کا ترجمہ کہنا بھی غلط ہوگا، جس کی دلیل خود ان کتابوں کی عبارات ہیں، مثلاً "لوقا کی انجیل" کا مصنف لوقا اپنی انجیل کے پہلے باب کی آیت ۳ آیات میں تحریر کرتا ہے،

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں، ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے، ان کو ہم تک پہنچایا۔ اس لیے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لیے ترتیب سے لکھوں" (لوقا ۱: ۱ تا ۳)

یوحنا کی انجیل کی آخری آیت میں یوحنا کہتا ہے،

"اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے، اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے، تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں، ان کے لیے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔" (۱: ۲۱ تا ۲۵)

پتہ چلا کہ انجیل انسان کی لکھی ہوئی کتابوں کی کتاب یعنی بک آف سٹوری ہے اور وہ بھی خیر مکمل جیسا کہ یوحنا کے بیان سے عیاں ہے۔

جناب لوقا نے اس جگہ یہ تو دعویٰ کیا کہ میں سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ترتیب سے لکھوں گا، لیکن یہ ظاہر نہ کیا کہ یہ تمام باتیں لوقا تک کس کس کے ذریعے سے پہنچیں۔ ان باتوں کا راوی کون ہے، کیونکہ اگر یہ تمام باتیں خود لوقا کے اپنے علم کے مطابق ہوتیں، تو وہ یہ بات ہرگز نہ کہتا کہ ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے لکھوں گا۔ یہ حال صرف انجیل لوقا کا ہی نہیں بلکہ تمام اناجیل کا یہی حال ہے، بلکہ انجیل یوحنا کے متعلق تو آج تک عیسائیوں میں اختلاف ہے کہ اس انجیل کا اصل مصنف کون ہے؟ پہلے تو دعویٰ کیا جاتا

تھا کہ یوحنا کی انجیل کا مصنف حضرت مسیح علیہ السلام کا شاگردِ خاص یوحنا زبیدی ہے، لیکن جب ہر صاحبِ علم پر یہ بات عیاں ہو گئی کہ یوحنا زبیدی ایک اُن پڑھ اور انتہائی غریب خاندان سے تعلق رکھنے والے حواری تھے، جبکہ اس انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف نہ صرف یہودی خیالات و تصورات کا واقف عالم و فاضل شخص ہے، بلکہ اس کا تعلق بھی کسی صاحبِ رُسخ و اقتدارِ خاندان سے ہے، چنانچہ عیسائی حضرات نے کہا شروع کر دیا کہ یہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ایک اور شاگردِ یوحنا بزرگ کی تصنیف ہے۔ جیسا کہ ایک نامور مسیحی پادری اور صاحبِ تصانیف عیسائی عالم آرچ ڈیکن برکت اللہ مسیح اپنی کتاب ”قداست و اصلیتِ اناجیلِ اربعہ جلد دوم، مطبوعہ پنجاب پبلیشنگس بک سوسائٹی“ میں تحریر کرتے ہیں:

”پس ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ روایت کہ انجیلِ چہارم مقدس یوحنا رسول ابن زبیدی کی تصنیف ہے، صحیح نہیں ہو سکتی۔“

تصورِ اس آگے چل کر برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”حق تو یہ ہے کہ اب علماء اس نظریے کو بے چون و چرا تسلیم کرنے کے لیے

تیار نہیں کہ انجیلِ چہارم کا مصنف مقدس یوحنا ابن زبیدی رسول تھا“ (مذکورہ)

اس کتاب میں پادری برکت اللہ صاحب نے یہ ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کی کہ فی الحقیقت

یہ انجیل یوحنا بزرگ کی تصنیف ہے اور یہ صاحبِ یعنی یوحنا بزرگ ایک نوجوان، توراہ کے عالم اور معتز صدوقی گھرانے کے چشم و چراغ تھے، لیکن ان کا شمار حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں نہیں ہوتا۔ (ملخصاً)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یوحنا بزرگ نامی کوئی صاحبِ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام

لہ اعمال باب ۴ میں ہے: ”جب انہوں نے پطرس اور یوحنا کی دلیری دیکھی اور معلوم کیا کہ یہ ان پڑھ اور ناواقف

آدمی ہیں، تو تعجب کیا“ (۱۳، ۱۴) ظاہر ہے کہ جب حضرت یوحنا ان پڑھ اور ناواقف تھے تو وہ کسی علمی کتاب کے مصنف

کیسے ہو سکتے ہیں۔ ۱۲

کے شاگرد تھے، تو ان کا ذکر باقی تین انجیلوں، رسولوں کے اعمال و خطوط میں کیوں نہیں پایا گیا؟ تفصیلاً تو درکنار کسی ایک جگہ بھی اشارہ تک نہیں ملتا کہ یوحنا نام کے دو شخص تھے، یعنی ایک یوحنا بن زبدي اور دوسرا یوحنا بزرگ جبکہ انجیل میں جہاں کہیں بھی دوہم نام اشخاص کا ذکر ہوا، اُن کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا گیا، مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے شاگردوں میں دو کا نام یعقوب تھا۔ یعنی یعقوب بن زبدي اور یعقوب بن حلفی، اسی طرح یہوداہ نام کے دو شخص تھے ایک یہوداہ بن یعقوب اور دوسرا یہوداہ اسکریوتی۔ یونہی مریم نام کی ایک سے زیادہ عورتوں کا ذکر انجیل میں ہے، لیکن ان کو ایک دوسری سے واضح کیا گیا ہے، مثلاً یوحنا کی انجیل میں ہے:

”اور یسوع کی صلیب کے پاس اس کی ماں، اس کی ماں کی بہن مریم کلو پاس

کی بیوی اور مریم مگدینی کھڑی تھیں۔“ (یوحنا ۱۹: ۲۵)

ملاحظہ فرمائیے کہ ایک مریم کو دوسری مریم سے کس طرح ممتاز کر کے لکھا گیا ہے۔ اس لیے اگر یوحنا بزرگ نامی کوئی صاحب تھے، تو ان کا ذکر یوحنا بن زبدي کے علاوہ کیوں نہ کیا گیا، جبکہ یوحنا کی انجیل کا مصنف دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کا انتہائی چہیتا اور محبوب و بے تکلف شاگرد تھا۔ تعجب پر تعجب کہ انجیل میں معمولی معمولی انسانوں مثلاً مرتضا، لعزوز، حتیٰ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی گدھی تک کا ذکر موجود ہے، مگر محبوب، چہیتے اور بے تکلف شاگرد یوحنا بزرگ کا اشارہ بھی ذکر موجود نہیں۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ دراصل یوحنا بزرگ نام کا کوئی شخص حضرت مسیح علیہ السلام کا نامور حواری تھا ہی نہیں۔ یہ صاحب یوحنا بزرگ یا تو آپ علیہ السلام کے عروج آسمانی کے بعد دین مسیحی میں داخل ہوئے یا پھر کسی دوسرے شخص نے انجیل لکھ کر یوحنا کی طرف منسوب کر دی جیسا کہ کئی قوالک پیرلڈ مطبوعہ ۱۸۴۲ء جلد ۱ ص ۲۰۵ میں لکھا ہے:

”اسٹاولن نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ بلاشک و شبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے۔“

لہ اظہار الحق جلد اول

ان کے ایک اور محقق برٹشینڈر تخریر کرتے ہیں،

» یہ ساری انجیل اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف قطعی نہیں

ہیں، بلکہ کسی شخص نے ان کو دوسری صدی عیسوی میں لکھا ہے،

محترم قارئین کرام! خود اندازہ فرمائیے کہ جس کتاب کا مصنف اس قدر مشتبہ ہو جائے خود اس کی کتاب کی اپنی حقیقت کیا رہ جائے گی، پھر جس مذہب کی بالکل بنیادی کتاب کہ جس پر پورے مذہب کا دار و مدار ہو، اُس کتاب کی یہ حالت ہے تو پھر مذہب کا تو خدا تعالیٰ ہی حافظ ہے۔

## اناجیل اربعہ کی تالیف کا زمانہ

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی طرف نازل فرمودہ انجیل کسی انسان کی تصنیف

نہیں تھی، بلکہ وہ منزل من اللہ کتاب تھی۔ موجودہ چاروں اناجیل چار انسانوں کی تالیف کردہ ہیں۔ بایں ہمہ اگر ان اناجیل اربعہ کو کلام الہی۔ ارشاداتِ مسیحی اور خیالاتِ مؤلف کا ملغوبہ بھی قرار دیا جائے، تو ضروری ہے کہ ہر قول کی سند موجود ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ کلام الہی اقوالِ مسیحی اور خیالاتِ مؤلف ایک دوسرے سے ممتاز کر کے تحریر کیے جائیں اور جہاں بھی حدیثِ عیسیٰ علیہ السلام ہو، وہاں اُس حدیث کے راویوں کا نام بھی موجود ہو۔ ہم اہل اسلام کے نزدیک یہ بات انتہائی ضروری ہے، کیونکہ اس سے سچ اور جھوٹ کا پتہ چل جاتا ہے۔ بطور مثال ایک حدیث پاک نقل کرتا ہوں۔ شامل ترمذی میں ہے،

لے اظہار الحق جلد اول ۱۷۰ مثلاً قرآن پاک کلام خداوندی ہے۔ عربی تفاسیر میں آیاتِ قرآنی کو نمایاں کر کے اور عموماً اعراب کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ بعض اوقات آیاتِ قرآنیہ پر رول دیکر لگا دیا جاتا ہے۔ اس طرح قرآن کریم میں پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے بعض نشانات لگائے گئے ہیں۔ مثلاً التبع، النصف، الثلاثہ، رکوع (ع) وغیرہ مگر ان تمام کو متن کے علاوہ ہر ایک قلم سے ماشیہ پر بھی لکھا جاتا ہے تاکہ کوئی اُسے عبارتِ قرآن نہ سمجھے، یونہی وقف (ٹھہرنے) وغیرہ کے الفاظ ہیں، وہ بھی ہر ایک قلم سے علیحدہ کر کے لکھے جاتے ہیں۔

حدثنا محمود بن غيلان حدثنا  
 حفص بن عمر بن عبد هو  
 الطنافسي حدثنا زهير عن  
 حميد عن انس قال كان  
 خاتم رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم من فضة فضة  
 منه (ما جاء في خاتم رسول الله صلى الله عليه وسلم)  
 ہمیں بتایا محمود بن غیلان نے بتایا حفص بن عمر  
 بن عبید طنافسی نے بتایا زہیر نے کہ اس  
 نے حمید سے اور حمید نے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)  
 سے سنا کہ اُس (حضرت انس) نے کہا کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی  
 انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی  
 (چاندی) اسی کا تھا۔

اندازہ فرمائیے کہ بات تو صرف یہ بتانا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی چاندی کی تھی  
 لیکن محدث علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے یہ بتایا کہ مجھے کس نے بتایا اور اُس نے کس سے سنا اور یہ بات  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کس صحابی نے کہی ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اعدادیث مبارکہ  
 کی تمام کتابوں میں مذکور اسناد میں مندرج تمام افراد کی تاریخ تک بیان کر دی گئی ہے۔ ایک ایک  
 راوی پر مکمل جرح کی گئی۔ اگر کسی بھی راوی میں کوئی نقص بھی پایا، مثلاً وہ کذاب تھا، وہ دھوکہ باز  
 یا اُس میں کوئی بھی عیب شرعی یا دماغی موجود تھا، تو اُس کی حدیث کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا۔  
 اسی طرح اگر کسی بھی راوی کے صحیح حالات کا علم نہ ہو سکا، تو وہ بھی صحیح کے معیار سے گزر گئی اور یہ  
 اہتمام بعض اوقات اقوال صحابہ تک کے لیے کیا گیا۔ بطور مثال ایک روایت ملاحظہ ہو،

ابو حنیفة عن حماد عن  
 ابراهیم عن علقمہ عن عبد اللہ  
 قال من شاء باهلة ان سورة  
 النساء القصوى نزلت بعد  
 العاولی رمسند امام عظم رمة اللہ علیہ  
 ابی حنیفہ نے روایت کیا حماد سے انہوں نے  
 ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے  
 عبد اللہ سے کہ انہوں (عبد اللہ) نے کہا کہ جو چاہے  
 میں اس سے مباہلہ کرتا ہوں کہ چھوٹی سورۃ النساء  
 لمسی سورۃ کے بعد اتری۔

لہ یعنی سورۃ طلاق، لہ یعنی سورۃ البقر

کیا کسی کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امانت و دیانت اور سچائی پر شبہ تھا کہ  
 نے فرمایا کہ میں نے حضرت حماد سے انہوں نے حضرت ابراہیم سے انہوں نے حضرت علقمہ سے اور انہوں  
 نے حضرت عبداللہ کو یہ دعویٰ کرتے ہوئے سنا، فی الحقیقت یہ آنے والے زمانے میں کسی بھی بڑے  
 سے بڑے نقاد اور محقق کے لیے چیلنج ہے کہ جس طرح بھی جی چاہے تحقیق کرے۔ ہماری روایت پر  
 بفضلہ تعالیٰ غلطی ہوگی۔ الحمد للہ تعالیٰ یہ صرف اہل اسلام کی خصوصیت ہے اور اس کی نظیر مذہب  
 مسیحی ہی کیا، مذاہب عالم میں کہیں بھی نہیں ہے۔

انا جیل اربعہ کو جس زمانے میں تالیف کیا گیا، بجائے اس نلکے کہ ہم اُس دور کے بائبل  
 میں اپنی کسی رائے کا اظہار کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہب مسیحی میں بلند پایہ مقام رکھنے  
 والے بائبل کے مشہور مفسر ہورن کا تجزیہ پیش کیا جائے۔

مفسر ہورن نے اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء جلد ۴م قسم دوم باب ۲ میں تحریر کیا،  
 ”ہم کو مورخین کنیسہ کی معرفت انا جیل کی تالیف کے زمانہ کے جو حالات پہنچے  
 ہیں، وہ ناقص اور غیر معین ہیں، جن سے کسی معین چیز تک رسائی نہیں ہو سکتی  
 اور مشائخ متقدمین نے واہیات روایتوں کی تصدیق کی اور ان کو قلمبند کر ڈالا  
 بعد میں آنے والے لوگوں نے ان کی لکھی ہوئی چیزوں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے  
 قبول کر لیا اور یہ سچی جھوٹی روایتیں ایک کاتب سے دوسرے تک پہنچتی رہیں۔  
 مدت مدید گزر جانے کی وجہ سے اب ان کی تنقید اور کھرا کھوٹا معلوم کرنا بھی  
 دشوار ہو گیا۔“ ۱۷

اللہ اکبر! ایک کٹر عیسائی مفسر نے کس قدر صحیح تجزیہ کیا ہے، اب اس پر مزید کسی

۱۷ احادیث مبارکہ کو جمع کرتے وقت کس قدر شدید احتیاط برتی گئی اور محدثین عظام کو کس قدر مشکلات  
 کا سامنا کرنا پڑا۔ خود محدثین تقویٰ و پرہیزگاری کے کتنے بلند مقام پر فائز تھے۔ یہ ناچیز ان چیزوں کا تذکرہ تو کرتا  
 مگر مضمون کی طوالت کے ڈر سے تحریر نہیں کیا گیا۔ ۱۷ اظہار الحق جلد اول، باب اول۔

تصرہ کی ضرورت نہیں۔ ایک متلاشی حق کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ بائبل کے نامور مفسر ہورن کے مذکورہ بالا خیالات غور سے پڑھے۔ اناجیل اربعہ کی حقیقت اُس پر خود بخود عیاں ہو جائے گی اور وہ جان لے گا کہ مسیحی مشائخ و اہیات اور جھوٹی روایات کی نہ صرف تصدیق کرتے تھے، بلکہ اپنے بعد والوں کے لیے اپنی طرف سے تحریر بھی کر دیتے تھے۔

مفسر ہورن اناجیل اربعہ کا سنِ تالیف تحریر کرتے ہوئے اسی کتاب کی اسی جلد میں

لکھتے ہیں:

”پہلی انجیل ۳۷ء یا ۳۸ء یا ۳۹ء یا ۴۰ء یا ۴۱ء یا ۴۲ء

یا ۴۳ء یا ۴۴ء میں تالیف کی گئی۔ دوسری انجیل ۵۶ء یا اُس کے بعد

۶۵ء تک کسی وقت میں اور غالب یہ ہے کہ ۶۰ء یا ۶۳ء میں تالیف

ہوئی۔ تیسری انجیل ۵۲ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں تالیف کی گئی۔ چوتھی انجیل

۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۷۱ء یا ۷۲ء میں تالیف ہوئی۔“

مذہبِ مسیحی کے نامور اور مشہور مفسر ہورن یہ ثابت نہیں کر سکے کہ انجیل کی تالیف کا

صحیح سنہ کونسا ہے، بلکہ تخمینہ سے بتایا کہ فلاں سنہ میں یا فلاں سنہ میں انجیل تالیف

ہوئی اور یہ اختلاف دو چار سال کا نہیں، بلکہ بعض میں کئی کئی سال کا فرق ہے، مثلاً پہلی انجیل

۳۷ء سے ۴۴ء تک یعنی ستائیس سال کا اختلاف ہے اور آخری انجیل ۶۸ء سے

۹۱ء تک یعنی تیس سال کا اختلاف ہے۔ چند سالوں کا اختلاف تو ممکن ہے اور یہ کوئی بڑی

بات نہیں، لیکن ۲۷ یا ۳۰ سال کا اختلاف تو بجائے خود اعتماد کو مجروح کر دیتا ہے۔

علاوہ ازیں عباراتِ اناجیل اربعہ میں اس قدر اختلافات موجود ہیں کہ کلامِ خدا تو کہا کسی

لے اس وقت اس بندہ مسکین شہدۃ اللہ تعالیٰ علی طریق الحق و البیقین کے سامنے اختلافات و تضاداتِ اغلاطِ بائبل وغیرہ

(عہد نامہ قدیم و جدید) کا اس قدر انبار ہے کہ حیران ہوں کہ کسے لکھوں اور کسے چھوڑوں۔ اگر تمام تفصیل کو درج کرنا

ہوں تو اس کے لیے کئی سو صفحات درکار ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ جل شانہ کو منظور ہوا تو ممکن ہے کہ اس موضوع پر کوئی

مستقل کتاب لکھوں، لیکن اس جگہ انتہائی اختصار سے چند ایک حوالے درج کیے جاتے ہیں۔ ۱۲

ثقہ عالم یا معتبر مورخ کے کلام میں بھی اس قدر تضاد ممکن نہیں۔ بطور مثال ملاحظہ ہو۔  
حضرت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام عیسائیوں کے نزدیک ایک معزز ترین ہیں۔  
عیسائی کبھی ان کو خدا اور کبھی خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ افسوس کہ انجیل نے ان کے نسب  
میں بھی شدید اختلاف کیا ہے۔

متی کی انجیل میں جو آپ علیہ السلام کا نسب نامہ درج ہے، وہ آسان ترین الفاظ  
میں یوں ہے،

”یسوع ابن داؤد، ابن ابراہام کا نسب نامہ“ (متی کی انجیل باب ۱: ۱۱)  
”ابراہام سے اضحاق پیدا ہوا۔ اضحاق سے یعقوب، اُس سے یہودا اُس سے  
فارض اور زارخ تھر سے پیدا ہوئے۔ فارض سے حصرون، اس کے بچے رام، اس سے  
عمتیاب اس سے نحسون اُس سے سلکون اُس سے بو عزرا حب سے پیدا ہوا۔  
بو عزرا سے عوبید روت سے پیدا ہوا۔ عوبید سے لیتی اور اس سے داؤد بادشاہ  
پیدا ہوا۔ داؤد سے سلیمان، اُس عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی پھر  
سلیمان سے رجبام اس سے ابیاہ، اس سے آسا اس سے یہوسفط اس سے  
یورام اس سے عزریاہ اس سے یونام اس سے آخرا اس سے حزقیاہ اس سے منشی

۱۔ انجیل میں ہے کہ یعقوب سے یہودا اور اس کے بھائی پیدا ہوئے۔ ۱۲۔

۱۳۔ بائبل میں ہے کہ تھر، یہودا کی بیوی تھی، یہودا نے اس سے بدکاری کی تو یہ فارض اور زارخ پیدا ہوئے (پیدائش باب ۱۱)  
۱۴۔ بائبل نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انتہائی برگزیدہ بندوں انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بعض پر بدترین اور  
گھناؤنے الزام لگاتے جن کا تفصیلی ذکر تو اپنی جگہ پر آئے گا، ان الزامات میں سے ایک الزام حضرت داؤد علیہ السلام  
پر بھی ہے۔ وہ اجمالاً یہ کہ ایک دن داؤد علیہ السلام نے اپنے خادم اوریاہ کی بیوی کو ننگے غسل کرتے ہوئے دیکھ  
لیا تو اس عورت کو بلا کر اس سے (معاذ اللہ نقل کفر، کفر نہ باشد) بدکاری کی۔ پھر اوریاہ کو دھوکے سے ہلاک  
کر کے اس عورت سے شادی رچالی اور یہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی والدہ بنی (معاذ اللہ تعالیٰ)



اس سے امون اس سے یوسیا اس سے کیونیاہ اس سے سیالتی ایل اس سے  
 زر بابل، اس سے ابیہود اس سے الیا قیم اس سے عازور اس سے صدق اس سے  
 اخیم اس سے الیہود، اس سے الیعزر اس سے قتان اس سے یعقوب اس سے  
 یوسف پیدا ہوا۔ یہ اُس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا  
 ہے (خلاصہ آیات اتنا ۱۶، باب ۱)

لوقا کی انجیل باب ۳ میں یہ نسب نامہ یوں درج ہے:

”جب یسوع خود تعلیم دینے لگا، قریباً تیس برس کا تھا اور جیسا کہ سمجھا  
 جاتا تھا، وہ یوسف کا بیٹا تھا اور وہ عیسیٰ کا اور وہ متات کا اور وہ لاوی کا اور  
 وہ ملکی کا اور مینا کا اور وہ یوسف کا اور وہ مشتیاہ کا اور وہ عاموس کا اور وہ ناہوم  
 کا اور وہ ارسلیاہ کا اور وہ نوگہ کا اور وہ ماعت کا اور وہ مشتیاہ اور وہ شمعی کا  
 اور وہ یوسیح کا اور وہ یوداہ کا اور وہ یوحنا کا اور وہ رسیاہ کا اور وہ زر بابل کا  
 اور وہ سیالتی ایل کا اور وہ نیری کا اور وہ ملکی کا اور وہ آدی کا اور وہ قوسام کا  
 اور وہ المودام کا اور وہ عمیر کا اور وہ یسوع کا اور الیعزر کا اور وہ یوریم کا اور وہ  
 متات کا اور وہ لاوی کا اور وہ شمعون کا اور وہ یہوداہ کا اور وہ یوسف کا اور وہ یونان کا  
 اور وہ الیا قیم کا اور وہ طے آہ کا اور وہ مناہ کا اور مشتیاہ کا اور وہ ناتن کا اور وہ  
 داؤد کا اور وہ لیتی کا اور وہ عوبید کا اور وہ بو عزرا کا اور وہ سلمون کا اور وہ تخسون کا  
 اور وہ عمیناب کا اور وہ آرنی کا اور وہ حسرون کا اور وہ فارض کا اور وہ یہوداہ اور وہ  
 یعقوب کا اور وہ اشحاق کا اور وہ ابرام کا اور وہ ثارہ کا اور وہ نخور کا اور وہ سرج کا اور  
 وہ حمو کا اور وہ فلح کا اور وہ عبیکا اور وہ سلح کا اور وہ قینان کا اور وہ ارفسگد کا اور وہ ہم کا  
 اور وہ نوح کا اور وہ لک کا اور وہ متوسلح کا اور وہ حنوک کا اور وہ یارد کا اور وہ مہل ایل  
 کا اور وہ قینان کا اور وہ انوس کا اور وہ سمیت کا اور وہ آدم کا اور وہ خدا کا (بیٹا تھا)

۱۶ خداوند کی تعداد تین سے بھی بڑھ گئی۔ اگر مسیح بیٹا اور خدا ہے تو آدم بھی ہونا چاہیے۔ ۳: ۲۳ تا ۲۸

یا للعب ۱۲

# حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

## نسب میں بائبل کے اختلافات اور غلطیاں

- (۱) سب سے اول تو قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہ نسب نامہ جسے بائبل نے یسوع مسیح کا نسب نامہ کہا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے یا حضرت مریم کے منگیتر یوسف نجار کا؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام حضرت مریم کے بیٹے تھے کہ (معاذ اللہ) یوسف نجار کے اور عیسائی تو اپنے زعمِ باطل میں اُن کو خدا کا بیٹا تصور کیے بیٹھے ہیں (معاذ اللہ) ان تمام باتوں میں حق کیا ہے؟
- (۲) جب یہ واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تو یوسف نجار کے نسب نامہ کو حضرت مسیح کا نسب نامہ قرار دینا سخت غلطی اور بعض نابکار یہودیوں کی اس بکواس کی تصدیق کرنا ہے کہ مسیح یوسف نجار کے بیٹے تھے جو بغیر نکاح کے پیدا ہوئے، معاذ اللہ!
- (۳) جب حضرت مریم طیبہ طاہرہ کی پاک دامنی بذلائلِ قاہرہ ثابت و واضح ہے تو حضرت مریم کے نسب نامہ کو حضرت مسیح کا نسب نامہ قرار دینا چاہیے نہ کہ یوسف کے نسب نامہ کو، اور خود انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مریم حضرت ہارون برادرِ موسیٰ علیہما السلام کی اولاد سے تھیں۔
- (۴) توراہ کی کتاب گنتی باب ۳۶ میں ہے کہ "سو صلاخا کی بیٹیوں کے حق میں خداوند کا حکم یہ ہے کہ وہ جن کو پسند کریں، اُن ہی سے بیاہ کریں، لیکن اپنے باپ دادا کے قبیلہ ہی کے

لے لوقا کی انجیل میں ہے: "یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں ایتیاہ کے فرقی میں سے زکریاہ نام کا ایک کاہن تھا، اُس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی اور اس کا نام ایثیع تھا، (لوقا ۱: ۵) اور یہ بات مسیحی اور غیر مسیحی حضرات کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ حضرت مریم حضرت زکریاہ کی بیوی کی انتہائی قریبی رشتہ دار تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مریم بھی اولاد ہارون علیہ السلام سے تھیں۔ ۱۲

خانہ انوں میں بیاہی جائیں (۳۶: ۶)

یہ بات ناممکن ہے کہ حضرت ذکر یار نے تورات پر عمل نہ کیا ہو، اس لیے ظاہر ہے کہ حضرت مریم کی منگنی بھی اُن کے باپ دادا کے قبیلہ کے کسی فرد ہی سے کی گئی ہوگی، لہذا مذکورہ دلیل سے ثابت ہوا کہ یوسف نجار کا نسب حضرت ہارون علیہ السلام سے ملتا ہے۔ لوقا اور متی دونوں کے تحریر کردہ نسب نامے محض ذہنی اختراع اور گھڑے ہوتے ہیں جو کہ سچی نہیں۔

(۵) انجیل متی اور انجیل لوقا سے نقل کردہ نسب ناموں کو غور سے پڑھیں۔ آپ کو بہت سی جگہ پر سخت تضاد نظر آئے گا۔ چند ایک کی طرف ہم اشارہ بھی کیے دیتے ہیں،

(ا) متی کی انجیل میں ہے کہ حضرت مریم کے (مزعومہ) شوہر یوسف کے والد کا نام یعقوب تھا، جبکہ دادا کا نام متان، پردادا کا نام الیعزر اور اس کے باپ کا نام الیہود تھا۔ . . . . الخ . . . . . اس کے برعکس لوقا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مریم کے (مزعومہ) شوہر یوسف کے باپ کا نام عسی، دادا کا نام متات، پردادا کا نام لافی تھا اور اس کے باپ کا نام ملکی تھا۔ . . . . الخ . . . . .

(ب) متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام حضرت سلیمان بن داؤد کی اولاد میں سے ہیں، جبکہ لوقا کی انجیل سے ثابت ہے کہ وہ ناتن بن داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

(ج) لوقا کی انجیل سے ثابت ہے کہ سیالتی ایل کے باپ کا نام نیری اور دادا کا نام ملکی تھا جبکہ متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سیالتی ایل کے باپ کا نام کیونیاہ اور دادا کا نام یوسیاہ تھا۔

(د) انجیل متی کا کہنا ہے کہ زربابل کے بیٹے کا نام ابیہود تھا، جبکہ لوقا کا دعویٰ ہے کہ زربابل کے بیٹے کا نام ریسا تھا اور یہ اختلاف زربابل کے پوتوں پڑپوتوں کے ناموں میں بھی ہے (نسب

کی عبارات ملاحظہ فرمائیں) عیسائیوں کے عہد نامہ کی قدیم کتاب تواریح "لوقا اور متی دونوں کے بیان کو جھٹلاتی ہے اور ثابت کرتی ہے کہ زربابل کے بیٹوں میں ابیہود یا ریسا نام کا کوئی لڑکا نہ تھا۔

یہ گنتی باب ۳۶ میں اس قانون کی کافی وضاحت درج کی گئی ہے، اُس کا صرف ایک جز اس جگہ نقل کیا گیا ہے۔

”اور زبابل کے بیٹے یہ ہیں، مسلام اور خانیہ اور سلومیت ان کی بہن

تھی ۵ اور حسوبہ اور اہل اور برکیاہ اور حسدیاہ اور یوسجدیہ پانچ ۶

(تواریخ اول ۳: ۱۹، ۲۰)

محترم قارئین! یہ ہم نے محض چند ایک اختلافات کی طرف اشارہ کیا ہے، آپ خود نہ صرف ناموں کی عبارات میں غور فرمائیں، تو اس قسم کا اختلاف آپ کو بہت سی جگہوں پر ملے گا اور اسی طرح پشت در پشت افراد کی تعداد بھی کم و بیش ہوگی اور پھر بنظر انصاف فرمائیے کہ اس قدر متناقض، متعارض اور متضاد کلام بھلا خدائے بزرگ و برتر جل شانہ کا کلام ہو سکتا ہے؟ لامحالہ آپ مذکورہ عبارات ایک کو حق اور دوسری کو باطل خیالی کریں گے تو بتائیے کیا باطل کلام بھی کلام خدا ہو سکتا ہے؟

اگر کہا جائے کہ لوقا اور متی نے یسوع سے سنا تو تھا، مگر ان کو صحیح یاد نہ رہا تو فرمایا کہ وہ مہستی جسے عیسائی بزرگم خود خدا سمجھے بیٹھے ہیں، جب اُس کے نسب میں اس قدر لاپرواہی ہو گئی ہے، تو باقی مسائل و واقعات کی کیا حالت ہوگی؟ حق یہ ہے کہ یہ سب یار لوگوں کی گھڑی ہوئی کہانیاں اور قصے ہیں۔ یہ اُس انجیل کی عبارت نہیں جسے خدائے لم یزل نے اپنے برگزیدہ بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔

اسی اختلاف کے پیش نظر بائبل کے نامور مسیحی مفسر آدم کلارک انجیل لوقا کے باب ۳

کی شرح میں اقرار کرتا ہے،

”نسب کے اوراق یہودیوں کے پاس بہترین طریقہ پر محفوظ تھے اور ہر شخص

شخص جانتا ہے کہ متی اور لوقا نے خدا کے نسب بیان کرنے میں ایسا شدید اختلاف

کیا ہے جس میں منتقدین اور متاخرین سب ہی حیران ہیں اور غلطاں و پچاں ہیں“

(آدم کلارک جلد ۵ صفحہ ۱۰۷)

۱۰ بحوالہ اظہار الحق جلد اول، باب اول

اس حیران کن اعتراف کے بعد مسیحی مفسر آدم کلارک اظہارِ امید کرتے ہیں،  
 "لیکن جس طرح مولا کے حق میں دوسرے مقامات پر بہت سے اعتراضات  
 ہوئے، مگر کچھ عرصہ بعد یہی اعتراضات اس کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے۔ اسی  
 طرح یہ اعتراض بھی جب بادل چھٹ جائے گا، تو مصنف کے حق میں حاجی اور  
 ناصر بنے گا اور زمانہ ایسا ضرور کرے گا۔" (مذکورہ)

مفسر مذکور علوم عقلیہ اور نقلیہ میں مہارت رکھنے کے باوجود اس شدید اختلاف  
 کی کوئی واضح توضیح پیش نہ کر سکے۔ محض ریت کی ایک دیوار کا سہارا لیا کہ آئندہ زمانے میں  
 سب خود بخود بٹھیک ہو جائے گا۔ مگر حضرت مفسر یہ نہ جان سکے کہ ان کی حیرانی اور سردانی  
 کی آندھی کے تیز جھکڑان کی ریت کی اس دیوار کو پیوند زمین کر چکے ہیں اور مفسر صاحب کا  
 یہ خیال نہ تو آج تک پورا ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک پورا نہ ہو سکے گا۔

اناجیل کے یہ اختلافات محض مسیح علیہ السلام کے نسب تک ہی محدود نہیں بلکہ پیدائش  
 کے بعد یرشلیم میں ٹھہرنے کی مدت میں اختلاف ہیرودوس کی دشمنی میں اختلاف حضرت عیسیٰ کے  
 مسیح موعود ہونے میں اختلاف یوحنا علیہ السلام کے ایلیا ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف حضرت  
 مسیح علیہ السلام کو پیش آنے والے واقعات مثلاً عطر ڈالنا، عید فصح اور عشاء ربانی وغیرہ  
 میں اختلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات میں اختلاف مثلاً متی کی انجیل باب ۲۱:۱۵  
 میں ہے کہ یسوع نے گلیل کی حصیل کے کنارے پہاڑ پر چڑھ کر ایک بہت بڑے مجمع جو کہ اندھوں،  
 بہروں، گونگوں اور اپاہجوں پر مشتمل تھا، سب کو شفا دی، جبکہ مرقس کی انجیل باب ۳:۱۱  
 میں ہے کہ وہاں پر یعنی حصیل کے کنارے صرف اور صرف ایک شخص کو جو کہ بہرا اور سہلانا تھا  
 شفا دی۔ اس قسم کے بہت سے اختلافات یوں ہی حضرت مسیح علیہ السلام کی گرفتاری اور  
 نشان دہی میں اختلاف صلیب دیئے جانے میں اختلاف و زعم نصاریٰ، ساختہ صلیب

۱۲ اصل عبارت مذکورہ اناجیل میں ملاحظہ ہو۔

پانے والے دو افراد کے ڈاکو ہونے نہ ہونے میں اختلاف صلیب اٹھا کر مسیح لے گئے تھے یا کوئی اور اس میں اختلاف مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے میں اختلاف حواریوں کے ایمان لانے کے واقعہ میں ان کے صحیح ناموں میں اور اسی قسم کے دوسرے بہت سے واقعات و بیانات میں اس قدر شدید اور ناقابل تردید اختلاف موجود ہے کہ اس انجیل کو الہامی کتاب کہنا لفظ "الہام خداوندی" کی توہین ہے۔

## عہد نامہ قدیم کی کتب

عہد نامہ قدیم کی کتب یعنی توراہ - زبور اور صحائف انبیاء کی موجودہ حالت اناجیل اربعہ سے بھی ابتر ہے۔ موجودہ زمانے کی یہ کتابیں، جھوٹی پیشین گوئیوں، جھوٹے واقعات اور من گھڑت افسانوں سے بھری پڑی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایل شادہ کی طرف سے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کی طرف نازل فرمودہ کتب و صحائف میں یہودیوں نے اس قدر تحریف کر ڈالی کہ حق و باطل کا امتیاز جاتا رہا۔ ہم ان کتب و صحائف کے متعلق اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے جو جملہ یا حصہ (مفہوم کے لحاظ سے) منزل من اللہ ہے ہمارا اُس پر ایمان ہے اور جو ذہن کی تخریب کاری ہے۔ ہم اُس کا انکار کرتے اور یہ بات ہمارے مسیحی بھائی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی مخالفت کی وجہ سے ان کتب میں تحریف کی ہے، بلکہ بعض حضرات نے زندہ دلی سے کام لیتے ہوئے اس سے بھی زیادہ تحریف کا اصرار کیا ہے۔

مشہور عیسائی مفسر ہورن اپنی تفسیر صلیب مطبوعہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۱۳۱ پر تحریر کرتا ہے:

۱۔ پانچ کتابوں کے مجموعہ کا نام توراہ ہے۔ ان کتابوں کے نام یہ ہیں (۱) سفر تکوین (۲) سفر خروج (۳) سفر اہل ابرہ (۴) سفر عدد (۵) سفر استشارہ۔ اُردو میں ان کے نام یہ ہیں (۱) پیدائش (۲) خروج (۳) اہل ابرہ (۴) گنتی (۵) اہل ابرہ۔ ۱۵۔ انعمات پر مشتمل مجموعے کا نام زبور ہے۔ ان میں ۳۳ کتابیں جو جمہور عیسائیوں کے نزدیک متفق اور کتابیں اختلافی ہیں۔ ۱۲۔

”اگر ہم یہ مان لیں کہ پیغمبروں کی بعض کتابیں معدوم ہو چکی ہیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ کتابیں الہام سے لکھی ہی نہیں گئی تھیں۔ آگسٹائن نے قوی دلائل سے یہ بات ثابت کر دی ہے اور کہا ہے کہ میں نے بہت سی چیزوں کا ذکر سلاطین یہود اور اسرائیل کی کتابوں میں پایا ہے، مگر ان کی وضاحت ان کتابوں میں نہیں ملی، بلکہ ان کی توضیح کا حوالہ دوسرے پیغمبروں کی کتابوں پر دیا گیا ہے، اور بعض مقامات پر ان پیغمبروں کے نام بھی ذکر کیے گئے ہیں اور یہ کتابیں اس قانون میں جس کو خدائی کلیسا واجب التسلیم مانتا ہے موجود نہیں ہیں اور وہ اس کا سبب بھی بیان نہیں کر سکا۔“ (اظہار الحق جلد اول)

تخریف بائبل کے مذکورہ بالا دعویٰ کے حق میں چند ایک مزید حوالے نقل کرتے

ہیں، ملاحظہ فرمائیں،

حوالہ (۱) بائبل مقدس کی کتاب تواریخ ۲، شائع کردہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۸۵ء باب ۳۶ میں ہے،

”یہو یاکین آٹھ برس کا تھا، جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اُس نے

تین مہینے دس دن یروشلم میں سلطنت کی اور اُس نے وہی کیا جو خداوند

کی نظر میں بُرا تھا“ (۹: ۳۶)

مذکورہ سوسائٹی کی شائع کردہ کتاب سلاطین ۲، باب ۲۴ میں ہے،

”اور یہو یاکین جب سلطنت کرنے لگا، تو اٹھارہ برس کا تھا اور یروشلم میں

اُس نے تین مہینے سلطنت کی۔“ (۸: ۲۴)

بائبل مقدس کی ان دونوں (بزرگ نصاریٰ) الہامی کتابوں تواریخ و سلاطین کی

صرف اس عبارت میں دو اختلاف موجود ہیں، یعنی احسان حکومت ہاتھ میں لیتے وقت یہو یا

کین کی عمر اور مدت سلطنت۔ چلو ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ مدت سلطنت میں ۱۰ ایوم کا فرق کوئی اتنا

زیادہ نہیں (حالانکہ یہ بھی تحریف ہے اور الہام میں ایسی غلطی نہیں ہوتی) مگر آٹھ اور اٹھارہ میں تو دس سال کا فرق ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نامور عیسائی مفسر آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں سلاطین کی مذکورہ بالا آیت کے تحت یہ کہنے پر مجبور ہو گیا، کتاب تواریخ ثانی کے باب ۳۶، آیت ۷ میں لفظ آٹھ استعمال ہوا ہے جو یقیناً غلط ہے، اس لیے کہ اس کی حکومت صرف تین ماہ رہی، پھر قید ہو کر بابل چلا گیا اور قید خانہ میں اس کے ساتھ اس کی بیویاں بھی تھیں۔ اب غالب یہی ہے کہ آٹھ یا نو برس کے بچے کی بیویاں نہیں ہو سکتیں، اس قدر کم عمر بچہ کی نسبت یہ کہنا بھی دشوار ہے کہ اس نے وہ فعل کیا ہے جو خدا کے نزدیک قبیح ہو، لہذا کتاب کا یہ مقام تحریف شدہ ہے۔

(تفسیر آدم کلارک جلد ۲)

اللہ اکبر! مدعی لاکھ پہ پھارنی ہے گو اہی تیسری

ملاحظہ فرمائیے کہ معتبر عیسائی مفسر تسلیم کر رہے ہیں: کتاب کا یہ مقام تحریف شدہ ہے۔

حوالہ (۲) کتاب یسعیاہ (علیہ السلام) باب ۶۴ میں ہے،

”کیونکہ ابتداء ہی سے نہ کسی نے سنا نہ کسی کے کان تک پہنچا اور نہ آنکھوں نے

تیرے سوا ایسے خدا کو دیکھا جو اپنے انتظار کرنے والے کے لیے کچھ کر دکھائے“ (یسعیاہ ۶۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خود ساختہ جواری پولس نے کئی تصنیفوں کے نام خط میں مذکورہ

آیت کو یوں لکھا،

”بلکہ جیسا لکھا ہے، ویسا ہی ہوا کہ جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے

سنیں اور نہ آدمی کے دل میں آئیں۔ وہ سب خدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے

لیے تیار کر دیں۔“ (۱۔ کئی تصنیفوں ۹۱۲)

ان دونوں عبارات کو غور سے پڑھیں۔ پتہ چلے گا کہ صرف الفاظ میں ہی تحریف نہیں کی بلکہ

مفہوم تک بدل دیا ہے۔ یسعیاہ نبی کی کتاب سے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو کسی نے نہیں دیکھا



کہ پولس صاحب لکھ رہے ہیں کہ ان چیزوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو خدا نے تیار کر رکھا ہے۔  
ان خالق اور کہاں مخلوق؟

مسیحی مفسر ہنری واسکاٹ اس آیت کے ضمن میں رقم طراز ہیں،

”بہترین رائے یہی ہے کہ عبرانی نقل میں تحریف کی گئی ہے۔“

اور آدم کلاک کئی اقوال نقل کر کے اُن پر بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں،

”میں حیران ہوں کہ ان مشکلات میں سوائے اس کے اور کیا کروں کہ ناظرین کو دو

باتوں میں سے ایک کا اختیار دوں کہ خواہ یہ مان لیں کہ اس موقع پر یہودیوں نے عبرانی متن

اور یونانی ترجمہ میں ارادۂ تحریف کی ہے جیسا کہ نقل کیے جانے والے دوسرے مقامات

میں تحریف کا قوی احتمال ہے (اوون کی کتاب از فصل ۶ تا ۹ بلحاظ یونانی ترجمہ ملاحظہ

ہو) یا یہ مان لیا جائے کہ پولس نے اس کتاب سے نقل نہیں کیا، بلکہ کسی ایک یا

کئی جعلی کتابوں مثلاً کتاب معراج یسعیاہ علیہ السلام اور مشاہدات ایلیا سے جن

میں یہ فقرہ موجود ہے، نقل کیا ہو، کیونکہ کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ سواری نے جعلی،

کتابوں سے نقل کیا ہے۔ غالباً عام لوگ پہلے احتمال کو آسانی سے قبول کرنے کے

لیے تیار نہیں ہوں گے اس لیے ہم ناظرین کی اطلاع کے لیے ہوشیار کرنا ضروری سمجھتے ہیں

کہ مجیروم نے احتمال کو الحاد اور بددینی سے زیادہ بدتر قرار دیا۔“ (اظہار الحق)

مسیحی مفسر آدم کلاک کے کسی بھی احتمال کو اپنا لیجئے۔ مذہب مسیحیت کی بنیاد بہر حال

متزلزل ہو ہی جاتی ہے۔

حوالہ (۳) زبور میں ہے،

”قربانی اور نذر کو تو پسند نہیں کرتا، تو نے میرے کان کھول دیئے ہیں، سوختنی

قربانی اور خطا کی قربانی تو نے طلب نہیں کی۔ تب میں نے کہا دیکھ! میں آیا ہوں کتاب

کے طومار میں میری بابت لکھا ہے، اے میرے خدا میری خوشی تیری مرضی پوری کرنے

میں ہے، بلکہ تیری شریعت میرے دل میں ہے۔“ (زبور ۴۰: ۶، ۷)

زبور کی ان آیات کو پولس نے عبرانیوں کے نام خط میں یوں نقل کیا:

”تو نے قربانی اور نذر کو پسند نہ کیا، بلکہ میرے لیے ایک بدن تیار کیا۔“

پوری سوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں سے تو خوش نہ ہوا۔ اُس وقت میں نے کہا کہ دیکھ! میں آیا ہوں (کتاب کے درقوں میں میری نسبت لکھا ہوا ہے) تاکہ

اے خدا! میں تیری مرضی پوری کروں۔ (عبرانیوں ۱۰: ۵، ۶، ۷)

خط کشیدہ عبارات کو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر اختلاف ہے۔ اب یا تو یہ تسلیم کرنا ہے

کہ پوائنٹس نے جب یہ الفاظ نقل کیے تو زبور میں ان کی عبارت وہی تھی جو اُس نے خط میں نقل

کی ہے، اس کے بعد زبور میں تحریف ہوئی اور عبارت بدل گئی۔ بصورت دیگر یہ ماننا پڑے

کہ زبور کی اصل عبارت تو وہی ہے جو کہ زبور میں موجود ہے البتہ پوائنٹس نے نقل کرنے میں تحریف

کام لیا اور عبارت بدل گئی۔ بہر حال تحریف کا انکار ناممکن ہے۔

حوالہ: (۴) کتاب تواریخ ثانی باب ۲۲ میں ہے:

”اخزیاہ بیالیس برس کا تھا، جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اُس نے

یروشلیم میں ایک برس سلطنت کی، اُس کی ماں کا نام عتلیاہ تھا جو عمری کی بیٹی تھی“

(۲ تواریخ ۲۲: ۲۰)

جبکہ سلاطین ثانی باب ۸ میں ہے:

”اخزباہ بائیس برس کا تھا، جب وہ سلطنت کرنے لگا اور اُس نے

یروشلیم میں ایک برس سلطنت کی، اس کی ماں کا نام عتلیاہ تھا جو شاہ اسرائیل

عمری کی بیٹی تھی“ (۲۶: ۸)

خط کشیدہ الفاظ میں اختلاف و تحریف کے ساتھ ایک دلچسپ بات ملاحظہ

فرمائیے کہ تواریخ ثانی باب ۲۱، آیت ۵ میں اخزباہ کے باپ یہورام کے متعلق ہے:

”مہورام جب سلطنت کرنے لگا، تو بتیس برس کا تھا اور اُس نے آٹھ برس

یروشلم میں سلطنت کی۔“ (۲۱ : ۵)

تھوڑا سا آگے چل کر اسی باب کی آیت ۲ میں ہے :

”وہ بتیس برس کا تھا، جب سلطنت کرنے لگا اور اُس نے آٹھ برس

یروشلم میں سلطنت کی اور وہ بغیر ماتم کے رخصت ہوا اور انہوں نے داؤد کے

شہر میں دفن کیا، پر شاہی قبروں میں نہیں، اور یروشلم کے باشندوں نے

اُس کے سب سے چھوٹے بیٹے اخزیاہ کو اُس کی جگہ بادشاہ بنایا۔“

(تواریخ باب ۲۱ و ۲۲)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ دلچسپ نتیجہ نکلا کہ مہورام نے سلطنت شروع کی تو وہ <sup>۲۲</sup>بتیس

برس کا تھا، آٹھ سال حکومت کی اور چالیس سال کی عمر میں مر گیا۔ اس کی موت کے فوراً بعد

اس کا سب سے چھوٹا بیٹا اخزیاہ تخت نشین ہوا اور اس وقت اخزیاہ کی عمر <sup>۴۲</sup>بیس برس

تھی۔ سبحان اللہ! کیا کہنے تخریف کے باپ کی عمر چالیس سال اور بیٹے کی <sup>۴۲</sup>بیس سال

یعنی باپ کی پیدائش سے دو سال پہلے سب سے چھوٹا بیٹا پیدا ہوا۔ سوچیے بڑا بیٹا کتنا عمر

پہلے پیدا ہوا ہوگا۔

حوالہ (۱۵) کتاب سموئیل ثانی میں ہے :

”اس کے بعد خداوند کا غصہ اسرائیل پر پھر بھڑکا اور اُس نے داؤد

کے دل کو ان کے خلاف یہ کہہ کر ابھارا کہ جا کر اسرائیل اور یہودا کو گنہگار (۱ : ۲۴)۔

کتاب تواریخ اول باب ۲۱ میں یہ واقعہ یوں درج ہے :

لے عیسائی علماء اپنی تفاسیر میں اس غلطی کے ضمن میں کہتے ہیں کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ حیاتی کی بات

ہے کہ اس غلطی کو آج تک ٹھیک کیوں نہیں کیا گیا، جبکہ ۱۹۵۸ء میں چھپی ہوئی بائبل اور ۱۹۸۵ء کی بائبل

میں ایک ہی عبارت ہے۔ پھر کیا جانے کہاں کہاں مزید غلطیاں ہیں جو تاحال موجود ہیں - ۱۲

”اور شیطان نے اسرائیل کے خلاف اٹھ کر داؤد کو ابھارا کہ اسرائیل کا

شمار کرے ﴿۱:۲۱﴾

کیا مسیحی حضرات یہ بتا سکتے ہیں کہ یہاں تخریف ہوئی یا خداوند کو معاذ اللہ شیطان یا پھر شیطان کو معاذ اللہ خداوند کہا گیا ہے، جو بات آسان ہو، وہ تسلیم کر لی جائے۔

حوالہ: (۶) حضرت داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی جو گنتی کروائی اُس کی تفصیل

کتاب تواریخ اول میں یوں ہے:

”اور یُوآب نے لوگوں کے شمار کی میزان داؤد کو بتائی اور سب اسرائیلی

گیارہ لاکھ شمشیر زن مرد اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن مرد تھے، لیکن

اُس نے لاوی اور بنیمین کا شمار اُن کے ساتھ نہیں کیا تھا۔“ (تواریخ اول ۲۱:۲۵)

سموئیل ثانی میں یہ تفصیل یوں درج ہے:

”اور یُوآب نے مردم شماری کی تعداد بادشاہ کو دی، سو اسرائیل میں آٹھ لاکھ

بہادر مرد نکلے جو شمشیر زن تھے اور یہوداہ کے مرد پانچ لاکھ تھے“ (سموئیل ثانی ۲۴:۹)

یہ دونوں کتابیں الہامی اور تالیفِ انبیاء میں سے تسلیم کی جاتی ہیں، مگر ان کا اختلاف

ملاحظہ ہو، یقیناً ان دونوں میں سے کسی ایک کا بیان غلط ہے۔ اس ضمن میں مسیحی مفسر جناب

آدم کلارک اپنی تفسیر میں سموئیل کی زیر بحث آیت کے متعلق رقم طراز ہے:

”دونوں عبارتوں کا صحیح ہونا ناممکن ہے۔ ا غلب یہی ہے کہ پہلی صحیح ہے۔“

نیز عہدِ عتیق کی تاریخی کتابوں میں دوسرے مقامات کے لحاظ سے ہجرتِ تخریفات

پائی جاتی ہے اور ان میں تطبیق کی کوشش کرنا محض بے سود ہے اور بہتر یہی

ہے کہ اس بات کو شروع ہی میں مان لیا جائے، جس کے انکار کی گنجائش نہ ہو

عہدِ عتیق کے مصنفین اگرچہ صاحبِ الہام تھے، مگر ان سے نقل کرنے والے

لوگ ایسے نہ تھے۔“

ملاحظہ فرمائیے مسیحی مفسر نے نہ صرف تحریف کو تسلیم کیا ہے، بلکہ مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ انکار کی گنجائش نہیں۔

حوالہ: (۷) کتاب سموئیل ثانی میں داؤد علیہ السلام کی ارامیوں سے جنگ کے سلسلہ

میں تحریر ہے:

”اور ارامی اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگے اور داؤد نے ارامیوں کے

سات سو رتھوں کے آدمی اور چالیس ہزار سوار قتل کر ڈالے اور ان کی فوج

کے سردار سو بک کو ایسا مارا کہ وہ وہیں مر گیا۔ (سموئیل ثانی ۱۰: ۱۸)

یہی جنگ کتاب تواریخ اول میں یوں درج ہے:

”اور ارامی اسرائیل کے سامنے سے بھاگے اور داؤد نے ارامیوں کے

سات ہزار رتھوں کے سواروں اور چالیس ہزار پیادوں کو مارا اور لشکر کے

سردار سو فک کو قتل کیا (۱۸: ۱۹)

خط کشیدہ عبارات میں اختلاف ملاحظہ ہو، (۱) سموئیل سات سو رتھوں کے آدمی (تواریخ)

سات ہزار رتھوں کے سوار (۲) چالیس ہزار سوار (سموئیل) چالیس ہزار پیدل (تواریخ)

حوالہ (۸) تواریخ اول باب ۷ میں بنیمین کی اولاد ذکر یہ درج ہے:

”بنی بنیمین یہ ہیں، بالع اور بجر اور یعیل یہ تینوں ۵ اور بنی بالع اہون

اور عزیزی اور عززی ایل اور ریموت اور عیری یہ پانچوں ۶ (۷: ۶)

اسی کتاب کے باب ۸ میں ہے:

”اور بنیمین سے اس کا پہلو ٹھا بالع پیدا ہوا۔ دوسرا شبیل تمیسرا خرخ ۵

چوتھا نوحہ اور پانچواں رفاہ اور بالع کے بیٹے اڈار اور جیرا اور ایتود ۵ اور

ابیسوع اور نعمان اور اخوج اور جیرا اور سفوفان اور حوآرم تھے۔“

(تواریخ اول ۸: ۸ تا ۵)

ملاحظہ فرمائیے کہ ایک ہی کتاب جسے حضرت عزرا پیغمبر کی تصنیف کہا جاتا ہے کس  
تعارض اور تناقص ہے اور دونوں جگہوں پر بنی تمین کے بیٹوں اور پوتوں میں نہ صرف ناموں  
تعداد کا بھی زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیا صاحب وحی پیغمبر سے ایسا تناقص متصور ہے  
اس پر حیرت یہ کہ توراہ نے ان دونوں دعویوں سے اختلاف کیا ہے۔ توراہ میں ہے،

”اور بنی بنیمین یہ ہیں، بالع اور بجر اور اشبیل اور جیرا اور نعمان انخی اور

روس مقیم اور حقیق اور اردہ (پیدائش ۲۶: ۲۱)

ملاحظہ فرمائیے تعداد میں بھی اور ناموں میں بھی اختلاف ہے۔

حوالہ: (۹) توراہ کی کتاب پیدائش باب ۷ میں ہے:

”اور خداوند نے نوح سے کہا کہ تو اپنے خاندان کے ساتھ کشتی میں آ، کیونکہ میں  
نے تجھی کو اپنے سامنے اس زمانہ میں راستباز دیکھا ہے۔ ہر کل پاک جانوروں میں  
سے سات سات نر اور ان کی مادہ، اور ان میں سے جو پاک نہیں ہیں، دو دو  
نر اور ان کی مادہ اپنے ساتھ لے لینا اور ہوا کے پرندوں میں سے بھی سات  
سات نر اور مادہ لے لینا“ (پیدائش ۷: ۱ تا ۳)

اسی کتاب کے اسی باب کی آیت ۸ اور ۹ میں ہے:

”اور پاک جانوروں میں سے اور ان جانوروں میں سے جو پاک نہیں ہیں،  
اور پرندوں میں سے اور زمین پر ہر رینگنے والے جاندار میں سے دو دو نر اور  
مادہ کشتی میں نوح کے پاس گئے جیسا کہ خدا نے نوح کو حکم دیا تھا“ (۷: ۸، ۹)

ملاحظہ فرمائیے کہ ایک ہی کتاب کے ایک ہی باب کی مختلف آیات میں کس قدر اختلاف

ہے۔ پہلی آیات سے معلوم ہوا کہ پاک جانوروں کے سات سات نر اور مادہ، ایسے ہی پرندوں  
کے، لیکن ناپاک جانوروں کے دو دو نر و مادہ، جبکہ دوسری آیات سے پتہ چلا کہ ہر پاک  
ناپاک کے دو دو نر و مادہ ہی سوار کرنے کا حکم تھا۔ نیز توراہ کی اسی کتاب کے باب ۶ میں ہے

نوح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا حکم ہوا

” اور جانوروں کی ہر قسم میں سے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے لینا کہ وہ تیرے ساتھ جیتے بچیں اور وہ نر و مادہ ہوں اور پرندوں کی ہر قسم میں سے اوپر چرندوں کی ہر قسم میں سے اور زمین پر رہنے والوں کی ہر قسم میں سے دو تیرے پاس رہیں“ (پیدائش ۱۹۲۶ء)

اس آیت نے بھی یہی ثابت کیا کہ حکم دو دو جانوروں کو سوار کرنے کا تھا اور سات سات والی آیت غلط اور تحریف شدہ ہے۔

حوالہ: (۱۰) تواریخ اول باب ۱۱ میں ہے:

” اور داؤد کے سو ماؤں کا شمار یہ ہے یسوعام بن حکمونی جو تیسوں کا سردار

تھا، اُس نے تین سو پر اپنا بھالا چلا دیا اور اُن کو ایک ہی وقت میں قتل کیا“ (۱۱)

جبکہ کتاب سموئیل ثانی باب ۲۳ میں ہے:

” اور داؤد کے بہادروں کے نام یہ ہیں یعنی حکمونی پوشیب بشیبت جو

سپ سالاروں کا سردار تھا، وہی ایزنی ادینو تھا جس سے آٹھ سو ایک ہی

وقت میں مقتول ہوئے“ (۲۳: ۸)

ملاحظہ فرمائیے کہ ناموں میں بھی اختلاف ہے اور بیک وقت کیے گئے مقتولوں

کی تعداد میں بھی حالانکہ مسیحی و یہودی حضرات کے نزدیک دونوں کتابیں صاحب الہام پیغمبروں

کی تصنیف کردہ ہیں۔ بایں ہمہ مسیحی مفسر آدم کلارک سموئیل ثانی کی اس آیت کے تحت تحریر کرتے

ہیں اور تسلیم کرتے ہیں:

” ڈاکٹر کنی کاٹ کا بیان ہے کہ اس میں تین زبردست تحریفیں کی گئی ہیں“

حوالہ: (۱۱) کتاب تواریخ اول باب ۱۸ میں ہے:

” اور داؤد نے اُس کے ایک ہزار تھو سات ہزار سوار اور بیس ہزار

پیادے پکڑ لیے اور داؤد نے رتھوں کے سب گھوڑوں کی کوئچیں کاٹیں پر

ان میں سے سو تھنوں کے لیے گھوڑے بچا رکھے۔“ (۴:۸)

سموئیل ثانی باب ۸ میں ہے:

”اور داؤد نے اس کے ایک ہزار سات سو سوار اور بیس ہزار پیادے بچا لیے

اور داؤد نے تھنوں کے سب گھوڑوں کی کوئیں کاٹیں پر ان میں سے سو تھنوں کے

لیے گھوڑے بچا رکھے۔“ (۴:۸)

اختلاف ملاحظہ فرمائیں۔ تواریح کے مطابق ایک ہزار تھن اور سات ہزار سو

جبکہ سموئیل کے مطابق سواروں کی کل تعداد ایک ہزار سات سو . . . کیا الہامی کلام

میں ایسا اختلاف ممکن ہے؟

حوالہ: (۱۲) یا نیبل مقدس کی کتاب ”ملاکی“ باب ۳ میں ہے:

”دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا“ (۱۱:۳)

جبکہ یہی آیت جب متی نے اپنی انجیل میں نقل کی، تو اس نے یہ تحریر کیا:

”دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں، جو تیری راہ تیرے آگے تیار

کرے گا۔“ (متی کی انجیل ۱۱:۱۰)

ملاحظہ فرمائیے کہ دونوں عبارات میں کس قدر تضاد ہے۔ ظاہر ہے کہ یا تو ”ملاکی“ کے

مذکورہ باب میں ابتداءً وہی عبارت ہوگی جو متی کی انجیل کے مصنف نے نقل کی ہے۔ اس

نقل کے بعد ”ملاکی“ میں تحریف کر کے عبارت بدل دی گئی ہوگی یا پھر ”ملاکی“ کی اصل عبارت وہی

ہے جو مذکور کتاب میں درج ہے، لیکن متی کی انجیل کے مصنف نے نقل میں تحریف سے

کام لیا اور عبارت تبدیل کر کے لکھ دی۔ چونکہ دوسری صورت میں اعتراض عیسائی حضرات

کے رسولوں پر وارد ہوتا ہے اور پہلی صورت میں علماء یہود پر شاید اسی لیے اس آیت کے عارض

میں عیسائی مفسر جناب ہو رہے ہیں،

لہذا اس اختلاف کی وجہ آسانی سے نہیں بتائی جاسکتی، سوائے اس کے

کہ پرانے نسخوں میں کچھ تحریف واقع ہو گئی ہے۔“



دیکھے ہو، نہ صاحب تسلیم کر رہے ہیں کہ کچھ تحریف واقع ہو گئی ہے۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کی مناسبت  
حوالہ جات کی تخریب کا مقصد

سے صرف بارہ حوالے ہی نقل کیے ہیں (حالانکہ حوالہ جات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے) ان حوالوں کی تخریب سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ بائبل مقدس کا موجودہ عہد نامہ قدیم و جدید، محرف، غلطیوں سے پُر اور ناقابلِ عمل ہے تو پھر کہیں نہ ہو کہ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ آخری کتاب قرآن مجید جو کہ غیر محرف غلطیوں سے مبرا اور قابلِ عمل ہے، اسے قبول کر لیا جائے؟ تاکہ روزِ محشر قہرِ خداوندی اور عذابِ جہنم سے نجات ملے۔

دوسرے یہ کہ جب بائبل میں زبردست تحریف اور قطع برید ثابت ہو گئی تو یہود و نصاریٰ کا یہ اعتراض خود بخود رفع ہو گیا کہ بائبل مقدس میں واضح ترین الفاظ میں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں موجود نہیں ہے۔ چونکہ بائبل شروع سے لے کر آج تک قطع برید کرنے والوں کی دستبرد سے نہ تو محفوظ رہی ہے اور نہ ہی اب ہے۔ اس لیے اس میں کسی بھی مرحلہ پر کمی بیشی یا کسی بھی واقعہ کے حذف و شمول کے امکانات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ بنا بریں اگر ہمارے آقا رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر بائبل سے مٹانے کی کوشش کی گئی ہے، تو یہ امر باعثِ تعجب نہیں۔ ہاں البتہ باعثِ تعجب تو یہ بات ہے کہ تمام تر امکانی کوششوں کے باوجود بائبل میں اب بھی حضور سید الانبیاء محبوبِ کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر موجود ہے۔ یہ یقیناً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے اور وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے ارشادِ خداوندی کا مظہر ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ

لہ تحریف بائبل میں عہد نامہ جدید یعنی اناجیلِ اربعہ کے وہ حوالہ جات جو کہ گذشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں اس تعداد میں شامل نہیں، ورنہ تعداد کہیں زیادہ ہے ۱۲ لے واضح رہے کہ کچھ صفحات میں ہم نے انتہائی واضح ترین دلائل کے ساتھ بائبل میں ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ثابت کر چکے ہیں۔ ۱۲

## باب پنجم

# حضور امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بکثرتِ محافظتِ عصمتِ انبیاء علیہم السلام

حفاظتِ عصمتِ انبیاء علیہم السلام سیرتِ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک درخشندہ ترین باب ہے۔ بعثتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور نزولِ قرآن مجید نے شرفِ انبیاء علیہم السلام کو اجاگر کرنے میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ اس سے نہ صرف انبیاء کرام کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت ہوتی، بلکہ ان پر لگائے جانے والے بدترین الزامات کو بطریقِ احسن دُور کیا۔ دینِ اسلام میں کسی بھی نبی برحق کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی کفر قرار سے دی گئی، باوجودیکہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خدائے لم یزل نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ فضیلت عطا فرمائی جس کا ثبوت خدائے لم یزل کی آخری کتاب قرآن پاک اور رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے ارشاداتِ گرامی میں موجود ہے۔ بایں ہمہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلہ میں اس انداز سے اپنا ذکر کرنے سے منع فرما دیا کہ جس سے دوسرے کسی نبی کی توہین کا شائبہ تک پایا جاتا ہو۔ بطورِ مثال ملاحظہ ہو:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَبَّتْ رَجُلَانِ رَجُلًا  
مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُودِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَىٰ

لہ کچھ والے گزشتہ صفحات میں بھی گزر چکے ہیں۔ مزید حوالوں کے لئے کتبِ احادیث و سیر اور کتبِ تفاسیر ملاحظہ فرمائیں

حَمْدًا عَلَى الْعَالَمِينَ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى  
 عَلَى الْعَالَمِينَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَهُ  
 الْيَهُودِيُّ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَقَدَعَا النَّبِيُّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَخْبَرَهُ  
 فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى  
 . . . . . إِلَى آخِرِهِ . . . . .

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک بار) دو آدمیوں کا  
 آپس میں جھگڑا ہوا، ان میں ایک تو مسلمان تھا اور دوسرا یہودی۔ مسلمان نے کہا کہ قسم ہے اُس  
 ذاتِ (لا زوال) کی کہ جس نے (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ  
 کیا۔ یہودی بولا، قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے موسیٰ (علیہ السلام) کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ  
 کیا۔ اس پر مسلمان نے دست درازی کی اور یہودی کے مُنہ پر طمانچہ دے مارا۔ یہودی حضور  
 نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اور مسلمان کے درمیان  
 پیش آنے والے واقعہ کا تذکرہ کیا۔ اس پر نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمان کو  
 طلب فرمایا اس واقعہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ اُس (مسلمان) نے واقعہ گزشتہ کہہ سنایا۔  
 (یہ سن کر) حضور اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم لوگ، مجھے (حضرت) موسیٰ  
 (علیہ السلام) پر فضیلت نہ دو۔ . . . . الخ . . . . .

ملاحظہ فرمائیے کہ حضور سید عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمان کو منع فرمادیا کہ  
 مجھے موسیٰ کلیم اللہ پر فضیلت نہ دو، حالانکہ خود آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے،  
 "میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں لوہا لکھو گا اور یہ  
 فخر نہیں ہے کہ آدم (علیہ السلام) اور ان کے سوا دیگر تمام انبیاء (علیہم السلام) میرے جھنڈے کے

نیچے ہوں گے۔“ (ترمذی) چونکہ اس جگہ تقابلِ شان میں تنقیصِ شانِ موسیٰ علیہ السلام  
 ڈرتھا، اس لیے منع فرمادیا، ورنہ جو حقیقت ہے اُس کا خود بھی اظہار فرمادیا۔  
 ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا، مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ مِّنْ  
 يُونس بنِ مَتَّى (بخاری) ”یعنی کسی آدمی کو زیبا نہیں کہ وہ (میرے متعلق) کہے  
 میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔“ ایک دوسری روایت میں ہے، لَا مَخَافَةَ  
 بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ (مشکوٰۃ) ”انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔“ یہاں  
 مقصود وہی بات ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا باہمی تقابل اس انداز میں مت کرنا  
 کسی بھی نبی کی تنقیصِ شان پر منتج ہو۔ مثلاً پولس نے انہیں انہیں اپنے خط میں اپنی تعریف  
 کرتا ہوا کہتا ہے،

”پس ہم ایسی امید کر کے بڑی دلیری سے بولتے ہیں ۵ اور موسیٰ کی طرح  
 نہیں ہیں جس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا تاکہ بنی اسرائیل اُس مٹنے والی  
 چیز کے انجام کو نہ دیکھ سکیں ۵ (کرنٹھیوں ۱۳، ۱۲، ۱۳)  
 دیکھتے پولس جو اپنے آپ کو یسوع مسیح کا رسول کہتا ہے (کرنٹھیوں ۱: ۱) وہ خلاق  
 جل شانہ کے برگزیدہ رسول کی کس انداز سے توہین کر رہا ہے اور اپنے آپ کو اُن سے اہم  
 ثابت کر رہا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) اہل اسلام کو ایسے نظریات اور ایسے عقائد سے  
 کے ساتھ منع کر دیا گیا جو اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کی کسی بھی پسندیدہ ہستی کی توہین  
 متعلق ہوں۔“

انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تبارک  
 موجودہ بائبل اور عصمتِ انبیاء  
 تعالیٰ جل شانہ کی وہ برگزیدہ ہستی  
 اور پسندیدہ ہستیاں ہیں کہ جن کو خلاقِ عالم جل شانہ نے ہدایتِ انسانی کے لیے مبعوث فرما  
 بے راہ روادِ شیطانی ذہن رکھنے والے لوگوں نے ان برگزیدہ ہستیوں کو ہر ممکن طریقہ سے ستا

ان کو ذہنی و جسمانی اور روحانی اذیتوں سے دوچار کیا، مگر صبر و استقامت کے یہ کوہِ گراں گمراہ انسانیت کو صراطِ مستقیم کی دعوت دیتے رہے۔ انہوں نے ہر تکلیف اور مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ جہاں انبیاء علیہم السلام سے علی الاعلان دشمنی رکھنے والے کافروں نے ان کے حق میں انتہائی گھٹیا اور نازیبا کلمات ادا کیے اور ان پر ایک قسم کے الزامات لگائے، وہاں اپنا ہونے اور تابعدار ہونے کے دعوے داروں نے بھی کچھ کم کردار ادا نہ کیا۔ قرآن کریم کی طرح دیگر آسمانی کتابوں (بائبل، میں بھی انبیاء علیہم السلام کا تفصیلاً یا اجمالاً ذکر موجود ہے۔ اس ذکر کا مقصد یا حیثیت محض قصص یا کہانی یا رنگینی کلام نہیں بلکہ اصل مقصد ہدایتِ انسانیت ہے۔ ان واقعات سے ایک تورہ خدا میں تکالیف برداشت کرنے والوں کو مزید حوصلہ ملتا ہے اور دوسری طرف منکرینِ انبیاء کرام علیہم السلام کے خوفناک انجام سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خود انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کے بارگاہِ رب العزت میں علو مرتبت اور قابلِ رشک عز و نعم کا پتہ چلتا ہے اگر یہ باتیں مفقود ہو جائیں، تو واقعہ کی حیثیت محض قصہ تک ہی محدود رہ جاتی ہے۔ افسوس پر افسوس کہ قرآن پاک کے سوا کوئی بھی آسمانی کتاب تخریف سے نہ بچ سکی۔ ان کتبِ سماوی میں تخریف نے یوں رنگ دکھایا کہ نہ صرف واقعاتِ انبیاء کی اصل روح کو ختم کر دیا، بلکہ بعض جگہ ایسی غلیظ اور قابلِ نفرت عبارات کا اضافہ کر دیا جو ان برگزیدہ ہستیوں کی عصمت و طہارت کی بے داغ چادرِ انتہائی بد نما دھبہ محسوس ہونے لگیں۔

یہاں ہم چند ایک ایسی ہی مثالیں پیش کرتے ہیں، جن سے یہ پتہ چلے گا کہ بائبل میں واقعہ کی اصل روح کو کس قدر مسخ کیا گیا ہے۔

۱۔ تخریفاتِ بائبل اور مغلطاتِ بائبل کا ذکر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ پاکستان میں عیسائی مشنری نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے اور اپنی تعلیمات کی اشاعت کے لیے "سلسلہ بندگانِ خدا" کے نام سے اپنا ایک پروگرام شروع کر رکھا ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں پر بھروسہ بنا کر انہیں وار کرنے کے لیے کورس کے صفحہ ۵۰ پر تعارفیوں (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

# حضرت آدم علیہ السلام اور بائبل

تورات کی کتاب پیدائش میں

حضرت آدم علیہ السلام کا

واقعہ یوں درج ہے:

”آدم اور اُس کی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے اور سانپ کل شتی جانوروں سے جن کو خداوند خدا نے بنایا تھا، چالاک تھا اور اُس نے کہا کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ میں کسی درخت کا پھل تم نہ کھانا۔ عورت نے سانپ سے کہا باغ کے درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں۔ پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے۔ اُس کے پھل کی بابت خدا نے کہا ہے تم نہ تو اسے کھانا اور نہ چھونا، ورنہ مر جاؤ گے تب سانپ نے اس عورت سے کہا کہ تم برگزینہ مرو گے۔ بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اُسے کھاؤ گے، تمہاری آنکھیں

(حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) درج ہے، حضرت موسیٰ کی تورات خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی قرآن مجید فرماتا ہے کہ اسی (خدا) نے اناری تھی۔ تورات اور انجیل، آل عمران ۳: ۳- اسی لیے اہل اسلام ایمان رکھتے ہیں کہ تورات خدا کا کلام ہے۔ مسیحی اور یہودی بھی ایمان رکھتے ہیں کہ تورت خدا کا کلام ہے، چونکہ تورت خدا کا کلام ہے، اس لیے تمام لوگوں کو اُس کی تلاوت کرنی چاہیے۔ (انسان کا شروع کورس ص ۵) ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح مسطحات میں رکھ کر زبردینی کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی طرح اس کتابچہ ”انسان کا شروع“ شائع کردہ مسیحی اشاعت خانہ فیروز پور لاہور کے آخری صفحہ پر ہے: بہت سے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ تورت زبور اور انجیل پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن دیکھنے میں آیا کہ انہی لوگوں میں سے اکثر ان الہی کتابوں کے پیغام سے ناواقف ہیں، (صفحہ آخر) یہاں تنبیہ کے سرچ سے زہرلا انجکشن لگانا مقصود ہے اور تندرست کو دھوکا میں ڈالنا ہے کہ ”پگلے تو تو شدید بیمار ہے۔“

ہم عیسائی مشنری پروانچ کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا تورات، زبور، انجیل پر ایمان ہے اور ضرور ہے، لیکن اُس تورت زبور اور انجیل پر ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی نہ کہ اس تورت زبور اور انجیل پر جو کہ آپ کے پوپوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ الحمد للہ ہم نے گزشتہ صفحات میں اپنے اس دعویٰ کو دلائل سے ثابت کر دیا ہے اور ہم دعوت دیتے ہیں کہ یہ زیر نظر باب پڑھیے اور بتائیے کیا ایسا فحش اور غلیظ کلام خدا کا ہو سکتا ہے؟ کیا اپنے ہی جیسے ہونے منتخب ہندوں پر ایسے قبیح الزام لگانا خدا تعالیٰ کے شایان شان ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کھل جائیں گی۔ اور تم خدا کی مانند نیک و بد کو جاننے والے بن جاؤ گے۔ عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لیے اچھا اور آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لیے خوب ہے، تو اُس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور شوہر کو بھی دیا اور اُس نے کھایا۔ تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور اُن کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لیے ننگیاں بنائیں۔ اور انہوں نے خداوند کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا، سنی اور آدم اور اُس کی بیوی نے آپ کو خداوند کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔ تب خداوند نے آدم کو پکارا اور اُس سے کہا کہ تو کہاں ہے؟ اس نے کہا میں نے باغ میں تیری آواز سنی اور میں ڈرا، کیونکہ میں ننگا تھا اور میں نے اپنے آپ کو چھپایا۔ اُس نے کہا تجھے کس نے بتایا کہ تو ننگا ہے؟ کیا تو نے اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ اُسے نہ کھانا؟ آدم نے کہا کہ جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے، اُس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا۔ تب خداوند نے عورت سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا، تو میں نے کھایا۔ اور خداوند نے سانپ سے کہا اس لیے کہ تو نے یہ کیا تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر بھر خاک چاٹے گا اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گا اور تو اُس کی ایڑی پر کاٹے گا۔ پھر اُس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا، تو درد کے ساتھ بچے جننے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔ اور آدم سے اُس نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اُس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اُسے نہ کھانا، اس لیے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اُس کی پیداوار کھاتے گا۔ اور وہ تیرے لیے کانٹے اور اونٹ کٹارے

اگائے گی اور تو کھیت کی سبزی کھائے گا۔ اور تو اپنے منہ پینے کی روٹی کھائے گا، جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جائے، اس لیے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے، کیونکہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائے گا۔ (پیدائش ۲: ۲۵ - ۳: ۳) (تا ۷)

بائبل مقدس کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ درخت کشیدہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

(۱) آدم و حوا علیہما السلام، جنت (باغ) میں بالکل برہنہ گھومتے پھرتے اور ان کو شرم

نہ آتی تھی۔

(۲) خدا نے آدم و حوا علیہما السلام سے کہا کہ فلاں درخت کا پھل نہ کھانا اُسے چھوٹا

ورنہ مر جاؤ گے۔

(۳) سانپ نے حوا علیہا السلام کو بتایا کہ خدا نے (معاذ اللہ) جھوٹ بولا ہے تم

مرو گے نہیں، بلکہ خدا کو معلوم ہے کہ اگر تم شجر ممنوعہ کا پھل کھاؤ گے، تو تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم نیک و بد کو جان لو گے۔

(۴) چنانچہ اغوار سانپ سے انہوں (آدم و حوا علیہما السلام) نے شجر ممنوعہ کھایا، تو

دونوں کی فی الواقع آنکھیں کھل گئیں اور نیک و بد کی تمیز ہو گئی اور انہوں نے جان لیا کہ تم ننگے ہیں، ورنہ پہلے نہ جانتے تھے۔

نتیجہ: خدا تعالیٰ نے معاذ اللہ جھوٹ بولا اور سانپ نے سچ بولا، اسی لیے شجر ممنوعہ

کو کھا کر آدم و حوا مرے نہیں، بلکہ ان کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کے تہہ ڈھانپنے کی فکر ہوئی۔

(شیطان کا اس پورے واقعہ میں کوئی کردار نہیں)

(ب) خدا تعالیٰ نے معاذ اللہ انسان کو دھوکے میں رکھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی

آنکھیں کھلیں یا اسے نیک و بد کی پہچان ہو سکے، مگر سانپ نے انسان کی حمایت کی اور اصل

واقعہ سے آگاہ کر دیا (سانپ دوست خدا دشمن)

د اب بائبل کی مذکورہ عبارت سے بقیہ خط کشیدہ عبارت ملاحظہ ہو:



(۵) خدا ٹھنڈے وقت میں باغ میں سیر کر رہا تھا کہ اُس کی آواز سن کر آدم و حوا نے آپ کو درختوں میں چھپایا، یعنی وہ دونوں خدا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

(۶) تب خدا نے (ڈھونڈنے کے انداز میں) پکار کر کہا: (اے آدم!) "تو کہاں ہے؟" نے بتایا کہ میں ننگا ہوں اور تجھ سے ڈر کر چھپا ہوا ہوں۔

(۷) خدا نے آدم کا جواب سنا تو بولا کہ میں تو نے درخت کا پھل تو نہیں کھالیا؟ جو تجھے دبدب کی پہچان ہو گئی اور تیری آنکھیں کھل گئی ہیں (ورنہ خدا کو شاید ابھی تک پتہ نہ چل سکا تھا)۔

(۸) آدم نے اقرار کر لیا اور کہا کہ عورت نے کھلایا، تب خدا نے عورت سے پوچھا اُس نے سانپ کا نام لے دیا (یہ سن کر کہ سانپ نے یہ راز تو افشاء کر دیا، خدا غصہ میں آ گیا اور ان

کو سزا دی) سانپ کو کہا کہ تو تمام جانوروں میں ملعون ہوا۔ تیرے اور انسان کے درمیان دشمنی ہے گی۔ حضرت حوا علیہا السلام کو سزا سنائی کہ تجھے دردِ زہ بہت ہوگا اور تو تکلیف سے بچتے

بچنے گی (یعنی بر عورت ہی) حضرت آدم علیہ السلام (یعنی بر مرد) کو سزا سنائی کہ زمین تیری دھسے لعنتی ہوئی، تو زمین پر محنت، مشقت کرے گا اور یہ تیرے لیے کانٹے اور اونٹ کھار کھانے گی۔ (تفصیلی سزاؤں کے متعلق عبارت دیکھیں)

**نتیجہ:** (۱) خدا کا پروگرام (معاذ اللہ تعالیٰ) سانپ کی انسان دوستی کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا اور سانپ کی سچائی پر (معاذ اللہ تعالیٰ) خدا کو غصہ آ گیا۔ اُس نے ضد کے طور پر سانپ کو اس کی انسان دوستی پر یہ سزا دی کہ اس کے اور انسان کے درمیان دشمنی ڈال دی اس طرح انسان اپنے ہی محسن کا دشمن بن گیا

(ب) حضرت آدم و حوا (علیہما السلام) کی لغزش کی سزا ان کی پوری نسل کو دے دی گئی۔ آج تک یہ سزا بحال ہے، یعنی عورت کو دردِ زہ بھی ہوتا ہے اور مرد کو محنت و مشقت کا پڑتی ہے، بلکہ زمانہ جدیدہ میں تو عورت بھی مرد کے ساتھ اسی سزا (محنت و مشقت) میں شامل ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون اس کے خلاف ہے کہ گناہ کوئی کرے اور

سزا دوسرے کو ملے۔ بائبل میں قانونِ خدا بایں الفاظ نقل ہے :  
 ”جو جان گناہ کرتی ہے، وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے  
 گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔ صادق کی صداقت اسی کے لیے ہوگی اور  
 شریر کی شرارت تشریح کے لیے۔“ (حزقی ایل ۲۰:۱۸)

## قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام اور قرآن پاک

کئی جگہ مذکور ہے۔ ہم بقدر ضرورت اختصاراً بعض جگہوں سے آیات مبارکہ کے تراجم نقل کریں گے۔ اصل عبارت قرآنی کے لیے حوالہ میں دی گئی سورتوں اور آیات مبارکہ کی طرف رجوع فرمائیے۔  
 واقعہ ملاحظہ ہو،

”راے پیارے محبوب علیک السلام، اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں (فرشتے بولے) کہ اے پروردگار، کیا ایسے انسان کو نائب بنائے گا جو اس (زمین) میں فساد پھیلاتے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری تقدیس بولتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ مجھے وہ معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور (اللہ تعالیٰ نے) آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ پھر ان تمام اشیاء کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان اشیاء کے نام بتاؤ، (فرشتے بولے) تمام، پاکیزگی تیرے ہی لیے ہے (اور ہم اقرار کرتے ہیں) ہمیں کچھ بھی علم نہیں، مگر یہ کہ جتنا تو نے ہمیں سکھایا، اس میں شک نہیں کہ علم و حکمت والا تو ہے (پھر اللہ تعالیٰ نے) فرمایا، اے آدم، ان کو ان اشیاء کے نام بتا دو۔ تو جب آدم علیہ السلام

لے عیسائی عقیدہ کے مطابق اسی غلطی کے کفارہ کے طور پر مسیح علیہ السلام کو سولی دی گئی تاکہ انسان کی یہ غلطی معاف کر دی جائے، باعثِ تعجب ہے کہ مسیحی عقیدہ کے مطابق مسیح انسان کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے سولی پر چڑھ بھی گئے اس شرط کے پورا ہونے پر غلطی کی معافی بھی ہو گئی، مگر سزا ابھی تک بحال ہے، کیا یہ انصاف ہے؟ (معاذ اللہ تعالیٰ)

نے انہیں تمام نام بتا دیئے، تو اللہ تعالیٰ نے، فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمان و زمین کی سب پوشیدہ اشیا کو۔ اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ منکر ہوا اور اُس نے غرور کیا اور وہ کافر ہو گیا اور ہم نے فرمایا کہ اے آدم تو اور تیری زوجہ اس جنت میں رہو اور کھاؤ، اس میں سے بلا جھجک، جہاں (سے) تمہارا جی چاہے مگر اس درخت کے قریب نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے“ (۲۵ تا ۳۲)

”پھر شیطان نے ان کے دل میں خطرہ ڈالا تاکہ ان پر کھول دے شرم کی چیزیں، جو ان سے چھپی تھیں اور (شیطان) بولا: تمہیں تمہارے رب نے اس درخت سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ ہو جاؤ یا ہمیشہ سینے والے (نہ بن جاؤ) اور اُس (یعنی نے) ان دونوں (آدم و حوا) کے حضور قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں اور ان کو فریب دے کر کھانے کی طرف مائل کر ہی لیا تو جو نہی انہوں نے اس درخت (کا پھل) چکھا، ان پر ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں (ستر کھل گیا اور جب برہنگی سے شرم محسوس ہوئی، تو وہ دونوں اپنے بدن پر جنت کے درختوں کے پتے چپکانے لگے اور ان کو ان کے رب نے فرمایا کہ کیا میں نے اس درخت سے تمہیں منع نہ کیا تھا اور یہ نہ کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ان دونوں نے عرض کی کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بُرا کیا (اپنی جانوں پر زیادتی کی)، اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا، تو بے شک ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے“ (۲۰ تا ۲۳)

..... ”پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے کچھ کلمے سیکھ لیے (ان کے ذریعے

توبہ کی)، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) بہت ہی توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔ ہم نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) فرمایا، تم سب جنت سے اتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا، اُسے نہ تو کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ ہی کوئی غم اور جو کفر کریں گے اور میری آستیں جھٹلائیں گے تو وہ دوزخ (میں

رہنے والے ہیں۔ ان (نافرمانوں) کو اس (دوزخ) میں ہمیشہ رہنا ہوگا (سورہ ۳۸، ۳۹)

## اس واقعہ میں قرآن و بائبل کا تقابلی جائزہ

محترم قارئین! اب آپ قرآن پاک میں بیان کردہ واقعہ اور بائبل کے بیان کردہ واقعہ کا تقابلی جائزہ لیں، تو چند ایک باتیں بالکل عیاں نظر آئیں گی۔ لے

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل فرشتوں کا بارگاہ رب العزت میں گزارش کرنا، جو ابا خدائے لم یزل کا فرمانا کہ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ مدعی نہیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) اور پھر آدم علیہ السلام کو دولتِ علم سے سرفراز فرما کر عملی طور پر فرشتوں پر برتری ثابت کرنا وغیرہم واقعات کا بائبل نے قطعاً تذکرہ نہ کیا، جبکہ قرآن پاک نے واضح ترین الفاظ میں یہ سب کچھ بیان فرمایا اور اس بیان سے ایک عظیم سبق حاصل ہوا، وہ یہ کہ:

علم ایک عظیم اور لازوال دولت ہے۔ فرشتوں پر انسان کی برتری علم ہی کی وجہ سے ہوتی اور حصولِ علم انسان کا پیدائشی حق اور فرض ہے۔

(۲) انسان سے شیطان کی دشمنی کا اصل سبب، شیطان کا حسد اور تکبر کرتے ہوئے حکمِ خدا کا انکار، شیطان لعین کا جھوٹی قسم اٹھا کر حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دینا، ان تمام واقعات کا بھی بائبل نے کوئی ذکر نہ کیا، جبکہ قرآن پاک نے وضاحت سے ان واقعات پر روشنی ڈالی، کیونکہ ان واقعات کے بیان کا بھی ایک مقصد ہے، مثلاً یہ کہ:

(۱) انسان کا اصل دشمن شیطان ہے، اس لیے اس سے ہر ممکن طور پر بچنا چاہیے۔

لے یہ ترجمہ ہم نے تیسیر البیان فی ترجمۃ القرآن اور کنز الایمان کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ ۱۲

لے یہ بات ہم زور بیان یا الفاظی سے ثابت نہیں کر رہے، بلکہ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ خود

جائزہ لیں۔ بفضلہ تعالیٰ آپ اختلاف نہیں کر سکیں گے۔ ۱۲

(ب) دُنیا میں سب سے پہلا گناہ حسد اور غرور کی وجہ سے صادر ہوا، اس لیے ان سے بچو۔

(ج) خدایا حکم خدا کا انکار آخرت کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے اور نبی کی توہین بدترین کفر ہے۔

(د) جھوٹی قسمیں اٹھانا یا انسان کو دھوکا دینا شیطان کا کام ہیں، یہ انسان کو زیب نہیں دیتے اور نہ ہی یہ افعال انسان کے شایانِ شان ہیں۔

(۳) بائبل نے ثابت کیا کہ شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے قبل انسان نیک و بد کو پہچانتا نہ تھا، حتیٰ کہ اسے اتنا بھی علم نہ تھا کہ وہ ننگا ہے۔ پھر سانپ نے ان کو ترغیب دی کہ اس درخت کا پھل کھاؤ، تو تم بھی خدا کی طرح نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔ بائبل کے الفاظ ہیں:

”عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لیے اچھا اور آنکھوں کو خوشنما

معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لیے خوب ہے، تو اُس کے پھل میں سے لیا، اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اُس نے کھایا۔ تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور اُن کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں۔“ (پیدائش ۳: ۶، ۷)

یہ بات باعثِ تعجب ہے کہ اگر انسان اس قدر بے علم اور عقل کا اندھا تھا کہ اتنا بھی نہ جانتا تھا کہ میں ننگا ہوں یا نہیں اور میرا نیک و بد کیا ہے۔ مجھے اپنا ستر بھی چھپانا پابھیے یا نہیں، تو اسے درخت کیونکر خوشنما نظر آ گیا اور اُس نے یہ کیونکر جان لیا کہ یہ کھانے کے لیے اچھا اور عقل بخشنے والا ہے۔ اگر انسان اتنی سی سوجھ بوجھ رکھتا تھا۔ اگر چہ سانپ کے برا نیکیختہ کرنے سے ہی سہی، تو اسے آج تک اپنے جسم کا ننگاپن کیوں نظر نہ آیا؟ مختلف

لے بائبل کے مطابق وہ درخت فی الواقع بھی ایسا ہی تھا، کیونکہ اُسے کھاتے ہی آدم و حوا کی (عقل کی) آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے جان لیا کہ وہ ننگے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں مراد عقل کی آنکھ ہی ہو سکتا ہے، ورنہ وہ نابینے تو پہلے بھی نہ تھے۔ پھر آنکھیں کھلنے کا کیا مطلب؟ یعنی انسان درخت کھانے سے قبل جاہل مطلق تھا (معاذ اللہ)

یہ کہ بائبل نے ثابت کیا کہ انسان سانپ سے بھی جاہل اور کم عقل اندھا تھا۔ اگر شجر ممنوعہ نہ کھاتا، تو اسے ہرگز ہرگز عقل نہ آتی اور خدا بھی اسے عقل مند نہ بنا پاتا تھا۔ یہ باتیں خدا اور انسان کی زبردست توہین کا باعث ہیں، جبکہ

قرآن نے انسان کو سر بلند ہی کمال اور بے مثال عز و شرف سے ہمکنار کیا اور بتایا کہ خدائے لم یزل نے اپنے تخلیق فرمودہ انسان کو عقل، فہم و شعور اور مرتبہ علم میں اس قدر معزز فرمایا کہ فرشتوں کی پیشانی بھی اس کے حضور جھک گئی، اسے سجود الملائکہ بنا دیا گیا (دیکھئے سورۃ البقرہ آیات ۳۱ تا ۳۴)

اب آپ خود انصاف فرمائیے کہ عظمت انسانی کا علمبردار اور محافظ حضور امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیش فرمودہ قرآن پاک ہے یا کہ بائبل؟

لہ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل ایک تو بائبل کا یہ بیان ہے کہ آدم و حوا کو شجر عقل و شعور کھانے سے روک دیا گیا تھا اور دوسرے یہ کہ بائبل میں ہے: "اور خداوند خدا نے کہا، دیکھو انسان نیک بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا ہاتھ بٹھائے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ لے کر نہ کھائے اور ہمیشہ جینا رہے" اس لیے خداوند خدا نے اسے باغ عدن سے باہر کر دیا (پیدائش ۱۳، ۲۲، ۲۳) بائبل نے ثابت کیا کہ خدا کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ اب انسان چونکہ عقلمند ہو گیا ہے، اب کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ درخت زندگی سے کچھ کھالے ورنہ یہ مرے گا بھی نہیں۔ اسی فکر کی وجہ سے خدا نے انسان کو جنت سے نکال دیا کہ پہلے تو میرے نہ چاہنے کے باوجود یہ عقلمند بن گیا اور اب میرے نہ چاہنے کے باوجود کہیں ہمیشہ کی زندگی نہ پالے۔ یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی باغ عدن میں ایسے درخت پائے جاتے ہیں یا تھے کہ جن کو کھانے سے جاہل مطلق عالم و فاضل بن جاتے یا مرنے والا کھاتے تو ہمیشہ کی زندگی پالے؟ پھر اگر تھے تو کیا انسان کو ترغیب دینے والے سانپ نے بھی ان درختوں کو کچھا؟ یا کسی اور جاندار یا جن یا فرشتے وغیرہ نے ان درختوں سے کچھ کھایا؟ کیا مسوائے خدائے لم یزل کے کائنات میں کوئی دوسرا ہے جسے دوام حاصل ہو؟ جسے نہ تو کبھی موت آتی اور نہ کبھی آسکتی ہو؟ اگر آپ غور فرمائیں گے، تو پتہ چلے گا کہ بائبل کا یہ دعویٰ ایک گھڑا ہوا افسانہ ہے۔ ۱۲

(۴) بائبل نے ثابت کیا کہ شجر ممنوعہ چکھنے کی پاداش میں آدم و حوا (علیہما السلام) کو جو سزا دی (اصل عبارت گزشتہ صفحات میں ملاحظہ ہو) وہ سزا ان کی اولاد کو بھی دی گئی حالانکہ جرم صرف آدم و حوا (علیہما السلام) کا تھا نہ کہ ان کی پوری اولاد کا اور یہ سزا آج تک موجود ہے جس سے نہ کوئی مسیحی بچا ہوا ہے اور نہ غیر مسیحی، جبکہ:

قرآن پاک نے فرمایا کہ آدم و حوا (علیہما السلام) کو شیطان کے دھوکہ دینے کی وجہ سے جو لغزش واقع ہو گئی تھی، وہ معاف کر دی گئی ہے، کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے اپنے قصور کا اقرار کر کے عاجزی اور انکساری کے ساتھ پروردگارِ عالم جل شانہ کے حضور توبہ کی تھی اور اب اولادِ آدم کو اس سابقہ لغزش کی بنا پر کوئی سزا قطعاً نہیں دی جا رہی ہے، بلکہ وعدہ الہی ہے کہ "جو کوئی (میری طرف سے آمدہ) ہدایت کی پیروی کرے گا، اُسے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی غم، (یعنی اُسے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمایا جائے گا) اور جو لوگ کفر کریں گے اور میری آیتیں جھٹلائیں گے، وہی دوزخی ہیں، ان کو آگ میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔" (البقرہ آیات ۳۸ و ۳۹)

گزشتہ صفحات میں مذکورہ فوائد و مقاصد کے سوا اس واقعہ کے مقصدِ واقعہ بیان کا ایک اور عظیم مقصد ہے اور اس مقصد کی طرف سے

بائبل نے اشارہ تک نہ کیا، جبکہ قرآن مجید نے بڑے واضح انداز میں اس کا بیان فرمایا۔  
قرآن پاک میں ہے:

ترجمہ: (جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت و شرف سے نوازا اور شیطان لعین کو آدم علیہ السلام کے حضور سجدہ نہ کرنے کے جرم میں مردود قرار دے دیا، تو شیطان نے کہا) پروردگار دیکھ جس بستی (یعنی آدم علیہ السلام) کو تو نے مجھ پر فوقیت اور عزت دی ہے۔ اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے، تو میں اس (آدم) کی اولاد کو سوائے چند لوگوں کے (سب کو) اپنے قابو میں کر کے رہوں گا (یعنی گمراہ کر دوں گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دور ہو (یعنی جا) ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا، تو یقیناً سب کا بدلہ جہنم ہے اور زبردست سزا ہے اور (جا) ان میں سے جس پر تیرا

بس چلے اُسے ڈگمگا دے اپنی آواز کے ساتھ اور اُن پر (شکر لے کر) اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ چڑھائی کر دے اور تو اُن کے مال اور ان کی اولاد میں ان کا شریک ہو جا اور انہیں (اپنی فرمانبرداری کے) وعدے دے اور (اے انسان!) شیطان کے وعدے تو صرف مکر اور فریب ہی ہیں (پھر فرمایا کہ اے شیطان! ان تمام تر حملوں کے باوجود) جو میرے (خاص بندے ہیں، اُن پر تیرا کوئی بس نہ چلے گا اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔) (سورۃ بنی اسرائیل آیات ۶۲ تا ۶۵)

قرآن پاک میں ایک اور جگہ یہ واقعات یوں بیان ہوا:

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اُس (آدم) کو سجدہ نہ کرے کہ جسے میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا۔ کیا تجھے غرور آگیا یا (اپنے خیال میں) تو تھا ہی مغروروں سے۔ ابلیس نے کہا: میں اس سے (یعنی انسان سے) بہتر ہوں، کیونکہ مجھے تو نے آگ سے بنایا اور اُسے مٹی سے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت سے نکل جا کہ بیشک تو مردود ہو گیا ہے اور یقیناً قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔ ابلیس نے کہا اگر ایسا ہے تو اے رب! مجھے اُس دن تک مہلت دے جس دن مردے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (جا، تجھے مہلت دی جاتی ہے، اس جانے ہونے معین وقت تک۔ ابلیس بولا: (مجھے) تیری عزت کی قسم ہے، میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا، سوائے ان کے کہ جو تیرے خالص بندے ہیں (یعنی اُن پر میرا داؤ نہ چل سکے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا حق بات تو یہ ہے اور میں حق بات ہی فرمایا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور ان لوگوں سے کہ جو تیری پیروی کریں گے، سب سے ضرور بالضرور جہنم کو بھردوں گا۔) (سورۃ ص، آیات ۷۵ تا ۸۵)

قرآن پاک نے ان واقعات کو بیان فرما کر بطورِ تشبیہ اطہار مقصد فرمایا:

”اے اولادِ آدم! خبردار (یعنی ہوشیار ہو جاؤ) شیطان تم کو فتنہ میں نہ ڈالے (یعنی تم اس کے بہکاوے میں نہ آنا، جیسا کہ اُس نے تمہارے ماں باپ (آدم و حوا) کو جنت سے



اُن کے کپڑے اتروا کر نکلوا دیا تاکہ ان کے ستر اُن کو دکھا دے۔ بے شک وہ اور اُس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“ (الاعراف آیت: ۲۷)

نتیجہ: شیطان لعین نے نسلِ انسانی کو گمراہ کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے، اُس نے ہمارے جدِ امجد آدم علیہ السلام کے سامنے جھوٹی قسم بھی کھائی تھی، اس لیے اس بد بخت کے اپنے آپ کو بچانا بہت ضروری ہے، لیکن بائبل کے بیان سے نتیجہ نکالو، تو یہ نکلے گا:

(۱) خدا انسان کو جاہل رکھنا چاہتا تھا، اس لیے انسان کا حقیقی دشمن وہ ہے (معاذ اللہ) مگر انسان اب اُس کی عبادت کرتا ہے)

(ب) انسان کا اصلی اور جاہل نثار دوست سانپ ہے جو خود تو ملعون ہوا، مگر انسان کو عقلمند بنا گیا، اس لیے اس کی قربانی کی قدر کرنی چاہیے (مگر اب انسان اُسے اور وہ انسان کو قتل کرتا ہے) یا للعجب؟

(ج) شیطان بے چارے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ان دنوں وہ خواہ مخواہ بدنام ہے۔ (کیونکہ اس واقعہ میں اُس کا کوئی بھی کردار درج نہیں)

## حضرت اسرائیل اور بنی اسرائیل کا واقعہ

اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ آپ کا اور آپ کی اولاد یعنی بنی اسرائیل کا ذکر قرآن پاک میں بہت سی جگہ پر ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد تشریف لائے والے پیغمبر ماسولتے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آپ کی اولاد یعنی بنی اسرائیل سے ہوتے، اس لیے قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی ان انبیاء کرام

لے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاندان بنو اسماعیل سے تشریف لائے اور اسی حسد کی وجہ سے کہ یہ ہمارے

خاندان میں سے کیوں پیدا ہوئے، یہود و نصاریٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کر دیا۔ ۱۲

علیہم السلام کا ذکر ہے کہ جو اولاد یعقوب علیہ السلام سے ہیں، وہاں بنی اسرائیل ہی کا ذکر ہے، لیکن اس جگہ ہم صرف سورۃ یوسف شریفہ میں بیان ہونے والے واقعہ کے بعض حصوں کا اختصار کے ساتھ قرآن اور بائبل کی روشنی میں جائزہ لیں گے اور موازنہ پیش کریں گے۔ یہ موازنہ پیش کرنا اس لیے بھی ضروری ہے۔ یورپین مستشرقین کے اس الزام کی قلعی بھی کھل جائے کہ جو وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات وحی الہی نہیں، بلکہ علماء بائبل سے سن کر تحریر کیے گئے ہیں۔

محترم قارئین! آپ نے کچھلے صفحات میں ابوالبشر آدم علیہ السلام کا واقعہ ملاحظہ فرمایا اور موازنہ کیا۔ یہاں واقعہ یوسف علیہ السلام کے بعض حصوں کا موازنہ ملاحظہ فرمائیے۔  
(وبالله التوفیق)

واقعہ یوسف علیہ السلام میں بنیادی کردار وہ خواب ہے جو آپ علیہ السلام نے اپنے بچپن میں دیکھا۔ موجودہ بائبل میں اس خواب کا تذکرہ کچھ یوں درج ہے:

بائبل ” پھر اس نے دوسرا خواب دیکھا اور اپنے بھائیوں کو بتایا۔ اس نے کہا، دیکھو مجھے ایک اور خواب دکھائی دیا ہے کہ سورج اور

چاند اور گیارہ ستاروں نے مجھے سجدہ کیا اور اس نے اُسے اپنے باپ اور

بھائیوں دونوں کو بتایا۔ تب اُس کے باپ نے اُسے ڈانٹا اور کہا کہ یہ خواب

کیا ہے جو تو نے دیکھا ہے؟ کیا میں اور تیری ماں اور تیرے بھائی سچ مچ تیرے

آگے زمین پر جھک کر تجھے سجدہ کریں گے؟ (پیدائش ۳۷: ۹-۱۰)

بائبل کے بیان سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے

خواب کو اپنی اور اپنی زوجہ اور اپنے بیٹوں کی توہین پر محمول کیا، اسی لیے انکار کے انداز میں

ڈانٹ کر کہا کہ یہ کیا خواب ہے جو تو نے دیکھا ہے؟ کیا واقعی ہم سب تیرے آگے زمین پر

اے حضرت یوسف علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ سورۃ یوسف یا اس سورۃ کی کسی بھی معتبر تفسیر میں ملاحظہ فرمائیے ۱۲

جھک کر تجھے سجدہ کریں گے؛ یعنی یہ ناممکن ہے اور لغو ہے، حالانکہ خود بائبل گواہ ہے کہ  
فی الواقع ایسے ہی ہوا۔ ملاحظہ ہو (پیدائش ۶:۲۲)

اسی خواب کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی فرمایا، مگر اس انداز سے:

ترجمہ: ”(اُس وقت کو یاد کیجئے کہ) جب یوسف (علیہ السلام)  
قرآن مجید نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے ابا جان! میں نے

(خواب میں) گیارہ ستاروں کو دیکھا اور سوچ اور چاند کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں (تو اُن  
کے باپ نے) فرمایا کہ اے میرے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے برگزبان نہ کرنا، ورنہ  
وہ (حسد کی وجہ سے) تیرے لیے کوئی سازش تیار کریں گے (اس لیے کہ) بے شک شیطان انسان  
کا صریح دشمن ہے اور اسی طرح (یعنی یہ خواب دلالت کرتا ہے کہ) تیرا پروردگار تجھے برگزیدہ  
فرمائے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب (علیہ السلام) کے (دوسرے)  
گھروالوں پر اپنی نعمتیں پوری فرمائے گا جس طرح کہ اُس نے اس سے قبل تیرے دادا ابراہیم و  
اسحق (علیہما السلام) پر (اپنی نعمتیں) پوری فرمائیں۔“ (سورۃ یوسف، آیات ۶ تا ۶)

اللہ اکبر! قرآن پاک کا اسلوب بیان کس قدر نرالا اور بے مثل ہے۔ یہ تو ترجمہ پیش کیا  
گیا ہے۔ اگر آپ عربی دان ہیں تو متن قرآنی میں اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے، آپ کو ان الفاظ  
میں فصاحت و بلاغت کا ایک مٹھا مٹھیں مازنا ہوا سمندر نظر آئے گا۔

بائبل کے بعکس قرآن پاک نے ثابت کیا کہ خواب سُن کر حضرت یعقوب (علیہ السلام) نہ تو ناراض  
ہوئے اور نہ اپنے لخت جگر کو ڈانٹا، بلکہ بڑے ملائم انداز میں سمجھایا کہ اس خواب کو بھائیوں سے پوشیدہ  
رکھنا کہ کہیں شیطان اُن کے دل میں حسد کی آگ نہ بھڑکادے اور ساتھ ساتھ خوش خبری بھی سنائی  
کہ میرے بیٹے! تیرا یہ خواب تیرے بلندی مرتبہ و مقام کی دلیل ہے۔ سو وہی کچھ ہوا کہ جس کی حضرت  
یعقوب (علیہ السلام) پیشین گوئی فرما چکے تھے۔

اس خواب کے بعد بائبل نے جو واقعہ بیان کیا ہے، وہ مختصر ترین الفاظ

بائبل

میں یوں درج ہے: ایک دن برادرانِ یوسف بکریاں چراتے ہوئے دور دورے  
گئے۔ حضرت یعقوب (علیہ السلام) کی خواہش اور حکم پر حضرت یوسف (علیہ السلام) اپنے بھائیوں  
کی تلاش میں نکلے، بھائیوں سے ملے، تو انہوں نے ان کو پکڑ کر ایک گڑھے میں ڈال دیا۔ اتنے  
میں ایک قافلے کا ادھر سے گزر ہوا۔ بعض بھائیوں نے یوسف (علیہ السلام) کو گڑھے سے نکالا اور  
اہل قافلہ کے ہاتھ بیس روپے میں فروخت کر دیا۔ پھر سب بھائیوں نے متفقہ طور پر بکرا  
ذبح کر کے حضرت یوسف (علیہ السلام) کی قبا کو ایک بکرے کے خون سے آلودہ کر لیا اور گھر  
آ کر حضرت یعقوب (علیہ السلام) سے کہا کہ دیکھو یہ کس کی قبا ہے؟ آگے بائبل کے الفاظ ہیں:

” اور اُس نے اسے پہچان لیا اور کہا یہ تو میرے بیٹے کی قبا ہے، کوئی برادر نہ

اُسے کھا گیا۔ یوسف بے شک پھاڑا گیا۔ تب یعقوب نے اپنا پیرا ہن چاک

کیا اور ٹاٹ اپنی کمر سے لپیٹا اور بہت دنوں تک اپنے بیٹے کے لیے ماتم کرتا

رہا اور اُس کے سب بیٹے بیٹیاں اُسے تسلی دینے جاتے تھے، پر اُسے تسلی نہ

ہوتی تھی۔ وہ یہی کہتا رہا کہ میں تو ماتم کرتا ہوا قبر میں اپنے بیٹے سے جا ملوں گا۔

سو اُس کا باپ اُس کے لیے روزانہ ” (پیدائش ۳۷، ۳۳ تا ۳۵)

بائبل کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ

(۱) یوسف (علیہ السلام) کو خود یعقوب (علیہ السلام) نے حکماً بھائیوں کے پیچھے روانہ کیا تھا حالانکہ

بھائی اپنے ساتھ نہ لے گئے تھے۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بھائی خود ساتھ لے کر نہیں

گئے تھے اور یعقوب (علیہ السلام) کو بھی علم نہیں تھا کہ یوسف (علیہ السلام) بھائیوں تک پہنچا بھی ہے کہ

نہیں، تو خواہ مخواہ برادرانِ یوسف نے آپ کی قمیص کو بکرے کے خون سے آلودہ کر کے اپنے باپ کے

سامنے کیوں پیش کیا؟ باپ کے سوال کرنے پر کیوں نہ کہہ دیا کہ اباجان وہ کونسا ہمارے ساتھ

گیا تھا جو اُس کا ہمیں علم ہو، وہ تو آپ کے پاس تھا۔ انہیں اتنا لمبا چوڑا پلان بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

(۲) برادران یوسف جب یوسف علیہ السلام کی قبا خون آلود کر کے باپ کے سامنے لے گئے تو باپ نے کہا کہ اسے کوئی بڑا درندہ کھا گیا ہے۔ بے شک یوسف پھاڑا گیا ہے۔“ حالانکہ یہ جھوٹ تھا، بے سوچے سمجھے اللہ تعالیٰ کا نبی کوئی بات کیسے کہہ سکتا ہے، جبکہ توراہ سے قطعاً یہ ثابت نہیں کہ یوسف علیہ السلام کی قبا کہیں سے بھی ٹھٹی ہوئی تھی۔ خون آلود سالم قبا کو دیکھ کر کوئی بھی شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ محض اور محض فراٹھ ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ بھیڑ یا انسان کو تو کھا جائے، مگر اس کے پھینے ہوئے کپڑوں پر خراش تک نہ آئے۔

(۳) ”یعقوب علیہ السلام نے اپنا پیرہن چاک کیا اور اپنی کمر سے ٹاٹ لپیٹ کر کئی روز تک ماتم کرتے رہے۔“ حالانکہ یہ بات انبیاء کرام علیہم السلام کے قطعاً شایانِ شان نہیں۔ ان کی طرف صبر کے ساعدوں نے کی نسبت تو کی جاتی ہے اور یہ حقیقت واقعی بھی ہے لیکن بے صبری کا ماتم ایسی برگزیدہ ہستیوں سے ناممکن ہے۔

اب آپ قرآن پاک کے بیان کردہ واقعہ کو پڑھیں اور کسی بھی

## قرآن مجید رُخ سے دیکھیں، بفضلہ تعالیٰ اسے حق و صداقت کا چمکتا ہوا آفتاب پائیں گے۔

قرآن پاک نے بتایا کہ یوسف علیہ السلام کو خود ان کے بھائی شہید اصرار کر کے اور ذمہ داری اٹھا کر ساتھ لے گئے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بھائیوں کے ساتھ بھیجنے پر قطعاً راضی نہ تھے، بلکہ آپ نے اپنے دل کی بات کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے کوئی بھیڑیا وغیرہ نہ کھا جائے یعنی کوئی نقصان نہ پہنچے، اپنے بیٹوں کے سامنے بیان کر دی تھی (تفصیل کے لیے دیکھیں سورۃ یوسف، آیات ۱۰ تا ۱۴)، چنانچہ برادران یوسف آپ کو اپنے ساتھ لے گئے اور ایک اندھے یعنی اندھیرے اور گہرے کنوئیں میں ڈال دیا۔ اب آگے آیات قرآنی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے،

”اور وہ (سب بھائی) رات کو گریہ و زاری کرتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے

اور کہنے لگے کہ اے ہمارے باپ! ہم تو آپس میں دوڑ لگاتے ہوتے آگے نکل گئے اور یوسف کو اپنے مال و متاع کے پاس چھوڑ گئے اور ہماری عدم موجودگی میں، اُس کو بھونے لگا لیا اور آپ ہمارے کہنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، اگرچہ ہم بالکل سچے ہی ہوں اور (برادران یوسف) آپ کے کرتوت پر جھوٹا خون لگالائے (یعقوب علیہ السلام نے کرتا دیکھ کر فرمایا، بلکہ تم نے جھوٹ بولا اور اپنے دل سے ایک بات بناتی ہے۔ اب تو صبری کرو گا اور تمہاری ان باتوں پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔“ (سورۃ یوسف، آیات ۶ تا ۱۸)

اب خود اندازہ فرمائیے کہ حق یہ ہے جو قرآن نے بیان فرمایا ہے یا وہ ہے جو آپ توراہ کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں۔ اس کے بعد اُس الزام کی طرف آئیے کہ جو عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام پر لگایا تھا۔

اختصاراً یہ واقعہ یوں ہے کہ عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف ہر ممکن طریقے سے مائل کرتا اور دعوتِ گناہ دیتی رہی، مگر حضرت یوسف علیہ السلام اس کی بات نہ مانتے تھے۔ ایک دن جبکہ گھر میں کوئی نہ تھا، تو عزیز مصر کی بیوی نے جو کیا، وہ توراہ میں یوں ہے:

”تب اُس عورت نے اُس کا پیراہن پکڑ کر کہا کہ میرے ساتھ ہم بستر ہوؤ وہ اپنا پیراہن چھوڑ کر بھاگا اور باہر نکل گیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ وہ اپنا پیراہن اُس کے ہاتھ میں چھوٹا کر بھاگا گیا، تو اُس نے اپنے گھر کے آدمیوں کو بلا کر ان سے کہا کہ دیکھو، وہ ایک عبری کو ہم سے مذاق کرنے کے لیے ہمارے پاس لے آیا ہے۔ یہ مجھ سے ہم بستر ہونے کو اندر گھس آیا اور میں بلند آواز سے چلانے لگی۔ جب اُس نے دیکھا کہ میں زور زور سے چلا رہی ہوں، تو اپنا پیراہن میرے پاس چھوڑ کر بھاگا اور باہر نکل گیا۔ اور وہ اُس کا پیراہن اُس کے آقا کے گھر کوٹنے تک اپنے پاس رکھے رہی۔ تب اُس نے یہ باتیں اُس سے کہیں کہ یہ عبری غلام جو تولا یا ہے، میرے پاس اندر گھس آیا کہ مجھ سے مذاق کرے۔ جب میں زور زور سے چلانے لگی، تو وہ اپنا پیراہن میرے ہی پاس چھوڑ کر باہر بھاگا

گیا، جب اُس کے آقا نے اپنی بیوی کی باتیں جو اُس نے اُس سے کہیں سُن لیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے ایسا ایسا کیا، تو اُس کا غضب بھڑکا اور یوسف کے آقا نے اُس کو لے کر قید خانہ میں جہاں بادشاہ کے قیدی بند تھے، ڈال دیا، سو وہ وہاں قید خانہ میں رہا۔ (پیدائش ۳۹: ۲۰ تا ۲۰: ۲۰)

بائبل کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ عزیز مصر اور اُس کے دوسرے اہل خانہ (سوائے اُس کی بیوی کے) حضرت یوسف علیہ السلام کو مجرم خیال کرتے تھے اور نہ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اوپر سے الزام دفع کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی کسی دوسرے نے کوئی زیادہ تحقیق کی، لیکن یہی واقعہ قرآن پاک یوں بیان فرماتا ہے:

ترجمہ: "اور وہ (یوسف علیہ السلام) جس عورت کے گھر میں

## قرآن مجید

تھے، وہ اُن کو برا ٹھینتے کرنے لگی تاکہ وہ بے قابو ہو کر اس کی

بات مان جائیں اور اُس نے ایک دن، سب دروازے بند کر دیے اور کہنے لگی، لو آؤ میں تم سے کہتی ہوں (یوسف علیہ السلام نے) فرمایا، اللہ تعالیٰ کی پناہ (یہ کبھی نہیں ہو سکتا) وہ میرا آقا (یعنی تیرا شوہر) میری پرورش کرنے والا ہے، اُس نے مجھے عزت کے ساتھ رکھا ہے، بیشک ظالموں کا بھلا نہیں ہوتا اور بے شک اُس عورت نے اُس کا ارادہ کیا اگر وہ (یوسف علیہ السلام) اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے، تو وہ بھی ارادہ کرتے۔ ہم نے یوں ہی انہیں مشیبا رکھا، تاکہ بُرائی اور بے حیائی کی باتیں اُن سے دُور رکھیں۔ بے شک وہ ہمارے چُنے ہوئے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں اور وہ دونوں دروازہ کی طرف دوڑ پڑے۔ اُس عورت نے (پہڑنے کی کوشش میں) یوسف علیہ السلام کا کرتا پیچھے سے پھاڑ دیا۔ معاً انہوں نے دیکھا کہ عورت کا خاوند دروازے کے پاس (گھڑا) ہے۔ تب اُس عورت نے (خوفاً) کہا (میرے سر تاج بتائیے) کیا سزا ہے اُس کی جو نیری بیوی سے بُرائی کا ارادہ کرے؟ سوائے اس کے کہ اُسے قید کر دیا جائے یا دردناک عذاب دیا جائے (جواباً) آپ نے فرمایا (یہ غلط ہے، بلکہ) اس نے مجھے ورغلانا چاہا تاکہ مجھ کو مطبِ باری کرے۔ تو اُس عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی (یعنی فیصلہ کیا) اگر یوسف

(علیہ السلام) کی قمیص آگے سے پھٹی ہوتی ہے، تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹوں میں سے ہے اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوتی ہے تو عورت جھوٹی ہے اور وہ سچوں میں سے ہے۔ پس جب عزیز مصر نے قمیصِ یوسف کو دیکھا کہ وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو بول اٹھا کہ یہ سب تم عورتوں کا ملکہ فریب ہے۔ بے شک تمہارا بکرہ فریب بہت ہی بڑا ہے (اور اسے) یوسف (پاکدامن) تم درگزر کرو اور اے عورت! تو اپنی غلطی کی معافی مانگ، بے شک تو ہی قصور واروں سے ہے۔“

(سورۃ یوسف - آیات ۲۳ تا ۲۹)

قرآن پاک نے ثابت فرمادیا کہ عزیز مصر اور دیگر اہل خانہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کی بے مثل پاک دامنی کا اظہار ہو گیا تھا اور عزیز مصر نے جرم کی پاداش میں نہیں، بلکہ حقیقت مٹانے کے لیے آپ علیہ السلام کو جیل میں بھیجا تھا۔

اور پھر جب فرعون مصر نے ایک دہشت ناک خواب دیکھا اور اُس کی تعبیر بتانے سے اُس کے سب کاہن و دانشور عاجز آ گئے، تو لاچار اُس نے یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ سے باہر لانے کا حکم دیا، تو اُس وقت آپ نے جس استغناء اور غیرت کا مظاہرہ فرمایا، توراہ میں اُس کا اشارہ تک نہیں، بلکہ توراہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت آپ کی حیثیت معاذ اللہ ایک بال بڑھے ہوئے عزیز اور بھوکے قیدی کی سی تھی اور وہ اشارہ ملتے ہی جیل سے باہر آ گئے۔ ملاحظہ ہو بائبل۔

”تب فرعون نے یوسف کو بلوایا، سو انہوں نے جلد اسے قید خانہ سے باہر نکالا اور اُس نے حجامت بنوائی اور کپڑے بدل کر فرعون کے سامنے

آیا۔“ (پیدائش ۴۱: ۱۴)

(حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں ہی فرعون مصر کے خواب کی

**قرآن مجید** تعبیر اور اُس کا حکیمانہ حل بھی بیان فرمادیا تھا، جسے سن کر،

ترجمہ: ”بادشاہ نے کہا اُسے (یوسف کو فوراً) میرے پاس لے آؤ۔ پس جب (فرعون کا)



قاصد حضرت یوسف کے پاس (جیل میں) آیا، تو آپ نے فرمایا واپس لوٹ جاؤ، اپنے بادشاہ کے پاس اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا معاملہ کیا تھا کہ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ بے شک میرا پروردگار ان کی مکاریوں سے خوب واقف ہے (یعنی پہلے مجھ پر لگے الزام کی تحقیق کرو) بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر) پوچھا تمہیں کیا معاملہ پیش آیا تھا، جب تم نے یوسف (علیہ السلام) کو اپنی مطلب براری کے لیے پہلایا تھا۔ وہ (بیک زبان) بولیں، حاشا للہ! یعنی خدا تعالیٰ کی قسم، ہم نے اس یوسف علیہ السلام میں ذرا بھی بُرائی نہیں پائی۔ (یہ سن کر) عزیز کی بیوی (بے اختیار) بول اٹھی، اب جبکہ اصل بات کھل گئی ہے (صحیح یہ ہے کہ) میں نے ہی ان کا دل لہجھانا چاہا تھا، اس میں شک نہیں کہ یوسف بالکل سچے ہیں (تب یوسف علیہ السلام نے فرمایا) یہ سب (میں نے) اس لیے کیا تاکہ اس کا خاوند (عزیز مصر) جان لے کہ میں نے اُس کی عدم موجودگی میں (اُس کے معاملہ میں) خیانت نہیں کی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں (دغا بازوں) کے مکر و فریب کو کامیاب نہیں ہونے دیتا (پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے کمال خشوع و خضوع سے فرمایا) یہ میں کوئی اپنے نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا (یعنی اس عصمت کو اپنی ذاتی کوشش قرار نہیں دیتا، کیونکہ) نفس تو بُرائی کی طرف بڑھتی کرتا ہی ہے، مگر وہ (تو بچا ہی رہتا ہے) کہ جس پر میرا پروردگار رحم فرمادے، بے شک میرا پروردگار بڑا ہی غفور رحیم ہے۔“ (سورۃ یوسف، آیات ۵۰ تا ۵۳)

سُبْحَانَ اللّٰهِ تَعَالٰی! قرآن پاک میں یہ واقعہ پڑھیے، تو ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مقام نبوت و رسالت کی جن رفعتوں اور عظمتوں کا پتہ قرآن حکیم کے بیان سے چلتا ہے۔ ان کا توراہ میں نام و نشان تک نہیں۔ بائبل نے اس کے بعد والا واقعہ جو بیان کیا، وہ بھی منصب رسالت کے شایانِ شان نہیں، اس میں کئی جگہ کمی بیشی کی گئی ہے، مثلاً جب برادرانِ یوسف غلہ لینے کے لیے دربارِ یوسفی میں پہنچے تو آپ نے انہیں پہچاننے کے باوجود فرمایا: "تم جاسوس ہو" بھائیوں نے اپنی صفائی پیش کی، تب بھی یہی کہا کہ "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم

جاسوس ہو۔“ پھر کہا: ”فرعون کی حیات کی قسم تم یہاں سے جانے نہ پاؤ گے۔ جب تک کہ سب سے چھوٹا بھائی یہاں نہ آجائے۔ سو اپنے میں سے کسی ایک کو بھیجو کہ وہ تمہارا بھائی کو لے آئے اور تم قید رہو تاکہ تمہاری باتوں کی تصدیق ہو کہ تم سچے ہو یا نہیں، ورنہ فرعون کی حیات کی قسم تم ضرور ہی جاسوس ہو۔“ پھر یوسف علیہ السلام نے اپنی قسموں کی خود ہی تصدیق کی اور سوائے ایک کے سب بھائیوں کو رہا کر دیا۔ (ملاحظہ ہو پیدائش باب ۲۱ آیات ۲۵ تا ۲۷) غور فرمائیے کیا یہ باتیں نبی کے شایانِ شان ہیں کہ وہ چھوٹی قسمیں اٹھائے گا، اور بے گناہ پر جاسوسی کا بدترین الزام قسم اٹھا کر لگائے گا؟ اور پھر خدائے لم یزل کی بجائے بات بات پر فرعون کی زندگی کی قسم کھائے گا؟ پھر آپ بانیل میں اس پورے واقعہ کو پڑھیے، آپ کو تیناثر ملے گا کہ یوسف علیہ السلام نے جو کچھ کیا صرف اور صرف فرعون کی رضا کے لیے کیا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے آپ کو اپنے باپ کو اپنے بھائیوں کو سب کو فرعون کا غلام قرار دیا۔ سب لوگوں کو (خدا کے نہیں) فرعون کے نام پر خرید لیا۔ ان کی زمینیں بھی فرعون کے نام پر خرید لیں، لیکن ان کی زمینیں نہ خریدیں کہ جو فرعون کے پجاری تھے (ملاحظہ ہو پیدائش باب ۴۷) یقیناً یہ سب باتیں منصبِ نبوت کے منافی ہیں اور ان میں تنقیصِ رسالت عیاں ہے۔ بانیل کے عکس

لہ یہاں اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ قرآن پاک سے بھیجی ثابت ہے کہ برادرانِ یوسف پر چوری کا الزام لگایا گیا تھا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی طرف سے نام بنام چوری کا الزام لگانا تو قرآن سے ثابت ہے نہ کہ قرآن پاک سے۔ قرآن پاک کے الفاظ تو یہ ہیں: ثُمَّ اٰذَنَ مُؤَدِّنَ اٰیَتِهَا الْعِيْرَانِکُمْ لَسَاۤرِقُوْنَ ۝ (بیلے) یعنی پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے اہل قافلہ بلاشبہ تم چور ہو۔ فرمائیے اس میں یوسف علیہ السلام کا نام یا ان کی طرف اشارہ کہاں ہے؟ عین ممکن ہے کہ پکارنے والا کوئی ایسا خادم ہو جسے اس واقعہ کا سرے سے علم ہی نہ ہو۔ اس کے باوجود یہ جھوٹ بھی نہیں ہے، کیونکہ اس سے بڑھ کر اور چوری کیا ہو سکتی ہے کہ باپ سے چوری اُس کے بیٹے کو فروخت کر کے رقم بانٹ لی جائے۔ اس لیے قرآن پر قطعاً اعتراض نہیں ہو سکتا۔

آپ قرآن پاک میں اس واقعہ کا مطالعہ فرمائیے، آپ کو ہر ہر آیتِ عصمتِ انبیاء کی محافظ نظر آئے گی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

محترم قارئین! ہم نے یہاں صرف دو واقعات کا سرسری سا جائزہ لے کر موازنہ پیش کیا ہے۔ ان میں پہلا واقعہ تو تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا تھا۔ اور دوسرا واقعہ بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) کے جدِ امجد حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کا تھا کہ جن کی اولاد یہ تمام بنی اسرائیل ہیں۔ انہیں واقعات سے آپ اس گلستاں بائبل کی بہار کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اب ہم اپنے اس دعویٰ کہ "امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی فی الحقیقت محافظِ عصمتِ انبیاء ہیں" کی مزید تصدیق میں بائبل کے حوالہ سے انبیاء کرام علیہم السلام پر لگائے جانے والے ان قبیح اور گھناؤنے الزامات نقل کریں گے کہ اگر آپ ان کو مغالطات بائبل کا نام بھی دے دیں، تو بالکل درست ہوگا۔ اس سے آپ کو یہ بھی اندازہ ہوگا کہ بعثتِ مسطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قبل انبیاء علیہم السلام کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے یہود و نصاریٰ نے انبیاء کو کس حیثیت سے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا تھا۔

توراة میں ہے: "اور نوح کا شکر گاری کرنے لگا اور اُس نے ایک انکار کا باغ لگایا"

## نوح علیہ السلام اور بائبل

اور اُس نے اُس کی بچی اور اُسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آ کر خبر دی۔ تب ستم اور یافت نے ایک کپڑا لیا اور اُسے اپنے کندھوں پر دھرا اور پیچھے کو اُلٹے چل کر گئے اور اپنے باپ کی برہنہ ڈھانچی۔ سو اُن کے منہ اُلٹی طرف تھے اور انہوں نے اپنے باپ کی برہنہ نہ دیکھی۔ جب نوح اپنی بچی کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اُس کے چھوٹے بیٹے نے اُس کے ساتھ کیا تھا، اُسے معلوم ہوا اور اُس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو۔ وہ اپنے

بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہو گا یہ پھر کہا خداوند ستم کا خدا مبارک ہو اور کنعان  
 غلام ہو ۵ خدایافت کو پھیلائے کہ وہ ستم کے ڈیروں میں بسے اور کنعان اُس کا غلام  
 (رپیدائش ۲۰۱۹ تا ۲۰۲۷)

معاذ اللہ تم معاذ اللہ تعالیٰ کہاں نبوت کا ارفع و اعلیٰ مقام اور کہاں یہ گری ہو  
 حرکت۔ اس بات کی تو کسی عام عقلمند آدمی سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ شراب خانہ خراب  
 کے نشتر میں دھت ہو کر تمام کپڑے جسم سے اتار پھینکے اور مادر زاد برہنہ ہو کر دماغ مست قلند کے  
 نعرے لگاتا پھرے اور وہ بھی اپنے ڈیرے میں، جہاں عین ممکن ہے کہ یہ بیٹیاں بھی موجود ہوں  
 چہ جائیکہ ایک بزرگزیدہ نبی کی طرف ایسی بات کی نسبت کی جائے اور اس پر طرہ یہ کہ جس بچے  
 نے والد کی اس حالت کو دیکھ کر اپنے بھائیوں کو اطلاع دی کہ کم از کم برہنہ تو ڈھانپ ہی جائے  
 اُسے بدعا سے نواز دیا جائے۔ پھر دیکھیے کہ بدعا بھائیوں کو اطلاع دینے والے عام کو نہیں  
 بلکہ اُس کے بیٹے کنعان کو ملعون قرار دے دیا، بتائیے کنعان کا اس واقعہ میں کیا کردار تھا؟  
 وہی بات گھرے کوئی اور بھرے کوئی۔“

## حضرت نوح علیہ السلام اور قرآن مجید

قرآن پاک میں نوح علیہ السلام  
 کا ذکر مبارک بہت سی جگہوں

پر موجود ہے۔ سورۃ ۱۱، آیات ۲۵ تا ۴۸ میں آپ کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ قرآن پاک میں آپ  
 کے اسم گرامی سے موسوم ایک پوری سورۃ مبارکہ بھی ہے۔ ہم اس جگہ سورۃ ۷۱ سے چند آیات  
 مبارکہ کا ترجمہ نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

”اور بے شک ہمیں نوح علیہ السلام نے پکارا درد کے لیے، تو ہم کیا ہی اچھے

قبول فرمانے والے ہیں (فریادرس) ہیں اور ہم نے اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے  
 نجات دی اور ہم نے اُن کی نسل کو باقی رکھا اور ہم نے آئندہ آنے والوں میں ان کی تعریف  
 کو باقی رکھا۔ نوح علیہ السلام، پر سلام ہو، تمام جہانوں میں بے شک ہم نیکوں کو ایسا ہی بل دیتے

ہیں۔ بے شک وہ ہمارے (اعلیٰ درجہ کے)

کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔ پھر ہم نے دوسروں (یعنی آپ کے نافرمانوں) کو عزق  
 کر دیا۔“ (سورۃ الصفات، آیات ۷۵ تا ۸۲)

دیکھئے قرآن پاک اُن کی کس انداز میں تعریف فرما رہا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور یانیل  
 حضرت یعقوب علیہ السلام کا

واقعه آپ گزشتہ صفحات میں بھی پڑھ چکے ہوں گے، اب آپ کے خاندان کی طرف منسوب منغلطات بھی ملاحظہ کیجئے؛  
 (یعقوب علیہ السلام فدان ارام سے چل کر کنعان کے ایک شہر سکم کے قریب پہنچے تو اور  
 تباہ کی بیٹی دینہ جو یعقوب سے اُس کے پیدا ہوئی تھی، اُس ملک کی لڑکیوں کو دیکھنے کے لیے  
 باہر گئی۔ تب اُس ملک کے امیر حمور کے بیٹے سکم نے اُسے دیکھا اور اسے لے جا کر  
 اس کے ساتھ مباشرت کی اور اُسے ذلیل کیا اور اُس کا دل یعقوب کی بیٹی دینہ سے لگ گیا  
 اور اُس نے اُس لڑکی سے عشق میں میٹھی میٹھی باتیں کیں۔ اور سکم نے اپنے باپ حمور سے کہا  
 کہ اس لڑکی کو میرے لیے بیاہ لادے۔ اور یعقوب کو معلوم ہوا کہ اُس نے اس کی بیٹی دینہ  
 کو بے حرمت کیا ہے۔ پُر اُس کے بیٹے چوپایوں کے ساتھ جنگل میں تھے۔ سو یعقوب اُن کے  
 آنے تک چُپکار رہا۔“ (پیدائش ۱۳۴، آتا ۵)

معاذ اللہ تعالیٰ! اتنا بڑا حادثہ ہو جائے اور باپ چپکا بیٹھا رہے اور زبان پر حرف تک  
 نہ لائے، بلکہ اپنے بیٹوں کے آنے کا منتظر رہے؛ پھر جب بیٹے آگئے تو کیا ہوا؛ آپ کو تو راہ میں  
 بالکل نہ ملے گا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس معاملہ میں اپنی زبان تک جنبش دی ہو۔  
 البتہ یہ ضرور ہے کہ آپ کے بیٹے غصہ میں آئے، لیکن جب سکم کے باپ نے ان کو اپنے ملک کی  
 لڑکیوں سے شادی اور ان کی بہن دینہ کو ان کی حسب خواہش مہر اور تہیز کا لالچ دیا تو یہی  
 ٹھنڈے ہو گئے اور حمور کو دھوکہ دینے کے لیے یہ شہ پر پیش کی کہ چونکہ تمہارے ملک میں کسی کا

ختنہ نہیں ہوا اور ہم نامختونوں کو اپنی بہن نہیں دیں گے۔ اگر تم ہماری لڑکی سے شادی کرنا چاہو تو تم بھی اور باقی شہر والے بھی ہماری طرح ختنہ کروالو۔ اس بات کو حمور اور اس کے سکم نے بخوشی قبول کر لیا۔ جب اس واقعہ پر دو دن گزر گئے تو آگے توڑا کے الفاظ پر ملاحظہ فرمائیے،

» اور تیسرے دن جب وہ درو میں مبتلا تھے، تو یوں ہوا کہ یعقوب کے بیٹوں میں دینہ کے دو بھائی شمعون اور لاوی اپنی اپنی تلواریں لے کر ناگہاں شہر پر آپڑے اور سب مردوں کو قتل کیا۔ اور حمور اور اس کے بیٹے سکم کو بھی تلوار سے قتل کر ڈالا اور سکم کے گھر سے دینہ نکال لے گئے۔ اور یعقوب کے بیٹے مقتولوں پر آئے اور شہر کو لوٹا، اس لیے کہ انہوں نے ان کی بہن کو بے حرمت کیا تھا۔ انہوں نے ان کی بھینٹ بکریاں اور گائے بیل اور گھوڑے اور جو کچھ شہر اور کھیت میں تھا لے لیا۔ اور ان کی سب دولت لوٹی اور ان کے بچوں اور بیویوں کو اسیر کر لیا اور جو کچھ گھر میں تھا، سب لوٹ کھسوٹ کر لے گئے۔ تب یعقوب نے شمعون اور لاوی سے کہا تم نے مجھے کڑھایا، کیونکہ تم نے مجھے اس ملک کے باشندوں یعنی کنعانیوں اور فزریوں میں نفرت انگیز بنا دیا، کیونکہ میرے ساتھ تو تھوڑے ہی آدمی ہیں، سو وہ مل کر میرے مقابلہ کو آئیں گے اور مجھے قتل کر دیں گے اور میں اپنے گھرانے سمیت برباد ہو جاؤں گا۔ انہوں نے کہا تو کیا اسے مناسب تھا کہ وہ ہماری بہن کے ساتھ کسی کی طرح برتاؤ کرتا۔ (پیدائش ۳۴، ۲۵ تا ۳۱)

اس واقعہ شنیعہ سے چند ایک باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) یعقوب علیہ السلام کی بیٹی دینہ کم از کم تین دن بغیر نکاح کے حمور کے بیٹے سکم کے ہاں رہی، حالانکہ یہ بھی علم تھا کہ وہ دینہ کی عزت لوٹتا ہے اور دینہ نے بھی کسی روج عمل کا اظہار نہیں کیا۔

(۲) یعقوب علیہ السلام نے دینہ کو آزاد کروانے میں قطعاً دلچسپی نہ لی۔

(۳) دینہ کے بھائیوں شمعون اور لاوی نے شہر پر حملہ کر کے بہت سے بے گناہوں کو قتل کیا اور ان کی بیوی بچوں اور مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے اس فعلِ شنیع پر قطعاً ناراض نہ ہوتے، بلکہ اظہارِ ناراضگی اس بنا پر فرمایا کہ یہاں کے باشندے میرے دشمن بن جائیں گے اور مجھے قتل کر ڈالیں گے، لیکن نہ تو ان کو ٹی ہوئی عورتوں یا بچوں کو آذاد کیا اور نہ ہی ان کا مال و دولت ان کو دیا اور نہ ہی دینہ کو کسی قسم کی سرزنش فرمائی۔

یہ تمام کی تمام باتیں ایک ارفع و اعلیٰ مرتبہ رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی کے برگز شاہانِ شان نہیں۔

بائبل نے اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ نبی کی عصمت پر ایک اور حملہ کیا۔

## ایک اور حملہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے روبن کے متعلق توراہ نے بیان کیا،

”اور اسرائیل آگے بڑھا اور عدر کے بروج کی پرلی طرف اپنا ڈیرہ لگا لیا اور اسرائیل کے اس ملک میں رہتے ہوئے یوں ہوا کہ روبن نے جا کر اپنے باپ کی حرم بٹھاہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا۔“ (پیدائش ۳۵: ۲۱-۲۲)

معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ گو یا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے نے اپنی ماں سے بدکاری کی اور اللہ کا نبی خاموش تماشائی بنا رہا نہ تو اپنی بیوی کو ڈانٹا اور نہ اپنے بیٹے کو کوئی سزا دی بلکہ پوری زندگی اس واقعہ کا ذکر تک نہ کیا، البتہ مرنے سے قبل صرف یہ کہا،

”اے اسرائیل کے بیٹو! جمع ہو کر سنو اور اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگائو۔“

اے روبن! تو میرا پہلو ٹھا، میری قوت اور میری شہ زوری کا پہلا پھیل ہے تو میرے رعب کی اور میری طاقت کی شان ہے۔ تو پانی کی طرح بے ثبات ہے، اس لیے تجھے فضیلت نہیں ملے گی، کیونکہ تو اپنے باپ کے بستے پر چڑھا ہے۔ تو نے اسے نجس کیا۔ روبن میرے کچھونے پر چڑھ گیا۔“ (پیدائش ۴۹: ۲۱ تا ۲۴)

دوسرا بیٹا، بائبل نے یہیں پر بس نہیں کیا، بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دوسرے

بیٹے یہودہ کے متعلق تحریر کیا، کہ یہوداہ نے اپنے بیٹے عیسیٰ کی شادی تمر نامی ایک عورت  
 کردی۔ عیسیٰ شریعتاً، اس لیے خدا نے اسے ہلاک کر دیا۔ یہوداہ نے اپنے دوسرے بیٹے  
 ترغیب دی کہ اپنے بھائی کی بیوی سے ہم بستری کرتا کہ تیرے بھائی کی نسل چلے اور یہ حق دیوتا  
 ہے اور یہوداہ کا بیٹا اوتان اپنی بھابھی کے پاس جاتا تو تھا، مگر اپنا لطفہ زمین پر گرا دیتا تھا  
 کہ بھائی کے نام سے نسل نہ چلے۔ اس قصور کی وجہ سے خدا نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ تب  
 یہوداہ نے اپنی بہوتر سے کہا کہ وہ اپنے والد کے گھر چلی جائے، یہاں تک کہ یہوداہ کا بیٹا  
 بالغ ہو جائے۔ تمر اپنے والد کے گھر چلی گئی۔ جب سیدہ بالغ ہو گیا اور تمر کی شادی اس سے  
 کی گئی، تو اسی دوران یہوداہ تمننت کو تیار ہوا، تمر کو علم ہوا، تو وہ تمننت کے راستے میں برقعہ اور  
 جا بیٹھی۔ آگے بائبل کی زبانی سینے،

”یہوداہ اُسے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کسی ہے، کیونکہ اُس نے اپنا منہ ڈانپ  
 رکھا تھا سو وہ راستہ میں اس کی طرف کو پھرا اور اُس سے کہنے لگا کہ ذرا مجھے  
 اپنے ساتھ مباشرت کر لینے دے، کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا کہ وہ اُس کی بہو  
 ہے۔ اُس نے کہا کہ تو مجھے کیا دے گا تاکہ میرے ساتھ مباشرت کرے؟  
 اس نے کہا میں ریور سے بگری کا ایک بچہ تجھے بھیج دوں گا۔ اُس نے کہا کہ اُس  
 کے بھیجنے تک تو میرے پاس کچھ رہن کر دے گا؟ اُس نے کہا کہ تجھے رہن کیا  
 دوں؟ اُس نے کہا کہ اپنی مہر اور اپنا بازو بند اور لٹھی جو تیرے ہاتھ میں ہے  
 اُس نے یہ چیزیں دیں اور اُس کے ساتھ مباشرت کی اور وہ اس سے حاملہ  
 ہو گئی۔ (پیدائش ۱۳۸ تا ۱۵)

تین ماہ بعد یہوداہ کو پتہ چلا کہ اُس کی بہو حاملہ ہے۔ یہوداہ نے بہو کو حلا دینے کا ارادہ کیا

لے بائبل نے کوئی وضاحت نہیں کی کہ تمر کی اُس دیور سے شادی کی گئی تھی یا نہیں، بلکہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ تمر کی دیور یہ تھا  
 کہ وہ اپنے بھائی کے مرنے کے بعد اپنی بھابھی سے ہم بستری کر کے اپنے بھائی کے نام سے نسل پیدا کرے ۱۷ لے جگہ کا نام ۱۸



تو اُس نے مہر، بازو بند اور لاکھی پیش کر دی اور کہا کہ یہ ان چیزوں والے کا کام ہے۔ اس پر یہود اہ نے کوئی سزا نہ دی، چنانچہ تتر کے ہاں جڑواں بچے پیدا ہوئے ایک کا نام فارض تھا اور دوسرے کا زارح (ملاحظہ ہو پیدائش ۳۸، ۱۹ تا ۳۰)

قارئین کرام! آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ مستی کی انجیل، باب اول میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب اسی فارض کی اولاد سے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ ادنیٰ سی جنبشِ قلم نے کتنے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کا خون کر دیا۔

حضرت لوط علیہ السلام اور بائبل کے بڑے برگزیدہ پیغمبر گزرے ہیں

آپ علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی اپنی قوم سے بدکاری ختم کرنے میں صرف فرما دی افسوس پر افسوس کہ بائبل نے آپ کی رفعتِ شان کو قطعاً نظر انداز کرتے ہوئے آپ علیہ السلام پر ایک ایسا گھناؤنا اور خبیث ترین الزام لگا دیا کہ جس کا ذکر کرتے ہوئے ہاتھ کا پتے ہیں، قلم گزرتا ہے اور جسم پر عرشہ طاری ہو جاتا ہے۔ میں اپنے قلم سے ان الزامات کا کبھی ذکر نہ کرتا، لیکن میں دنیا والوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسے دنیا والو سنو! میرے آقا رسولِ عربی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل دنیا کس قدر اندھیہ نگر بنی ہوئی تھی۔ اُس وقت کی دنیا کی بہترین قوم جسے لوگ دینِ سماوی کی محافظ خیال کرتے تھے۔ اُس قوم کی مقدس کتابوں میں کس قدر تحریف ہو چکی تھی۔ خواہشاتِ نفسانیہ کے پجاری بعض علماء یہود نے کیسے گھناؤنے الزام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں پر لگا رکھے تھے۔

یہ میرے آقا رسولِ عربی تاجدارِ مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اور تعلیمات کا صدقہ ہے کہ آج یہود و نصاریٰ بھی ان عبارات پر شرماتے ہیں۔

۱۹۸۶ء کے اواخر میں علامہ احمد دبیات کا مناظرہ امریکہ کی یونیورسٹی میں عیسائی علماء سے ہوا۔ اس مناظرہ کو ایچ کے کئی ٹی وی سٹیشنوں نے ریٹے کیا۔ دورانِ مناظرہ علامہ احمد دبیات نے عیسائی پادری کو دعوت دی کہ وہ بائبل کی ایک مخصوص عبارت پڑھ کر سنائے تو اُسے انعام دیا جائے گا مگر پادری شرم کی وجہ سے عبارت نہ پڑھ سکا۔

نقل کفر، کفر نہ باشد کے مصداق لوط علیہ السلام پر لگاتے جانے والے الزام کی عبارت ملاحظہ  
 ”اور لوط صغیر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اُس کی دونوں بیٹیاں اُس کے ساتھ تھیں  
 کیونکہ اسے صغیر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اُس کی بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب  
 پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں کہ جو دنیا کے دستور  
 کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ اور ہم اپنے باپ کوئے پلائیں اور اُس سے ہم آغوش ہوں  
 تاکہ اپنے باپ کی نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کوئے پلائی اور پہلوٹھی  
 اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی، پر اُس نے نہ جانا، کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی  
 اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش  
 ہوئی، آؤ آج رات بھی اُس کوئے پلائیں اور تو بھی جا کر اُس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ کی  
 نسل کو باقی رکھیں۔ سو آج رات بھی انہوں نے اپنے باپ کوئے پلائی اور چھوٹی گئی اور اُس  
 سے ہم آغوش ہوئی، پر اُس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی، سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے  
 باپ سے حاملہ ہوئیں۔ اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا اور اُس نے اُس کا نام موآب رکھا۔ وہی  
 موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔ اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اس کا نام  
 بن عتی رکھا، وہی بنی عمتون کا باپ ہے، جو اب تک موجود ہیں۔“ (پیدائش ۲۰: ۳۰ تا ۳۸)  
 معاذ اللہ تعالیٰ تم معاذ اللہ تعالیٰ! ذرا سوچیے کہ کیا مذکورہ عبارت اُس توراہ کی ہو سکتی ہے  
 کہ جس توراہ کو قرآن پاک فرماتا ہے، اِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَ نُورٌ لِلنَّاسِ  
 ترجمہ: ”بے شک ہم نے توراہ نازل فرمائی، اُس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی“ (۱۶۰)  
 اور کیا یہ اسی توراہ کی عبارت ہے کہ جسے حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ چالیس روز و شب  
 طویل انتظاک کے بعد کوہ طور سے لے کر آئے تھے؟ یقیناً یہ اُس تورات کی عبارت نہیں ہو سکتی  
 اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم اُس توراہ، زبور اور انجیل پر مکمل ایمان لاتے ہیں کہ جو خدا نے بزرگ و برتر  
 نے نازل فرمائی، لیکن اُس توراہ، زبور اور انجیل کو تسلیم نہیں کرتے جو یار لوگوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔

## حضرت لوط علیہ السلام اور قرآن پاک

قرآن پاک میں بہت سی جگہوں پر حضرت سیدنا لوط علیہ السلام

کا تذکرہ موجود ہے۔ ہم اس جگہ سورۃ الانبیاء کی دو آیات مبارکہ کا ترجمہ نقل کرتے ہیں:

ترجمہ: ”اور لوط علیہ السلام کو ہم نے حکومت اور نبوت کا علم عطا فرمایا اور ہم نے انہیں اس بستی سے نجات دی (کہ جس کے باشندے) گندے کام کرتے تھے۔ بے شک وہ بہت ہی بُرے اور فاسق لوگ تھے اور ہم نے لوط علیہ السلام کو اپنی رحمت کی پناہ میں لے لیا۔ بے شک وہ ہمارے قربِ خاص کے مستحق لوگوں میں سے تھے۔“ (۲۱-۲۵)

قرآن پاک نے ثابت فرمایا کہ لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حفاظت میں اور قربِ خاص میں تھے، اس لیے آپ علیہ السلام سے کسی بھی فعلِ قبیح کا سد و قطعاً ناممکن ہے۔

## حضرت داؤد علیہ السلام اور بائبل

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حفاظت میں اور قربِ خاص میں تھے، اس لیے آپ علیہ السلام سے کسی بھی فعلِ قبیح کا سد و قطعاً ناممکن ہے۔

کتاب رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر زبور شریف نازل فرمائی، مگر موجودہ بائبل کی کتاب ”سموئیل ثانی“ میں ہے:

”اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اُس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی۔ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اُس عورت کا حال دریافت کیا۔ اور کسی نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی بتبع نہیں جو حسی اور یاہ کی بیوی ہے؟ اور داؤد نے لوگ بھیج کر اُسے بلوایا۔ وہ اُس کے پاس آئی اور اُس نے اُس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی کی وجہ سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی، سو اُس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں“ (۲- سموئیل ۱۱: ۵)

سموئیل ثانی کے اسی باب ۱۱ میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عورت کے

خاوندِ حقیقی اور تباہ کو اپنے حضور طلب کیا اور پھر اس بے چارے جاں نثار غلام کو اپنا گناہ چھپانے کی خاطر دھوکے سے قتل کروادیا اور اس کی بیوی سے خود شادی رچالی۔  
(تفصیل ملاحظہ ہو۔ ۲ سموئیل باب ۱۱)

معاذ اللہ تعالیٰ سوچیے! کیا اخلاقِ انبیاءِ ربیبی ہے کہ جس کا نقشہ بائبل نے پیش کیا ہے۔ کیا دنیا والوں کے سامنے اُسوۂ حسنة پیش کرنے والوں کا اپنا کردار ایسا گھناؤنا ہوتا ہے کہ وہ مکان کی چھت پر چڑھ کر اس طرح نظارہ بازی کریں اور پھر خبیروں کی عورتوں سے بگاری کریں اور اپنے گناہ چھپانے کی خاطر ان کے خاوندوں کو قتل کروادیں۔ عیاذ باللہ تعالیٰ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایسے قبیح افعال سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو محفوظ و مامون رکھتا ہے۔ پیغمبر کی شان تو بہت اعلیٰ وارفع ہوتی ہے۔

سموئیل ثانی میں ہے کہ (مذکورہ واقعہ کے بعد ناتق نبی نے توہین پر توہین ایک تمثیل کے ساتھ داؤد علیہ السلام کو ان کی غلطی سے مطلع کیا اور ڈانٹتے ہوئے کہا) ”سو خداوندیوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرے شر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلاف اٹھاؤں گا اور میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسایہ کو دوں گا اور وہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے صحبت کرے گا۔ کیونکہ تو نے چھپ کر یہ کیا، پر میں سارے اسرائیل کے روبرو دن دہاڑے یہ کر دوں گا“ (۲ سموئیل ۱۱: ۱۲، ۱۱: ۱۲) معاذ اللہ تعالیٰ! تم معاذ اللہ تعالیٰ! کیا خدا تعالیٰ کے نبی اسی سلوک کے قابل ہوتے ہیں؟

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ،

اسی کتاب سموئیل ثانی کے باب ۱۳ میں ایک واقعہ مذکور ہوا جو اختصاراً ایوں ہے: حضرت داؤد علیہ السلام کی تمر نامی ایک بیٹی تھی، جو بہت ہی خوبصورت تھی۔ داؤد علیہ السلام کا بیٹا امتون اپنی بہن تھر پر عاشق ہو گیا، مگر اُس کا کسی بھی طرح اپنی بہن پر بس نہ چلتا تھا، چنانچہ اُس نے اپنے چچا زاد یونذب کو اپنا ہماز بنایا اور یونذب کے مشورہ سے اپنے آپ

لے سلیمان علیہ السلام اسی عورت سے پیدا ہوئے، ملاحظہ ہو (۲ سموئیل ۱۳: ۲۴)

کو جھوٹ موٹ کا بیمار بنا لیا۔ جب داؤد علیہ السلام، اپنے بیٹے امنون کی تیمارداری کو آئے تو امنون نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میری بہن تمراپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر مجھے کھلائے، اُسے میرے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ اُس کی بہن تمرا آئی اور کھانا تیار کیا۔ امنون کو کھلانے لگی، تو امنون نے کہا کہ رے میں چل اور اپنے ہاتھ سے مجھے کھانا کھلا۔ یہ بیچاری اندر گئی تو امنون نے اس پر حملہ کر دیا اور چیختی چلاتی اپنی ہمشیرہ کی عزت لوٹ لی اور رُسوا کر کے اسے اپنے کمرے سے نکال دیا۔ داؤد علیہ السلام کو صاحبزادے کی حرکت کا علم ہوا تو صرف غصے ہوئے، مگر کوئی سزا نہ دی۔ دو سال بعد تمر کے بھائی یعنی داؤد علیہ السلام کے دوسرے بیٹے ابی سلوم نے اپنے بھائی امنون کو اسی جرم کی پاداش میں اپنے خادموں سے قتل کروا دیا۔ اس کے بعد ابی سلوم تین سال تک اپنے باپ سے اپنی جان بچانے کے لیے جلا وطن رہا اور بہت عرصہ تک حضرت داؤد علیہ السلام کپڑے پھاڑ کر اپنے بیٹے امنون کی موت پر ماتم کرتے رہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

بائبل مقدس کی ایک اور کتاب سلاطین اول میں ایک افسانہ درج ہے، مناب معلوم ہوتا ہے کہ اُسے بائبل کے اپنے الفاظ میں ہی نقل کیا جائے۔ ملاحظہ ہو:

”اور داؤد بادشاہ بڑھا اور کہن سال ہوا اور وہ اسے کپڑے اڑھاتے پر وہ گرم نہ ہوتا، سو اُس کے خادموں نے اُس سے کہا کہ ہمارے مالک بادشاہ کے لیے ایک جوان کنواری لڑکی ڈھونڈی جائے جو بادشاہ کے حضور کھڑی رہے اور اس کی خبر گیری کیا کرے اور تیرے پہلو میں لیٹ رہا کرے تاکہ ہمارے مالک کو گرمی پہنچے، چنانچہ انہوں نے اسے لڑکی ساری مملکت میں ایک خوبصورت لڑکی تلاش کرتے کرتے شونیت اپنی شاگ کو پایا اور اُسے بادشاہ کے پاس لائے اور وہ لڑکی بہت فیکیل تھی، سو وہ بادشاہ کی خبر گیری اور اُس کی خدمت کرنے لگی، لیکن بادشاہ اُس سے واقف نہ ہوا (سلاطین ۱، اتام)، اسی سلاطین کے دوسرے باب میں ہے کہ داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کے

بیٹے اودوتیانے اس لڑکی شوخیت سے شادی کرنے کی کوشش کی، مگر اودوتیا اپنے بھائی سلیمان کے ہاتھوں مارا گیا۔ (۲: ۲۵ تا ۲۷)

ہم نہیں جانتے کہ آخر اس بائبل مقدس کے مصنفین نے انبیاء کرام **سوچیے!** علیہم السلام کے مقدس و مطہر گھروں کو رندھی خانہ کے منظر میں

کیوں پیش کیا ہے؟ کیا اولوالعزم معجزوں اور اپنے نبیوں کا ان کے دلوں میں یہی مقام اور احترام ہے؟ ذرا سوچیے کہ وہ لوگ جو منکرین خدا ہیں، جو کسی بھی دین سماوی کو تسلیم نہیں کرتے، جب وہ ایسے واقعات پڑھیں گے تو کیا کہیں گے کہ کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو ہدایت دینے کے لیے

ایسے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا گیا تھا؟ کیا انبیاء کرام کی اخلاقی اقدار اس قدر زوال پذیر تھیں؟

حالانکہ وہ کیا جانیں کہ یہ سب تو تخریب کار شیطانی اذہان کی کارستانی ہے۔ اخلاق انبیاء

علیہم السلام کا صحیح ترین نقشہ تو وہ ہے جسے نبی صادق ہادی برحق، ختم الرسل، امام الانبیاء

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے حوالہ سے پیش فرمایا ہے۔

**حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا ذکر**  
**حضرت داؤد علیہ السلام اور قرآن مجید**

ہم ذیل میں بعض آیات مبارکہ کا ترجمہ نقل کرتے ہیں (فرمان خدا تعالیٰ ہے)

ترجمہ: "اور بے شک ہم نے داؤد علیہ السلام، اور سلیمان (علیہ السلام) کو بڑا علم عطا

فرمایا اور ان دونوں نے بطور شکر نعمت، کہا۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں کہ جس نے

ہمیں (علم و نبوت عطا فرما کر) اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔" (۲۷: ۱۵)

سورۃ سبأ میں ہے:

ترجمہ: "اور بیشک ہم نے داؤد علیہ السلام، کو اپنا بڑا فضل اور بزرگی عطا فرمائی (اور ہم

نے حکم دیا)۔ اے پہاڑو! داؤد علیہ السلام، کے ساتھ ہماری طرف رجوع کرو اور اے پرندو!

تم بھی۔۔۔ اور ہم نے ان (یعنی داؤد علیہ السلام) کے لیے لوہے کو نرم فرما دیا۔" (پہلا)

سورۃ "ص" میں ہے:

ترجمہ: "دلے نبی علیک السلام، تم ان (کافروں) کی باتوں پر صبر فرمائیے اور ہمارے انعام یافتہ بندے داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمائیے، بے شک وہ ہمارے بڑے ہی فرمانبردار بندے تھے، بے شک ہم نے پہاڑوں کو مسخر فرمادیا، وہ ان کے ساتھ صبح و شام تسبیح کرتے تھے اور پرند جمع شدہ ان کے فرمانبردار تھے اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط فرمایا اور انہیں حکمت اور قولِ فیصل عطا فرمایا۔" (۲۸/۱۹۶۶)

ملاحظہ فرمائیے آیاتِ قرآنی آپ علیہ السلام کے فضل و شرف کی کیسی عظیم شاہکار ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ  
حضرت سلیمان اور بائبل کے جلیل القدر نبی ہیں۔ بائبل نے

الزام لگایا کہ آپ علیہ السلام آخر عمر میں (معاذ اللہ تعالیٰ) مُرتد ہو گئے تھے اور بتوں کی پوجا شروع کر دی تھی۔ اس کی وجہ بائبل نے یہ بیان کی کہ خدا تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو منع کیا تھا کہ موآبی، عمونی، ادومی، صیدانی اور حیتی (قبائل کی) عورتوں سے تعلق قائم نہ کرنا کہ یہ سب ہی بت پرست ہیں اور تمہیں بت پرستی کی طرف مائل کر لیں گی، مگر سلیمان (علیہ السلام) ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگے۔ اس طرح آپ کی بیویوں کی تعداد سات سو اور لونڈیوں کی تعداد تین سو ہو گئی۔ ایک ہزار عورتوں کے خاوند حضرت سلیمان علیہ السلام بڑھے ہو گئے، نو بیویوں نے ان کو بت پرستی کی طرف مائل کر دیا اور وہ (معاذ اللہ) اس طرف دل سے مائل ہو گئے اور بیویوں کی خاطر بت کے لیے ایک اونچا مقام (مندر) بھی بنوا دیا، حالانکہ خدا نے دوبار ظاہر ہو کر اُسے اس بات سے منع کیا تھا، لیکن سلیمان (علیہ السلام) نہ مانا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سلاطینِ اولیٰ باب ۱۱، آیات ۱۰-۱۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق یہ خیال ان لوگوں کا تھا جو اپنے آپ کو دینِ آسمانی کا خیال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبُّا۟ۤاُ اللّٰہِ یعنی ہم خدا کے بیٹے

اور اُس کے پیارے ہیں، اور وہ لوگ جو عام مشرکین تھے، اُن کے نزدیک سلیمان علیہ السلام ایک ایسے بادشاہ کا نام تھا جو بہت بڑا جادوگر تھا اور اُس نے اپنے جادو کے زور سے اپنی سلطنت کو قائم کر رکھا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور قرآن کریم  
 حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 جب کائنات ہستی میں تشریف

لائے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ پیغمبر سلیمان علیہ السلام پہ لگے ہوئے الزامات کی پُر زور تردید فرمائی اور قرآن پاک کے حوالہ سے فرمایا:  
 ترجمہ: ”اور (جہلا) نے پیروی کی اس (جادو) کی جو سلیمان (علیہ السلام) کے زمانہ حکومت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے (اور یہ کفر ہے) جبکہ سلیمان (علیہ السلام) نے کفر نہیں کیا کیونکہ وہ تو نبی تھے، لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔“ (۱۲۲)

مزید برآں قرآن کریم کی سورۃ النمل پارہ ۱۹ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک طویل قصہ بیان ہوا جو آپ کے تبلیغ رسالت فرمانے اور توحید الہیہ کا منہ بولتا ثبوت ہے اور وہ واقعہ آپ علیہ السلام کے پیغمبرانہ منصب اور بلندی کردار کی ناقابل تردید شہادت پیش کرتا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام اور بائبل  
 انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت  
 کا مقصد دنیا سے کفر و شرک

کو مٹانا، لوگوں کو صراطِ مستقیم کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلانا ہوتا ہے انبیاء کرام علیہم السلام توحید خداوندی کے سب سے بڑے داعی ہوتے ہیں۔ وہ بت پرستی، شرک و بدعت کے قلع قمع کرنے کے لیے جان تک کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتے، ان جلیل القدر پیغمبروں میں سے ایک حضرت ہارون علیہ السلام بھی ہیں۔ افسوس کہ بائبل نے توحید الہیہ کے علمبردار اس نامور پیغمبر پر بت گری، بت پرستی اور لوگوں کو شرک کی دعوت



دینے کا بدترین الزام لگا دیا۔

توراة میں ہے (موسیٰ علیہ السلام کو ہر طور پر گئے تو) ”اور لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگا دی تو وہ ہارون (علیہ السلام) کے پاس جمع ہو کر اُس سے کہنے لگے، اُمٹھ ہمارے لیے دیوتا بنا دے، جو ہمارے آگے آگے چلے، کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو

جو ہم کو ملکِ مصر سے نکال کر لایا گیا ہے ہارون نے اُن سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں، اُن کو اتار کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ اُن کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے۔ اور اُس نے اُن کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی۔ تب وہ کہنے لگے اے اسرائیل! یہی وہ تیرا دیوتا ہے جو تجھ کو ملکِ مصر سے نکال کر لایا ہے یہ دیکھ کر ہارون نے اُس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اُس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لیے عید ہوگی۔ اور دوسرے دن صبح سویرے اُمٹھ کر انہوں نے قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گزاریں۔ پھر ان لوگوں نے کھایا پیا اور اُمٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے۔“ (خروج ۱۳۲ تا ۱۶۱)

توراة کے بیان سے ثابت ہوا کہ بچھڑا بنانے والے اور اُس کی پوجا کا حکم دینے والے خود ہارون علیہ السلام تھے۔ نیز آپ کی ترغیب سے لوگوں نے بچھڑے کی مھینٹ جانور بھی چڑھائے اور اُس مھینٹ کو کھایا بھی۔

بچھڑے کے پوجنے اور بنائے جانے کا واقعہ قرآن مجید میں

حضرت ہارون علیہ السلام اور قرآن پاک

بھی مذکور ہوا۔ ہم اس سلسلے میں سورۃ طہ کی چند آیات مقدسہ کا ترجمہ نقل کرتے ہیں:

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کوہ طور پر ہی اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جب اپنی قوم کی

گمراہی اور گمراہی کا پتہ چلا

ترجمہ: ”تو موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے افسوس کرتے ہوئے آئے

(اور اپنی قوم سے) فرمایا، کیا تمہارے پروردگار نے تم سے (کتاب دینے کا) اچھا وعدہ فرمایا تھا کیا تم پر کوئی بہت لمبی مدت گزرتی تھی یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے غضب اترے۔ پس تم نے میرے وعدے کے خلاف کیا۔ قوم نے عرض کیا کہ ہم نے اپنے اختیار سے آپ سے وعدہ خلافی نہیں کی (دراصل، ہم سے قوم (فرعون) کے زیورات کا بوجھ اٹھوایا گیا تھا۔ ہم نے اُسے پھینک دیا۔ پھر اسی طرح سامری نے بھی زیور راگ میں، ڈال دیا۔ پھر اُس نے اس زیور سے) اُن کے لیے بے جان بچھڑے کا ایک جسم بنایا، اُس کی آواز گائے کی طرح تھی پھر (سامری اور اُس کے ساتھی) کہنے لگے کہ یہی تمہارا معبود ہے اور موسیٰ (علیہ السلام) کا معبود بھی یہی ہے تو وہ اُسے بھول گئے۔ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ بچھڑا نہ تو اُن کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ہی اُن کے لیے نفع یا نقصان کا مالک ہے اور اس میں شک نہیں کہ ہارون علیہ السلام نے ان لوگوں) سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! تم اس (بچھڑے) کی وجہ سے فتنہ میں پڑ گئے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار تو رحمان ہی ہے۔ پس تم میری پیروی کرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ (بنی اسرائیل) کہنے لگے، ہم اس (بچھڑے کی عبادت) پر اُس وقت تک جھے بیٹھیں گے کہ موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے پاس لوٹ کر آجائیں۔“ (سورۃ عنکبوت آیات ۸۶ تا ۹۱)

قرآن پاک نے واضح ترین الفاظ میں ثابت فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا دامن عصمت، بت گری یا بت پرستی یا ترغیب بت پرستی کے غلیظ دھبہ سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ بچھڑا بنانے والا بد بخت سامری ہے، جبکہ حضرت ہارون علیہ السلام تو لوگوں کو قطعاً بت پرستی سے منع کرنے والے اور اس کے انجامِ بد کی خبر دینے والے ہیں۔

مذکورہ بالا بحث سے نتیجہ اخذ ہوا کہ بائبل کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کا معصوم ہونا کوئی شرط نہیں، شیطان کا اُن پر بھی ویسا ہی تسلط ہے جیسا کہ ایک عامی شخص پڑا ہی لیے اُن کا حکم یا فعل قابلِ عمل یا لائقِ تحسین نہیں اور وہ دنیا کے لیے کامل ترین نمونہ نہیں بن سکتے۔ اُن کے اندر بھی خامیاں پائی جاتی ہیں اور

غلظت ترین غلطیاں بھی -

یہ تمام تر خیالات خدائے بزرگ و برتر جل شانہ کے محبتی بندوں انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں بدترین توہین کا درجہ رکھتے ہیں اور ہمارے اس دعویٰ کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل الا ماشاء اللہ عام انسان کی نگاہ میں بھی انبیاء علیہم السلام مطعون تھے۔ اُس زمانے میں بہت کم ایسے لوگ تھے کہ جو ان خرافات کی تردید کرتے تھے اور ان کو باطل و اہیہ خیال کرتے تھے۔

لیکن بعثتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پورے عالم میں ڈنکا بجا دیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور ان کی عصمت کی براہِ راست خدا حفاظت فرماتا ہے۔ اس ثبوت کے لیے حضور امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر اپنی ذاتِ مقدسہ کو پیش فرمایا اور اپنی نبوت کا اعلان فرمانے سے قبل اہلِ یونیا کے سامنے اپنی ذاتِ بابرکات ستودہ صفات اور اپنے بے مثل اور عظیم الفطیر کردار کو پیش فرمایا اور یہ چیلنج دیا، گویا کہ فرمایا اے اہلِ مکہ! میری زندگی کے چالیس سال تمہاری نگاہوں کے سامنے گزرے ہیں۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ میری زندگی کے ان چالیس سالہ دور سے کوئی ایک لمحہ بھی ایسا دکھا دو کہ جس میں مجھ سے کوئی ایک رذیل فعل سرزد ہوا ہو۔ مجھے کوئی ایسا چھوٹے سے چھوٹا واقعہ ہی بتاؤ کہ جو میری امانت داری اور سچائی کا شاہکار نہ ہو کہ جس میں میری طرف جھوٹ یا بددیانتی کا اشارہ تک بھی ملتا ہو، مگر آسمان شاہد ہے اور زمین گواہ ہے کہ اس جہمِ غفیبے کوئی بھی شخص یہ نہ کہہ سکا کہ تمہارے اندر فلاں نقص ہے یا کبھی تھا، حالانکہ بدترین دشمن بھی موجود تھے اور بہترین دوست بھی۔ دامنِ کوہ میں موجود اہلِ مکہ کے اُس تاریخی اجتماع نے جب بیک زبان یہ اقرار کر لیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آج تک کوئی اور کسی قسم کی بھی کوتاہی نہ ہوئی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جان لو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ گویا

لے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ یہ ہیں، فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

کہ حضور سرور کونین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر یہ ثابت فرمادیا کہ جو اللہ تعالیٰ کا نبی ہوتا ہے، اُس کا آئینہ کردار نہایت صاف و شفاف اور افعالِ قبیحہ و ذلیلہ کے زنگار سے بالکل محفوظ و مامون ہوتا ہے اور جس کے اندر افعالِ مذمومہ و خبیثہ پائے جاتیں، وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہوا ہی نہیں کرتا۔

**اعلانِ خداوندی** خدائے بزرگ و برتر جل شانہ نے جب ابلیس لعین کو مردود بارگاہِ قرار دے کر اُسے مقامِ عزت سے نکال دیا تو اُس نے اپنے لیے طویل زندگی مانگ کر بارگاہِ رب العزت میں قسم اٹھا کر کہا کہ میں نسلِ انسانی کو گمراہ کر دوں گا۔ خدائے لم یزل جل شانہ نے فرمایا، جس کا مفہوم ہے کہ جاہلِ ممکنہ کو شش کر، جسے چاہے گمراہ کر، مگر یاد رکھ! جو میرے مجتبیٰ (چنے ہوئے) بندے ہیں، اُن پر تیرا ہرگز تسلط نہ ہو سکے گا۔ سورۃ الحجر میں ہے:

قَالَ رَبِّي بِمَا آغْوَيْتَنِي  
لَأُتْرَقَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ  
وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ  
إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِينَ  
قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيْكَ  
مُسْتَقِيمٌ إِنَّ عِبَادِي  
لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ  
إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ  
(۱۵/۳۹ تا ۴۴)

ابلیس، بولا اے میرے رب مجھے قسم ہے اس کی جو تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور زمین میں ان (انسانوں) کو (گناہ) خواہ صورت بنا کر دکھاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر جو تیرے خالص (چنے ہوئے) بندے ہیں (وہ بچے رہیں گے)، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ راہ (ہدایت) سیدھا میری طرف آتا ہے۔ بے شک میرے (مجتبیٰ) بندوں پر تیرا کچھ بھی بس نہیں چلے گا (تیری نہیں مانیں گے، سوائے ان کے جو گمراہ ہیں۔)

سورۃ بنی اسرائیل میں شیطان لعین کی رسی کو دراز کرنے کا ذکر فرما کر پھر تنبیہ فرمائی کہ

”اے ابلیس، بے شک میرے خالص بندوں  
پر تیرا کوئی قابو نہیں چلے گا اور (اے محبوب  
علیک السلام) آپ کا رب کار سازی کے لیے کافی ہے“

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ  
عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ط وَكَفٰى  
بِرَبِّكَ وَكِيلًا ه ۱۵

سورہ ص ”میں شیطان لعین کا اعلان اور اقرار بایں الفاظ مذکور ہے۔

ابلیس نے، کہا کہ (اے اللہ تعالیٰ) مجھے تیری  
عزت کی قسم ہے کہ میں ان تمام (انسانوں) کو  
گمراہ کر دوں گا، مگر ان میں جو تیرے خالص

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا أُغْوِيَنَّهُمْ  
جَمْعَيْنِ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ  
لَمُخْلِصِينَ ه ۳۸  
۸۲-۸۳

(چنے ہوئے) بندے ہیں، وہ (میرے شر سے محفوظ رہیں گے)“

قرآن عظیم کے بار بار کے اس اعلان سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے انبیاء  
علیہم السلام سے افعالِ شیطانی کا صدور ناممکن ہے۔ شیطان لعین ان پر تسلط نہیں جاسکتا  
اور اس چیز کا اقرار شیطان لعین نے خود بھی کیا ہے۔

اس کے برعکس موجودہ بائبل نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق جو ریکارڈس

دیتے، وہ آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

## باب ششم

# حُدیہ مبارک امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضور سید عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مصوّر حقیقی، خلاق عالم جل شانہ نے ہر لحاظ سے کامل و اکمل ترین انسان پیدا فرمایا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَإِحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْبِي  
وَإَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النَّسَاءُ  
خُلِقْتَ مَبْرَأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ  
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

”یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم دائماً ابداً، آپ سے زیادہ حسین و جمیل میری آنکھ نے سرگرم نہیں دیکھا (بلکہ) اور (حق یہ ہے کہ آپ سے زیادہ حسین کسی عورت نے جناب ہی نہیں) یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، آپ کو ہر عیب سے محفوظ و مامون پیدا کیا گیا ہے، گویا کہ آپ کو آپ کی مرضی کے عین مطابق پیدا کیا گیا ہے۔“

حضور نبی رحمت، جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ نذرانہ عقیدت کوئی محض شاعرانہ تخیل نہیں ہے، بلکہ حقیقت واقعی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل تعریف کرنا امکان انسانی و ملکوتی سے ماوریٰ ہے، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف تو خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کس قدر صحیح بات فرماتی ہے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ

مَا نَ مَدَحَتْ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي  
لَكِنْ مَدَحَتْ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدٍ

یعنی میں اپنے اشعار مقالات سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف نہیں کرتا، لیکن (بلکہ) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی (کے صدقہ) سے اپنے اشعار (مقالہ) کی تعریف کرتا ہوں (یوں کہ اُن کا نام آنے سے میرا مقالہ قابل تعریف بن جاتا ہے)۔

حضرت مند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے

**حلیہ مبارک**

شاندار تھے اور دوسروں کی نظر میں بھی بلند مرتبہ والے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا روتے انور چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن و تاباں تھا۔ حضرت ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت بیان کریں، تو وہ فرماتے لگیں: بیٹے! اگر تم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روتے تاباں کو دیکھتے تو یوں محسوس کرتے کہ گویا سورج نکل آیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس وقت خوش ہوتے تو رخِ زیبا چمکنے دیکھنے لگتا۔ یوں معلوم کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا روتے انور چاند کا ٹکڑا ہے۔

اے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صلیہ شریفہ کے متعلق اس بندۂ ناچیز مولف کتاب ہڈانے اپنی پہلی تالیف ”رہبر زندگی مع طب نبوی میں قدس تفسیلاً ذکر کیا، شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں اسی کتاب کے حوالے سے نقل کیا جا رہا ہے اور یہ اس لیے کہ اس ناچیز کے خیال میں کسی بھی سستی کی سیرت کی کتاب میں صاحب سیرت کے صلیہ کا درج ہونا بھی ضروری ہے۔ خیال رہے کہ ”رہبر زندگی میں“ مضمون ان کتب کے حوالہ سے درج ہے: قد آن پاک تجاری مسلم، ابن ماجہ، ترمذی، دارحی، مشکوٰۃ، ابن سعد، بیہقی، ابی نعیم، ابن عساکر، طبرانی، بحوالہ خصائص کبریٰ جز اول و ثانی، مؤاہب لدینیہ مدارج النبوة۔

حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قدم مبارک درمیانے قدموں سے کسی تو  
لمبا اور زیادہ طویل قامت سے قدموں سے چھوٹا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سر  
اعتدال کے ساتھ بڑا اور بال ہلکے سے گھنگریالے تھے۔ اگر سر مبارک کے بالوں میں خود یا آسان  
سے مانگ نکل آتی، تو رہنے دیتے، ورنہ خود بتکلف نہ نکالتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے  
بال نرم، سیاہ اور ملائم تھے۔ اگر بال کٹوانے میں دیر ہو جاتی تو کانوں کی لو سے تجاوز کرتے ورنہ نہیں۔

۱۔ میرے آقا رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مومن مبارک سر (کشمیر) میں حضرت بل شریف میں  
موجود ہے۔ بل کشمیری زبان میں بال کو کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے اس جگہ کو درگاہ حضرت بل شریف کہتے ہیں۔ یہ  
مومن اقدس شیشے کی ایک نلی میں رکھا گیا ہے۔ وہ نلی چاندی کی ایک چھوٹی سی صندوقچی میں بند ہے اور یہ صندوقچی  
چاندی کی ایک بڑی صندوقچی میں بند ہے اور اسے مسجد کے حجرے میں رکھا گیا ہے۔ اس حجرے کے دروازے پر برقت  
پہرا لگا رہتا ہے، کیونکہ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مومن مبارک چوری ہو گیا، تو کشمیر میں گویا قیامت آگئی تھی اور پورے  
بھارت میں احتجاجی مظاہروں نے حکومت کو ہلا کر رکھ دیا تھا، چنانچہ حکومت نے ایک ہفتہ کے  
اندر اندر مومن مبارک کو برآمد کر لیا تھا۔ محمد حسام الدین صاحب جوہر نے اپنی کتاب ”دوسرا مدینہ“ میں  
اس مومن مبارک کے بارے میں لکھا کہ مدینہ منورہ میں ایک بزرگ سید عبد اللہ تھے۔ نسل بعد نسل ان کے پاس  
تین نہایت قیمتی تبرکات چلے آتے تھے۔ ان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مومن مبارک بھی تھا۔  
۱۹۳۲ء میں خلیفہ وقت کی ناراضگی کی بنا پر سید عبد اللہ کو مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا۔ آپ تبرکات کے ہمراہ ہندوستان  
تشریف لے آئے۔ یہ شاہ جہاں کا دور حکومت تھا۔ بادشاہ نے آپ کو بیجاپور میں جاگیر دے دی۔ سید  
عبد اللہ کی وفات پر یہ تبرکات ان کے صاحبزادے سید حامد کی تحویل میں آگئے۔ سید حامد غربت کا شکار ہو گئے  
تو سترھویں صدی کے اواخر میں سید حامد نے اپنی مشکلات ایک کشمیری تاجر خواجہ نور الدین سے بیان کیں۔  
خواجہ صاحب نے دل کھول کر سید صاحب کی مدد کی اور تبرکات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور  
ہر وقت مومن مبارک کو حاصل کرنے کے لیے بے چین رہنے لگے۔ خواجہ صاحب نے سید حامد سے اپنی اس  
تمنا کا اظہار بھی کیا، مگر سید صاحب نے مومن مبارک دینے سے صاف انکار کر دیا (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)



آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک نہایت صاف اور چمکدار تھا۔ حسین مبارک انتہائی خوبصورت اور کشادہ تھی، جبکہ ابرو مبارک خمدار، باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے، ایک دوسرے سے پیوستہ نہیں تھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ (ناڑ) تھی، جو غصہ کے وقت ابھر آتی تھی۔ بینی شریفہ (یعنی ناک مبارک) بلندی مائل تھی، اُس پر ایک چمک اور نور تھا (جیسا کہ چاند کے گرد اگر دہوتا ہے) پہلی نظر دیکھنے والا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بلند ناک والا خیال کرتا، لیکن بغور دیکھنے پر پتہ چلتا کہ یہ نور اور حُسن و رعنائی کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے، ورنہ حقیقتاً زیادہ بلند نہیں بلکہ معتدل ہے۔

(باقی حاشیہ گزشتہ صفحے سے) اس دوران سیدہ عامدہ نے حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس تاجر کو مایوس نہ کرو، یہ مقدس تبرک اسے دے دو" اس طرح یہ موتے مبارک خواجہ نور الدین کو مل گیا۔ خواجہ صاحب اسے لے کر اپنے وطن کشمیر کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں چند روز لاہور میں قیام کیا۔ شہنشاہ اوزنگ زیب عالمگیر ان دنوں لاہور میں تھے، انہوں نے خواجہ صاحب کو دربار میں طلب کیا اور تحقیق کے لیے موتے مبارک کو آگ پر رکھا، مگر اس پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ دھوپ میں رکھا گیا، تو غیب سے بادل کے ٹکڑے نے نمودار ہو کر اس پر سایہ کر دیا۔ درود شریف کے دید پر موتے مبارک میں جنبش پیدا ہو گئی۔ غرض جب شہنشاہ کو موتے مبارک کے اصلی ہونے پر اطمینان ہو گیا، تو کہا کہ اس مقدس بال کے سامنے میری تمام سلطنت، تاج و تخت اور جان و مال سب کچھ تیج ہے اور حکم دیا کہ اجمیر شریف لے جا کر یہ موتے مبارک حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کے روضہ میں رکھا جائے۔ اس موتے مبارک کو لے کر اجمیر شریف پہنچے ابھی نواں دن تھا کہ شہنشاہ اوزنگ زیب عالمگیر کو خواب میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم نے خواجہ کا دل توڑ دیا جو میری محبت سے معمور تھا۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ خواجہ کی وصیت پوری کرو" (اس اتنا۔ میں خواجہ وفات پا چکے تھے، شہنشاہ نے صبح ہوتے ہی اجمیر شریف سے موتے مبارک منگوایا اور اسے صندوق کے صندوق میں بند کیا اور خواجہ نور الدین مشاہدی کی میت کے ساتھ کشمیر روانہ کر دیا۔ یہ موتے مبارک باغ صادق خاں (سہیلگرہ) کی مسجد میں رکھا گیا اور خواجہ کو مسجد کے باغ میں دفن کر دیا گیا اور جلد ہی اس مسجد کا نام حضرت بل پرگیا (دوسرا پتہ)

حضورِ خواجہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ریشِ انور (یعنی داڑھی مبارک) بھر لوہے اور گنجان بالوں والی تھی۔ ”وظائف النبی“ میں ہے کہ ریشِ اقدس کی لمبائی طبعاً چار انگلی تھی۔ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (فداہ امتی و ابی) کی مبارک آنکھیں، انتہائی خوبصورت، حسین، قدرتِ الہی سے سُریں اور پلکیں دراز تھیں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں روتے ناباں کی طرف دیکھتا، تو خیال کرتا کہ شاید آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آنکھوں میں سرمہ ڈالا ہوا ہے، حالانکہ سرمہ نہیں ڈالا ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کی پتلیاں نہایت سیاہ اور آنکھوں کی سفیدی میں سُرخ ڈورے پڑے ہوتے تھے۔ رخسارِ انور نرم اور مہوار تھی۔ دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ اور دہان مبارک نہایت خوبصورت، باریک اور آبدار مونیوں کی طرح چمکتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے والے دانتوں میں ذرا سا فصل تھا، یعنی بالکل گنجان نہ تھے، بلکہ کچھ کشادہ تھے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تو ایک نور سدا اچھل اچھل کر، دانتوں کے درمیان سے نکلتا ہوا نظر آتا تھا۔

حضورِ روحِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گردن شریفہ بہت ہی خوبصورت، صاف اور رنگ میں چاندی جیسی اُجلی تھی۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اعضاء نہایت متناسب اور پُر گوشت، جسم گٹھا ہوا، پیٹ اور سینہ انور مہوار تھے، البتہ سینہ انور فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان قدرے زیادہ فاصلہ تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط اور اعظم تھیں، کپڑوں کے باہر کا حصہ بھی روشن اور چمکدار تھا، سینہ اور ناف کے درمیان لکیر کی طرح بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ اس کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں، کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر کچھ بال تھے۔

حضرت محمدش کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مقام جبرائیل میں رات کے وقت عمرے کا احرام باندھا۔ میں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشتِ انور کی طرف دیکھا، وہ (چاند کی روشنی میں) چاندی کی ڈلی کی طرح چمک رہی تھی۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شکمِ انور کو دیکھتی تو لافاست و خوبصورتی کی وجہ سے، یوں معلوم ہوتا جیسے اوپر تلے سفید کاغذ پیسے ہوئے ہوں۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کلاسیاں دراز، پر گوشت اور ایسے ہی پاتے اقدس بھی پر گوشت اور گداز تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لابی، تلوے قدرے گہرے اور قدم مہوار تھے۔ قدموں کے ملائم اور مستحضر ہونے کی وجہ سے پانی ان پر نہ ٹھہرتا تھا، بلکہ فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے (اور مہچولوں لدی شاخ کی طرح) تھوڑا سا آگے کو جھک کر چلتے تھے۔ قدم مبارک آہستہ زمین پر رکھتے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیز رفتار تھے۔ قدم کشادہ رکھتے تھے اور چھوٹے چھوٹے قدموں سے نہ چلتے تھے۔ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے، تو پورے بدن سے متوجہ ہوتے، نظر نیچے رکھتے اور نظر آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ شریفہ گوشہ چشم سے ملاحظہ فرمانے کی تھی، چلنے میں صحابہ کو آگے کر دیتے اور خود کمالِ شفقت سے پیچھے چلتے جس سے ملنے سلام کرنے میں ابتدا فرماتے۔

حضرت جابر بن سمروہ، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن مسرور رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان بائیں شانے کی نرم پٹی کے پاس بند مٹھی یا بیضہ کیونز کی مثل مہر نبوت تھی۔ اس کے

گرداگرد مستوں کی طرح تل تھے۔“ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ قدر حسن جمالہ

## ذاتِ لاثانی

حضورِ خواجہ کو نین سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
پسینہ مبارک کے جسمِ انور سے ہر وقت (مشک و عنبر سے بھی ارفع علیٰ)

بھینی بھینی خوشبو آتی رہتی تھی حضرت ابی لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں بھی کبھی  
یا بازار سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گزر جاتے، تو بعد میں گزرنے والے اس کو یہ  
کو (مخصوص) خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ جاتے کہ ابھی ابھی اس راہ گزر سے ہمارے آقا و مولیٰ  
(فداہِ رُوحی و جسدی) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا ہے (خصائص کبریٰ)  
ابو لعلی، طبرانی، ابن عساکر، حضرت ابی ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت فیضِ درجت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ  
(صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) میں نے اپنی لڑکی کی شادی کرنی ہے (میرے پاس از قسم خوشبو  
کچھ نہیں) آپ میری مدد فرمائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس چوڑے  
مٹنہ والی شیشی اور لکڑی لاؤ، چنانچہ وہ شخص دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے دونوں بازوؤں سے پسینہ نچوڑ کر اس شیشی میں ڈالنا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا، اسے لے جاؤ اور  
اپنی بیٹی سے کہہ دو کہ وہ اس لکڑی کو اس شیشی میں بھگوئے اور خوشبو لگائے۔ مردی ہے کہ جب  
بھی یہ خوشبو استعمال کی گئی، تو اس محلہ سے گزرنے والے تمام اہلِ مدینہ اس خوشبو کی مہک کو  
محسوس کرتے تھے، چنانچہ اس گھر کا نام (کہ جہاں وہ لڑکی رہتی تھی) اہلِ مدینہ نے ”بیتِ المطیبین“  
(یعنی خوشبوداروں کا گھر) رکھ دیا۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ اول)

حضورِ پرنور (فداہِ اُمّی و ابی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمًا ابداً  
لُعَابِ دہن کا مقدس و مطہر لعابِ دہن انتہائی خوشبودار اور محترم معجزہ تھا۔

لہٰ لعابِ دہن شریفہ سے متعلق کچھ معجزات باب دوم میں گزر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

اُمّ عاصم زوجہ عتبہ بن فرقد سلمیٰ بیان کرتی ہیں کہ ہم چار عورتیں عتبہ کی زوجیت میں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی کہ زیادہ سے زیادہ اچھی خوشبو لگا کر عتبہ کے پاس جا، اس لیے ہم اعلیٰ سے اعلیٰ خوشبوئیں استعمال کرتیں، مگر ہماری کوئی بھی خوشبو عتبہ کی خوشبو سے اچھی اور اعلیٰ نہ ہوتی، حالانکہ عتبہ کوئی بھی خوشبو استعمال نہ کرتے تھے، سوائے اس کے کہ تھوٹا سا (سادہ) تیل ہاتھ پہ ڈالتے اور دارِ طھی کو مل لیتے اور جب عتبہ باہر جاتے، تو لوگ کہتے کہ ”خوشبو تو ہم بھی استعمال کرتے ہیں، مگر کوئی بھی خوشبو عتبہ کی خوشبو سے اعلیٰ نہیں“ اُمّ عاصم کہتی ہیں کہ ایک دن میں نے عتبہ سے پوچھا کہ تم کونسی خوشبو استعمال کرتے ہو کہ جس پر کوئی خوشبو غالب نہیں آتی۔ تو عتبہ نے کہا: ایک دفعہ مجھے گرمی دانے نکل آئے۔ میں نے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر اس مرض کی شکایت کی تاکہ علاج فرمادیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کپڑے (یعنی قمیص) اتار کر میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ میں نے قمیص اتاری اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ حضور سرورِ کائنات، رُوحِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا (تھوٹا سا) لعابِ دہن اپنے دستِ مقدس پر ڈالا اور میرے پیٹ اور پشت پر مل دیا (تو نہ صرف مجھے گرمی دانوں سے نجات مل گئی، بلکہ) اُسی دن سے میرے جسم میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی (جیسے تم اب تک محسوس کر رہی ہو۔ (مدارج النبوة، طبرانی)

حضور سرورِ عالم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بول و براز  
**بول و براز شریف** کے متعلق مذکور ہے کہ قضائے حاجت کے وقت زمین  
 شق ہو جاتی اور فضلات کو اپنے اندر سمولیتی اور اس جگہ ایک خوشبو سی پھیل جاتی۔ آپ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا براز (پاخانہ) کسی نے نہ دیکھا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب استنجاء فرما کر بیت الخلاء  
 سے باہر تشریف لاتے، تو میں وہاں از قسم براز کوئی چیز نہ پاتی (ایک بار عرض کرنے پر)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام کے لطنِ اطہر سے جو نکلتا ہے، اُسے زمین تگل جاتی ہے اور اسے دیکھا نہیں جاتا۔  
(مدارج النبوة جلد اول)

ایک اور صحابی سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ اثنائے سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے ایک جگہ تشریف لے گئے۔ آپ کے واپس تشریف لانے کے بعد میں اس جگہ گیا، تو میں نے وہاں از قسم براز کوئی شے نہ پائی، البتہ مٹی کے چند ڈھیلے وہاں پڑے تھے اور لطیف قسم کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی (مذکورہ)

البتہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب مبارک کا مشاہدہ کرنا کئی صحابہ کرام سے منقول ہے۔  
ہمارے آقا رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## اندازِ تکلم و صوتِ مبارک

کی صوتِ دآوازِ مبارک فانت درجہ پیاری تھی،  
اس کی شیرینی تمام آوازوں سے زیادہ حسین اور

دلکش تھی اور کوئی شخص حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر خوش آواز نہیں گزرا جیسا کہ مدارج النبوة میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوش آواز بنا کر بھیجا، جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح پے درپے اور جلدی نہ ہوتی تھی، بلکہ صاف صاف اور ہر کلمہ دوسرے سے ممتاز ہوتا اور پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور پر نور شافعِ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تو ایک نور سا دانتوں کے درمیان سے اُچھل اُچھل کر، نکلتا ہوا نظر آتا۔

## باب ہفتم

# سیرتِ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور غیر مسلم مدبرین کے اثرات

میرے آقا رسولِ عربی (فداہِ روحی و جسدی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفتِ اس قدر بے عیب اور نقائص سے منترہ ہے کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی تنائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں رطب اللسان ہیں۔ حضورِ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے قبل اپنی گزشتہ چالیس سالہ معصوم و بے مثال زندگی کو بطورِ دلیل پیش فرمایا تھا۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بدترین معاندین بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سیرت و کردار میں ایک معمولی سا نقص بھی نہ نکال سکے۔ مشرکین مکہ کا سرغنہ ابو جہل بارہا یہ کہہ چکا تھا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میں تجھے صادق اور امین تسلیم تو کرتا ہوں، مگر تیری تعلیمات کا انکار کرتا ہوں۔ ولید بن مغیرہ اور عتبہ وغیرہ کے واقعات آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ اور دوسرے بہت سے کافر بشمول یہود و نصاریٰ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا تو جانتے تھے، مگر محض اور محض حسد و عناد کی وجہ سے منکر تھے۔ ہم اس جگہ چند ایک غیر مسلم محققین اور دانشوروں کے خیالات سپردِ قلم کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شاندار معجزہ ہے کہ دشمنانِ اسلام بھی شایخِ جوان محمد ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

لے اس باب کے اکثر حوالے کتابِ محمد رسول اللہ سے نقل کیے گئے ہیں تاہم جس کسی دوسری کتاب سے حوالہ نقل کیا جائے گا، وہاں اس کا نام درج کر دیا جائے گا۔

آکسفورڈ کے ایک معتبر دانشور اور معروف (مگر) متعصب عیسائی سیرت نگار پروفیسر مارگولیتھ MARGALIOUTH اپنی تالیف MUHAMMAD کے دیباچہ میں اعتراف کرتا ہے،  
 ”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے، جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابلِ فخر چیز ہے۔“  
 یہ الفاظ اُس شخص کے ہیں کہ جو تفتیشِ شانِ رسالت میں، کذب بیانی اور افتراء پر دازی میں یدِ طولیٰ رکھتا ہے۔ بہر حال غ

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

## سرولیم میور کے تاثرات

مشہور مستشرق سرولیم میور SIR WILLIOM MEUOR اپنی کتاب ”دی لائف آف محمد“ (THE LIFE OF MUHAMMAD) میں رقمطراز ہے:

”ہمیں بلا تکلف اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ (تعلیمِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان تاریک توہمات کو ہمیشہ کے لیے جزیرہ نما تے عرب سے باہر نکال دیا جو صدیوں سے اس ملک پر چھا رہے تھے۔ بت پرستی جلا وطن ہو گئی۔ توحیدِ خداوندی اور رحمتِ الہیہ کا موجودہ تصور (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کے دلوں کی گہرائیوں اور زندگی کی پنہائیوں میں جاگزیں ہو گیا۔ دیگر معاشرتی اصلاحات کی بھی کوئی کمی نہ رہی۔ ایمان کے دائرہ میں برادرانہ محبتِ بھائیوں کی پرورش، غلاموں سے احسان، حرمتِ خمر وغیرہ سب کے سب جو بہر نمودار ہو گئے۔ ترکِ کشتی کرنے جیسا کامیاب مذہب اسلام ہوا ہے، ویسی کامیابی کسی دوسرے مذہب کو نصیب نہیں ہوئی۔“

سرولیم میور اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں:

”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایامِ جوانی میں (ہی) آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے



اخلاق کی پاکیزگی و راستی اور عادتِ کرمیہ کی طہارت پر سب مصنفین متفق ہیں، حالانکہ یہ دولتِ اہل مکہ میں نہایت کمیاب تھی۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی شرم و حیا اعجازی طور پر محفوظ بیان کی جاتی ہے۔“

قرآنِ پاک کے متعلق سر ولیم میور (THE LIFE OF MUHAMMAD) میں رقمطراز ہے:

” (قرآنِ پاک کا) کوئی جزو، کوئی فقرہ، کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جسے جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو اور کوئی ایسا اضافی لفظ نہیں سنا گیا جو کہ اس مُسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ جہاں تک ہماری معلومات ہیں، دنیا بھر میں کوئی بھی کتاب ایسی نہیں جو قرآن (مجید) کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک ہو۔“ . . . . .

” قرآن نے فطری اور کائناتی دلائل کے بل بوتے پر خدا کو سب سے اعلیٰ ہستی ثابت کر دکھایا اور انسانوں کو خدا کے حضور اطاعت و شکرگزاری پر جھکا دیا۔“ ۱۲

### باسورتھا اسمتھ BOSIOORTIH SMITH

باسورتھا اسمتھ اپنی تالیف ”محمد اینڈ محمدن ازم“ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے:

”رسولِ کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی خصوصی عنایات کا مرکز غلاموں کے ساتھ ساتھ یتیم بھی رہے ہیں۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) خود بھی یتیم رہ چکے تھے اس لیے یہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی دلی خواہش تھی کہ جس طرح خدا تعالیٰ (جل شانہ) نے ان کے ساتھ بہترین برتاؤ کیا ہے، وہی سلوک وہ دوسروں کے ساتھ کریں۔“

برطانوی دانشور مسٹر باسورتھا اسمتھ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے

۱۲ ادب پندرہویں صدی جا رہی ہے ۱۸۶۱ء دی لائف آف محمد (THE LIFE OF MUHAMMAD)

اس کتاب کو سر ولیم میور (برطانوی) نے ۱۸۶۱ء میں تالیف کیا تھا۔ ۱۲

اخلاق کریمہ کے ضمن میں تحریر کرتا ہے :

”آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے عمر بھر کسی کو بھی اپنے دستِ مقدس سے نہ مارا۔ اگر کوئی مصافحہ کرتا، تو آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نہ تو اپنا ہاتھ الگ کرنے میں پہل فرماتے اور نہ ہی از خود اس سے الگ ہوتے۔ گفتگو غایتِ درجہ نرم اور شیریں فرماتے۔“

## فرائسی دانشور پروفیسر موسیو سڈیو MOSIO SEDDIO

خلاصہ تاریخِ عرب کے مولف پروفیسر موسیو سڈیو تحریر کرتے ہیں :

”آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) خوش اخلاق، ملنسار، خاموش الطبع، خدا تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے، لغویات اور بیہودہ گوئی سے سخت نفرت کرنے والے، افضل ترین راستے اور بہترین عقل والے تھے۔“

آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) انصاف کے معاملے میں اپنے بیگانے سب سے ایک جیسا سلوک فرماتے۔ غریب اور مساکین سے محبت فرماتے، اور ان میں رہ کر خوش ہوتے کسی بھی نادار کو اس کی تنگ دستی کی وجہ سے حقیر نہ جانتے اور نہ ہی کسی بادشاہ کو اس کی بادشاہی کی وجہ سے ترجیح دیتے۔ کسی ملاقات کرنے والے سے از خود جُدا نہ ہوتے، یہاں تک کہ وہ خود ہی نہ چلا جائے۔ صحابہ کرام سے کمالِ درجہ شفقت و محبت فرماتے۔ اپنے نعلین مبارک (جوتے) خود گانٹھ لیتے۔ اپنے کپڑے خود سی لیتے۔ دشمن ہو یا دوست، سب سے کشادہ پیشانی سے ملا کرتے تھے۔“

پروفیسر سڈیو چند صفحات آگے جا کر تحریر کرتے ہیں :

”اسلام بے شمار خوبیوں کا مجموعہ ہے، جو لوگ اسلام کو ایک وحشیانہ مذہب خیال

لے محمد ابنہ محمد بن ازم“ یہ کتاب برطانوی مصنف مسٹر باسور تھ اسمتھ BOSIOORTH SMITH

نے ۱۸۷۵ء میں تالیف کی۔

کرتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔ ہم بدلائل دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن، مجید، میں آداب و اصولِ حکمت و فلسفہ موجود ہیں۔“ لہ

## الکس لوازون

مسیحی دانشور ”الکس لوازون“ اپنی کتاب ”دی لائف آف محمد“ (THE LIFE OF

MUHAMMAD) میں رقمطراز ہے،

”محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے جو واضح اور شاندار شریعت کا دستور العمل دنیا کے سامنے پیش کیا، وہ یہ مقدس کتاب قرآن (پاک) ہے جو اس وقت تمام دنیا کے پڑھنے میں معتبر اور مسلم مانی جاتی ہے۔ جدید علمی انکشافات کہ جن کو ہم نے بزورِ علم حاصل کیا یا مہذبہ وہ زیرِ تحقیق ہیں، وہ تمام علوم بتمام و کمال قرآن و اسلام میں پہلے ہی سے موجود ہیں۔“ لہ

## کانٹ ہنری دی کاسٹری

(COUNT HENRI DE CASTRI)

فرانسیسی عالمِ مسٹر کانٹ ہنری دی کاسٹری ”تحریر کرتا ہے،

”عقل بالکل حیرت زدہ ہے کہ اس قسم کا کلام (یعنی قرآن پاک) اس سببی کی زبان سے کیونکر رواں ہوا جو کہ بالکل اُنی تھے۔ تمام اہل مشرق متفق اور اقراری ہیں کہ یہ وہ کلام ہے کہ نوعِ انسانی لفظاً و معنیاً ہر لحاظ سے اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہے۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) قرآن پاک کو اپنی رسالت کی دلیل کے طور پر لائے، جو نا حال ایک ایسا متم بالشان

لہ ”خلاصہ تاریخ عرب“ یہ کتاب فرانسیسی دانشور موسیو سٹیو نے ۱۸۷۷ء میں تصنیف کی

۱۷ خیال رہے کہ یہ اُس وقت کی بات ہے جب ”الکس لوازون“ نے یہ کتاب تحریر کی تھی، جبکہ اس

وقت دنیا کی آبادی پانچ ارب ہے، جس میں ایک ارب بیس کروڑ سے زائد مسلمان ہیں۔ ۱۷

”دی لائف آف محمد“

راز چلا آ رہا ہے کہ اس ظلم کو توڑنا انسانی طاقت سے ماورای ہے۔“ لہ

PROFESSOR ADVDR MONTAE

## پروفیسر اڈوانٹرمونٹے

”اشاعت مذہب عیسوی اور اس کے مخالف مسلمان“ نامی کتاب میں  
پروفیسر مونٹے نے تحریر کیا:

”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تمام مذہب ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے،  
جو عقولیت کے امورِ مسلمہ پر مبنی ہے اور یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی  
اور جلال و جبروت اور ایسے کامل یقین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا اور  
کسی مذہب میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔“ لہ

ROBERT L. GLICK

## رابرٹ۔ ایل۔ گلک

مسٹر رابرٹ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”مغربی مصنف یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے اور وہ عرب کی تصویر بناتے  
ہوئے اس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دکھاتے ہیں، لیکن میں کہتا ہوں  
کہ یہ ان کے فہم کا قصور ہے، کیونکہ اس معاملے میں مجرم مسلمان نہیں، بلکہ عیسائی ہیں، کیونکہ  
انہوں نے چین میں بیس لاکھ مسلمانوں کو موت کی دھمکی دے کر عیسائی بنایا تھا۔ اپنے اس دعویٰ کو  
ثابت کرنے کے لیے ایک اور مصنف کی تحریر پیش کرتا ہوں۔ یہ کہنا کہ مسلمانوں کی دیگر غیر مسلموں  
کے خلاف جنگیں مذہبی تھیں اور دوسرے مذاہب کو دبانے کے لیے تھیں، خارج از بحث  
ہے، کیونکہ یہ بات مادی اور سیاسی دلائل سے ثابت نہیں کی جاسکتی۔“

لہ اسلام پر خیالات“ یہ کتاب فرانسیسی مصنف کانٹ ہنری دی کاسٹری نے ۱۸۹۶ء میں تصنیف کی۔

۲ پروفیسر اڈوانٹرمونٹے کی یہ کتاب ۱۸۹۰ء میں پیرس میں شائع ہوئی۔ محمد رسول اللہ

## منگمری واٹ

مسٹر منگمری واٹ تحریر کرتا ہے:

”آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو تین عظیم المثال صفات سے نوازا گیا تھا۔ اولاً آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے عرب و دنیا کے لیے ایک نظریاتی ڈھانچہ تشکیل دیا اور معاشرے کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر دیا۔ دوم، یہ کہ ایک سیاست دان تھے، قرآن میں صرف بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنی ذہانت اور دور اندیشی سے کام لے کر ان اصولوں کی بناء پر ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی اور مدینہ کی ایک چھوٹی سی ریاست کو ایک عالمگیر سلطنت میں تبدیل کر دیا۔ سوم، یہ کہ بطور منتظم آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی مہارت اور اپنے عمال اور نمائندوں کے انتخاب میں آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ذہانت، کیونکہ عمدہ پالیسی بھی عدم مہارت کی صورت میں ناکام ہو جاتی ہے۔“ (مذکورہ)

## میجر آر تھر کلائن لیونارڈ

میجر لیونارڈ اپنی کتاب ”اسلام کا روحانی اور اخلاقی پایہ“ میں رقمطراز ہے:

”اگر کسی شخص نے خدا کو پایا ہے اور اگر اس نے ایک اچھے، نیک اور عظیم مقصد کے لیے خدا تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی زندگی کو نثار کیا ہے، تو یقین جانئے کہ وہ شخص صرف حضرت محمد (علیہ السلام) ہی ہو سکتے ہیں۔“

میجر لیونارڈ مزید تحریر کرتے ہیں:

”بہر حال تحقیق کرنے والا تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا کہ اسلام ایک ایسا عظیم اور سچا مذہب ہے کہ جو اپنے ماننے والوں کو انسانی اندھیروں اور گمراہیوں سے نکال کر روشنی اور سچائی کی بلندیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔“ لہ

لہ اسلام کا روحانی اور اخلاقی پایہ“ میجر لیونارڈ (برطانوی) نے یہ کتاب سنہ ۱۹۰۷ء میں تحریر کی

## ڈاکٹر ابرٹس

ڈاکٹر ابرٹس سیرتِ نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی یوں شہادت دیتے ہیں:

”قرآن پاک کے مطابق ایک خوش گوار ترین چیز یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو بچوں کا کس قدر خیال تھا۔ خصوصاً ان بچوں کا کہ جو والدین کی سرپرستی سے محروم ہو چکے ہوں (قرآن پاک میں) بچوں کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید ملتی ہے۔۔۔۔۔

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے یتیموں کے بارے میں اپنی خاص توجہ مبذول رکھی۔ یتیموں کے حقوق کا بکثرت ذکر اور ان سے بدسلوکی کرنے والوں یا ان کے حقوق کو خراب کرنے والوں کے خلاف سخت ترین وعیدیں سیرتِ محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے اس پہلو کو اجاگر کرتی ہیں کہ جس پر مسلمان مصنفین کو بجا طور پر ناز ہے۔“ لے

JHAN JOC WALIK

## جان جاک ویک

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ایک مشہور جرمن فلاسفر مسٹر ”جان جاک ویک“ یوں بیدہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

”تھوڑی عربی جاننے والے قرآن (پاک) کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اگر وہ لوگ خوش نصیبی سے کبھی آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی معجز نما قوتِ بیان سے (قرآن کریم کی) تشریح سنتے، تو یقیناً یہ لوگ بے ساختہ سجدہ میں گر پڑتے اور سب سے پہلی آواز ان کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے نبی! پیارے رسول! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے اور ہمیں اپنے پیروں میں شامل فرما کر عزت اور شرف عطا فرمانے میں دریغ نہ فرمائیے۔“ لے

لے سوشل لاز آف دی قرآن (SOCIAL LAWS OF THE QURAN) از ڈاکٹر ابرٹس

لے ”محمد رسول اللہ“ ص ۱۰۶

## سادھوٹی - ایل وسوانی

جناب سادھوٹی - ایل وسوانی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”میں حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو کورنش بجالاتا ہوں، وہ دنیا کی ایک عظیم الشان ہستی ہیں۔ وہ ایک قوت تھی جو انسانوں کی بہتری کے لیے صرف ہوتی۔ آیام سلف کی داستانوں کا مطالعہ کرو تا کہ تمہیں اس کی شوکت و سطوت کا پتہ چلے۔ بادشاہ اور روحانی رہبر ہوتے ہوئے وہ اپنی کلیم کو خود پیوند لگاتے۔ وہ غائب کی آواز پر لبیک کہتے ”اے کملی والے اٹھ اور تبلیغ فرما“ لوگوں نے انہیں ایذا دی اور ان کی زندگی خطرے میں پڑ گئی، لیکن انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ کی۔ وہ امن و راستی کی تلقین کرتے رہے۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پیغمبر اور راہبر تھے۔ میں ان کے آخری الفاظ پر اکثر غور کرتا رہتا ہوں کہ ”مالک مجھے بخش دے اور اپنے نیک سون میں اٹھاؤ تم میں سے کون ہے جو اس امر سے انکار کرے کہ وہ اعلیٰ زندگی اور اعلیٰ موت رکھتے ہیں۔ اسلام نے دنیا میں رہبانیت کا خاتمہ کر دیا۔ اسلام نے دسترخوشی کی رسم کو بند کر دیا۔ اسلام نے اپنے شیداؤں پر اتم الخبائث (شراب) کو حرام کر دیا۔ اسلام نے ہمت و شجاعت اور بردباری کی تعلیم دی۔ اس زمانہ میں جبکہ یورپ علم و حکمت سے بے بہرہ تھا۔ اسپین کے مسلمان علم و ادب کی مشعل کو ہاتھ میں لے کر گمراہ لوگوں کو راہ راست دکھلا رہے تھے۔ وہ ادویات، ریاضیات، کیمیا، تاریخ اور فلسفہ میں اپنا ہم عصر نہ رکھتے تھے۔ ہندوستان کی گردن اسلام کے احسانوں سے دبی ہوئی ہے۔ ہندوستانی فلسفہ، شعر و سخن اور فن تعمیر کو اسلام نے چار چاند لگا دیئے۔ تاج محل، کلیم تعمیر کا شہنشاہ ہے۔“

لہ المراد بہ اللہ تعالیٰ جل شانہ

اسلام حریت و اخوت کا داعی ہے۔ غلامی کے خلاف سب سے پہلے (حضرت) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کیا، جبکہ انہوں نے فتح یرشلیم پر تمام غلام رہا کر دیئے۔

## جارج برناڈشا

بین الاقوامی شہرت یافتہ نامور مؤلف اور دانشور جناب جارج برناڈشا، یوں اظہارِ حقیقت کرتے ہیں:

”ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے جہالت اور تعصب کی وجہ سے مذہبِ اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے۔ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ انہوں نے تو حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی۔ انہوں نے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ایک عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ ہیں۔“ لے

## پروفیسر تھامس کارائل (T. CARLYLE)

مسٹر تھامس کارائل مشہور برطانوی دانشور ہیں۔ یہ اپنی کتاب ”ہیروز اینڈ ڈیروز شپ“

(HEROES AND HERO WORSHIP) میں تحریر کرتے ہیں،

”ہم میں سے ان لوگوں کے لیے کہ جن کے نزدیک انسان ہی سب کچھ ہے، ماحول

کچھ نہیں۔ (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اس حقیقت کی عظیم الشان مثال ہیں کہ ایک انسان کیا کچھ کر سکتا ہے، لیکن وہ لوگ بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تاریخ کے انقلابات کسی ایک فرد کی کوشش سے کہیں زیادہ ماحول کی خصوصیات اور قلبِ انسانی کی استعداد و قیود

لے ”محمد رسول اللہ“ ص ۶۲ لے ایضاً، ص ۶۲



کے مرہون منت ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر تاریخ (انسانی) میں انقلاب آنا ہی تھا (جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے آیا ہے) تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے بغیر یہ انقلاب ایک غیر متعین عرصہ تک معرض التوار میں رہتا۔

یہ انقلاب کیا تھا؟ اہل عرب کے لیے یہ انقلاب ایک نئی زندگی تھی جو انہیں تاریخی سے نور کی طرف لے آئی تھی۔ عرب اس کے ذریعے سے پہلی دفعہ زندہ ہوا۔ ایک ایسی قوم جو ابتدائی آفرینش سے گنہگار کے عالم میں ریوڑ چراتی پھرتی تھی۔ ان کی طرف ایک رسول آیا جو اپنے ساتھ ایک ایسا پیغام لایا جس پر وہ قوم ایمان لے آئی، وہ دیکھو! وہی گنہگار چرواہا ہے دنیا کی ممتاز ترین قوم بن گئے۔ وہ حقیر قوم ایک عظیم الشان ملت میں تبدیل ہو گئی۔ ایک صدی کے اندر اندر عرب ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی تک چھا گئے۔ اس کے بعد سینکڑوں برس ہو چکے ہیں۔ یہ اسی شان و شوکت اور درخشندگی و تابندگی سے کثرۃ ارض کے ایک عظیم حصے پر مسلط ہیں۔ ایمان بہت بڑی چیز ہے۔ ایمان ہی سے زندگی ملتی ہے۔ جوں ہی کسی قوم میں ایمان پیدا ہوا۔ اس قوم کی تاریخ اعمال میں نتایج اور روح کی بالیدگی پیدا کرنے والی بن گئی۔

وہ عرب، یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)، اور ایک سو سال کا عرصہ! کیا یہ انقلاب ایسا نہیں جیسے ریت کے کسی گنہگار ٹیلے پر آسمان سے بجلی کی لہر آگرے اور ریت کا تودہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک آتش گیر مادہ میں تبدیل ہو کر اس طرح سے بھک سے اڑ جائے کہ دہلی سے غرناطہ تک اس کے شعلوں کی لپیٹ میں آجائے۔ نوع انسانی خشک نیستان کی طرح ایک شرارہ کے انتظار میں تھی۔ وہ شرارہ اس بطل حلیل کی صورت میں آسمان سے آیا اور تمام نوع انسانی کو شعلہ صفت بنا دیا۔“

مسٹر کارلائل مزید رقم طراز ہیں،

”بانی اسلام کے ناقابل انکار فضائل کا انکار انصاف کا خون کرنا اور حق پسندی کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگانا ہے۔ ہمارے خیال میں حضور سرور کائنات (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)،

کا وجود جن کا مرتبہ انسانی عظمت کی بلندیوں سے کہیں ارفع ہے۔ دنیا کی با عظمت مستیوں میں فضائل و صفات کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ آپ (علیہ السلام) کی ذات (با برکات و جلالت و صداقت اور سچے اعتقادات کا خزانہ ہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ہر فعل تصنع اور تکلف سے مبرا اور حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا کلام وحی آسمانی تھا۔ ایسی مقدس ہستی کا وجود خالق کائنات کے وجود کی زبردست اور روشن دلیل ہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا دماغ علم و معرفت کا خزانہ اور حکمت و فضیلت کا منبع ہے۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ارشادات گرامی سے فائدہ اٹھانا انسانیت کا فرضِ مبین ہے۔ خدائے تمیز کے بھیجے ہوئے پیغمبروں میں آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ذات (اقدس) سب سے زیادہ جدید قسم کی ہے جس پر رسالت ختم ہوتی ہے۔ صحرائے عرب کی پرسکون فضا میں آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مشاہدہ نے اصلاحِ انسانیت کا دستور العمل مرتب فرما دیا۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی سیرتِ مقدسہ کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بچپن ہی سے راست باز اور امین تھے۔ آغازِ شباب سے آخرِ جوانی تک پاکبازی، زہد و عفت کا ایسا نمونہ پیش فرمایا کہ تاریخِ انسانی ایسی مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ حضور اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ذاتِ مبارکہ سب سے چھٹمہ اصول تھی۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اصولوں نے دنیا کو تاریکی سے نکال دیا اور یونان کی حکمتوں، یہودیوں کے عقیدوں اور ایامِ جاہلیت کے عرب قبائل کی بت پرستی کو ختم کر دیا۔ یہ بات ناقابلِ تردید ہے کہ جو حقیقت (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) نے حاصل کی تھی۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے بھی اسی حقیقت کی طرف انسانیت کو متوجہ کیا۔" لہ

ڈاکٹر گوبن  
DOCTOR GOBBIN

لہ ملاحظہ فرمائیے "ہیروز اینڈ ہیروز شپ" یہ کتاب مسٹر تھامس کارائل (برطانوی) نے ۱۸۴۶ء میں تحریر کی۔

ڈاکٹر گبن اپنی تالیف ”انحطاط و زوال سلطنت روما“ میں رقمطراز ہیں،  
 ”قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے تسلیم کر لیا ہے کہ  
 وہ واضح راستہ ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب شدہ ہے کہ  
 اس کی نظیر پوری کائنات میں کہیں نہیں مل سکتی۔“  
 ڈاکٹر گبن مزید تحریر کرتے ہیں:

قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ایک توحید پرست فلسفی اگر کوئی مذہب  
 قبول کر سکتا ہے، تو وہ مذہب اسلام ہی ہے۔ غرض پوری کائنات میں قرآن پاک کی نظیر  
 نہیں مل سکتی۔“ لہ

## MR. MARMA DUKE PICKTHAL مسٹر مارما ڈوک پکٹھال

مسٹر مارما ڈوک پکٹھال (برطانیہ) نے ”اسلام اینڈ ماڈرن ازم“ پر بحث کرتے ہوئے  
 ثابت کیا:

”وہ قوانین جو قرآن (مجید) میں درج ہیں اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)  
 نے سکھائے، وہی اخلاقی قوانین کا کام دے سکتے ہیں اور اس کتاب کی کسی کوئی کتاب صفحہ عالم  
 پر موجود نہیں۔“

## MR. WALTER مسٹر والٹر

مشہور فرانسیسی مورخ مسٹر والٹر تھزیب اسلام پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں،  
 ”اے، پاور لویڈ اے رابوڈ اور اے مجاورو، اگر تم کو ماہ جولائی میں (جبکہ ماہ رمضان  
 اس مہینہ میں آئے) وقت مقررہ تک تم پر کھانے پینے کی مانعت کا قانون عائد کر دیا جائے۔“

لہ انحطاط و زوال سلطنت روما“ از ڈاکٹر گبن ۱۲

شراب حرام کر دی جائے۔ پتے ہوتے صحراؤں سے گزر کر حج کو جانے کے لیے کہا جائے  
اپنی آمدنی کا اڑھائی فیصد غریبوں میں تقسیم کرنے کا حکم دے دیا جائے۔ اگر تم اٹھارہ عورتوں  
کی رفاقت کا لطف اٹھاتے ہوں، ان میں سے چودہ ایک لخت کم کر دی جائیں، تو کیا آپ  
ایمانداری سے یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ ایسا مذہبِ اسلام عیش پرست ہے؟ ...  
میں پھر کہتا ہوں کہ وہ لوگ جاہل اور بے عقل ہیں جو مذہبِ اسلام پر تہمت تراشی اور  
الزام عائد کرتے ہیں۔ لہ

## ریوسٹیننس کے تاثرات

”سب سے پہلے اس حقیقت کا اعتراف بلا تکلف کر لینا چاہیے کہ اپنی قوم کے  
لیے حضرت، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات بڑے اعسانات کا موجب تھی۔ وہ  
اس ملک میں پیدا ہوئے، جہاں سیاسی تنظیم، معقول عقائد اور پاکیزہ اخلاق سے کوئی شناسا  
نہ تھا۔ انہوں (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے یہ تین چیزیں پیدا کر دیں۔ انہوں نے اپنی  
ذہانت سے بیک وقت سیاسی حالت، مغربی عقائد اور ضابطہ اخلاق کی اصلاح کر دی  
آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے مختلف قبیلوں کی جگہ انہیں ایک قوم بنا دیا۔ مختلف یوتاؤں  
اور آقاؤں کی جگہ ایک خدا پر ایمان لانے کی تعلیم دی اور بڑی بڑی بڑی معیوب اور قبیح رسومات  
کو بیخ و بن سے اکھڑو دیا۔ جوں جوں اسلام اپنے قدم عرب کی سرزمین سے باہر رکھتا گیا کئی  
وحشی قومیں جنہیں اس نے اپنی آغوش میں لیا۔ نعمائے اسلام کی وارث بنتی چلی گئیں۔ اسلام  
(نوع انسانی کے لیے) برکات کا موجب، تاریکی سے نور اور شیطان سے خدا تعالیٰ کی طرف  
لوٹانے کا باعث ہے۔ لہ

لہ بحوالہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

لہ ایضاً، ص ۲۸۴

## جارج ریواری کے تاثرات

”اسلام میں اس دنیا کے لیے پیغامِ نجات و سعادت تھا، جو ذہنی اور جسمانی مصائب میں مبتلا تھی اور دوسروں کی غلامی نے جسے چکنا چور کر دیا تھا۔ اس (اسلام) نے عدل و انصاف کے عصرِ جدید کا اعلان کیا، جس عالمگیر حکومت کی بنیاد اسلام نے رکھی، اس میں نسلی امتیاز کا کوئی دخل نہ تھا۔ اس کا ایک ہی قانون تھا۔ سب کے لیے یکساں عدل اور محبت اسی عظیم حقیقت کو جتنی مرتبہ بھی دُہرایئے کم ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نہ صرف ایک عظیم القدر مذہب کے پیغامبر تھے کہ جس نے اس دنیا کی روحانی تسکین کا سامان فراہم کیا، بلکہ وہ ایک ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے معلم تھے کہ جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔“ لہ

## مسٹر جارج سیل کے تاثرات

مسٹر جارج سیل نے قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھا: ”محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے، شکل میں نہایت ہی خوبصورت، فہیم اور دُور رس عقل والے، پسندیدہ و خوش اطوار، غریب پر پوز ہر ایک سے متواضع، دشمنوں کے مقابلہ میں صاحبِ شجاعت و استقلال، سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا (تعالیٰ جل شانہ) کا اسمِ گرامی نہایت ادب و احترام سے لینے والے تھے۔ جھوٹی قسمیں کھانے والوں، زنا کاروں، سفاکوں (ظالم خونخواروں) جھوٹی تہمت لگانے والوں، فضول خرچی کرنے والوں، لالچیوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے خلاف نہایت سخت تھے۔ (آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام) بڑو باری، صبر و استقامت، صدقہ و خیرات، رحم و کرم، شکر گزاری، والدین اور بزرگوں کی

لے ”محمد رسول اللہ“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

تعظیم کی نہایت تاکید فرمانے والے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا میں نہایت کثرت سے مشغول رہنے والے تھے۔ اے

MR. S.P. ASCOT

## میسٹر ایس پی اسکاٹ

مشہور مستشرق میسٹر ایس پی اسکاٹ اپنی تالیف "ہسٹری آف دی موریش ایمپائر" ان یورپ میں لکھتے ہیں:

"ہمیں چاہیے کہ اس عظیم مذہب (اسلام) کی سرعت، ترقی اور اس کے نہ مٹنے والے اثرات کی قدر کریں کہ جو ہر جگہ امن و امان، دولت و حشمت، فوج و سرور اپنے ساتھ ساتھ لے گیا۔" اے

PROF. HATTIN SMITH

## پروفیسر ہٹن سمیتھ

میسٹر روڈویل کے ترجمہ قرآن میں پروفیسر ہٹن سمیتھ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا:

"جیسا کہ حقیقت ہے یسوع مسیح کا کام نامکمل حالت میں چھوڑا گیا تھا۔ انجیل کا نزول کسی اور استاد کے لیے ہوا جو اس کے اخلاقی قوانین کو ترتیب دے۔ قرآن شریف روحانی مشقوں اور اعمال کی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاقی و قانونی ضابطہ کا ایک عظیم ترین مجموعہ ہے اور خود میسٹر روڈویل تحریر کرتے ہیں:

"اس (قرآن پاک) میں بہت سے (بلکہ سب کے سب) مضامین قابل احترام اور گہری اخلاقی سنجیدگی کے حامل پائے جاتے ہیں جن میں کثیر المعانی اور پر مغز البہامی دانائی پائی جاتی ہے اس

لے انگریزی ترجمہ قرآن از جامع سیل اے ہسٹری آف دی موریش ایمپائر ان یورپ HISTORY OF THE

J.M. RODWIL MORISH EMPIRE IN EUROPE اے ترجمہ قرآن از میسٹر ریونیو جے ایم روڈویل

قرآن نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اس میں ایسے ایسے مواد اور قوانین پائے جاتے ہیں کہ جن کے بل بوتے پر مضبوط اور فاتح حکومتیں بنائی جاسکتی ہیں۔ لہ

## مسٹر اینی بینٹ

مسٹر اینی بینٹ اپنی تالیف ”دی لائف اینڈ ٹیچنگ آف محمد“ میں رقمطراز ہیں،  
 ”یاد رکھیے! اسلام کا قانون موجودہ زمانہ تک جبکہ اس کے بعض حصوں پر انگلینڈ  
 میں بھی عملدرآمد شروع ہو گیا ہے۔ خصوصاً عورتوں کے حق میں دنیا بھر میں اسے سب سے  
 زیادہ منصفانہ قانون تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اس قانون میں جہاں تک جائیداد کا تعلق ہے یا  
 طلاق کے معاملات کا حل کرنا ہے۔ یہ (قانون اسلام) مغربی قانون سے بہت سبقت لے  
 چکا ہے، اس میں عورت کے تمام حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔“ لہ  
 تنبیہ، اس جگہ مغرب زدہ مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ ایک غیر مسلم (اسٹریٹ)  
 تو قانون اسلام کو مغربی قوانین سے اعلیٰ خیال کرتا ہے، مگر صد حیف ہے اس مغربی تہذیب  
 کے پرستار مسلمان پر کہ جو اسلامی قوانین پر مغربی قوانین کو ترجیح دیتا ہے۔ یا للعجب؟

## ڈاکٹر مورس

ڈاکٹر مورس فرانس کے معروف دانشور گزرے ہیں، وہ لکھتے ہیں،  
 ”قرآن کی سب سے بڑی تعریف اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ مقاصد کی  
 خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق  
 ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے ساری دنیا کے بڑے بڑے انشاء پردازو  
 شاعر سر جھکا دیتے ہیں۔ روم کے عیسائیوں کو جو کہ ضلالت کے گڑھے میں گرے پڑے

لہ ترجمہ قرآن از مسٹر یونیورسٹی ایم یو ڈیل لہ ”دی لائف اینڈ ٹیچنگ آف محمد“

تھے، کوئی چیز نہیں نکال سکتی تھی۔ سوائے اس آواز کے کہ جو غارِ حرا سے نکلی۔

## پروفیسر پی۔ کے ہیٹی

پروفیسر پی۔ کے ہیٹی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”قرآن پاک محض مذہب کا دل اور خدائی حکومت کا راستہ دکھانے والی کتاب ہی نہیں، بلکہ یہ سائنس اور سیاسی دستاویزات کا نشاندار، مجموعہ ہے جس میں زمین پر خدائی حکومت کی تشکیل کے لیے قوانین درج ہیں۔“

## بابا گورونانک

بابا گورونانک کا نام محتاج تعارف نہیں۔ ضلع لاہور کے تلونڈی نامی گاؤں میں کالو کھتری کے ہاں پیدا ہوئے۔ بابا گورونانک سکھوں کے مذہبی راہنما ہیں۔ انہوں نے اسلام اور اراکین اسلام کی تعریف و توصیف میں بہت لکھا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

دو ملا تیو پنچ گن کیجو کاٹو بیس بنا  
 نانک بچے تو نو گئے دو اس میں اور ملا . اس بدھر کے نام سے محمد نام بنا

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

یعنی کوئی بھی مکمل عدلے لیجئے (اس میں کوئی کسر نہ ہو) اُسے چار سے ضرب دے کر اُس میں دو جمع کر کے پانچ سے ضرب دیجئے، پھر حاصل ضرب کو بیس تقسیم کیجئے جو عدد باقی بچ جائے اُسے نو سے ضرب دے کر دو جمع کر دیجئے۔ اس طرح جواب ”۹۲“ آجائے گا اور ”۹۲“ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے ابجد ہیں۔

لے عربوں کی محنت تالیف ”صنہ پی۔ کے۔ ڈی“ نے نیز ملاحظہ فرمائیے اسی کتاب کا صفحہ نمبر ۲۵۲



## سوامی لکشمین جی مہاراج

یہ ایک معروف صاحبِ قلم ہیں۔ حضور باعثِ تخلیق کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق انہوں نے ایک کتاب بنام ”عرب کا چاند تصنیف کی، اس میں حضور سید عالم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں،

” نیک اور بلند خیالات کبھی فنا نہیں ہو سکتے۔ ان کی اہمیت سے اگر دنیا آج غافل ہے تو کل غافل نہیں رہے گی۔ جلد یا بدیر وہ اپنا اثر ضرور دکھائیں گے۔ یہی بات تبلیغ اسلام کے معاملہ میں بھی ہوئی۔ جن لوگوں نے ابتداء میں اسلام کا منہ مکہ اڑایا تھا، وہ بھی آخر کار اس کے جھنڈے تلے آگئے اور جوں جوں دن مہینے اور سال گزرتے گئے۔ اسلامی تعلیمات اپنی بلند پروازی، اہمیت اور ہمہ گیری کی بدولت عام ہوتی گئیں اور اب بھی ان کے ماننے والوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ مردم شماری کے اعداد و شمار اس کے دعویٰ کی صداقت پر مدلل ہیں۔“

### ڈاکٹر کیمتھ ایل مور

ڈاکٹر مور کی تحقیق اور بیان تفصیلاً کتاب ہذا کے صفحہ ۱۳ پر گزر چکا ہے تاہم یہ انٹرویو بھی اس باب سے بطور خاص متعلق ہے؛ ڈاکٹر مور نے کہا کہ جنین کی پہلے ۲۸ دنوں کی ترقی کی قرآنی تفاسیل میں اس قدر صحیح تصویر کشی کی گئی ہے کہ وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ڈاکٹر مور نے کہا کہ انہیں یقین ہے کہ قرآنی آیات اور احادیث نبوی سائنس اور مذہب میں حامل خلیج کو دور کرنے میں مدد دیں گی۔ ڈاکٹر مور نے کہا کہ انہوں نے بائبل کا نیا اور پرانا عہد نامہ پڑھا ہے، لیکن انہیں کوئی حصہ قرآنی آیات کے ہم پلہ نہیں ملا۔ لہٰذا نیرڈاکٹر مور نے یہ بھی کہا، ”مغربی ماہرین کو انسانی ارتقار کے بارہ میں جو کچھ صرف چند سال قبل معلوم ہوا ہے، وہ کچھ ساتویں صدی میں قرآن پاک میں سائنس کے اصولوں کے عین مطابق صحیح صحیح دیکھ کر حیران رہ گیا ہوں۔“

لہٰذا ”عرب کا چاند“ از سوامی لکشمین جی مہاراج، لاپور، ۱۹۸۵ء، ۹ جنوری، ۳ ایضاً، ۲۳ دسمبر، ۱۹۸۴ء

## باب ہشتم

بارگاہِ خیر الانام امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام  
میں غیر مسلم شعراء کا ہدیہ عقیدت



نعلین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

جناب کالکا پوشاد

چاند سورج کو کوئی ہاتھوں پرے لادے  
کوئین کی دولت میرے دامن میں چھپا دے

پھر کالکا پوشاد سے پوچھے کہ تو کیلے؟  
تو نعلین محمد کو وہ آنکھوں سے لگالے  
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

لے ارمغانِ نعت، نذرانہ عقیدت، محمد رسول اللہ، ہفت روزہ الاعتصام، ماہنامہ ضیائے حرم،  
روزنامہ مشرق، لاہور، روزنامہ امروز لاہور، ہفت روزہ ترجمان، ماہنامہ شام و سحر کافعت نمبر،  
ہفت روزہ خدام الدین لاہور سے متفرق کلام جمع کیا گیا ہے۔

## نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(کبیر داس بنارسی)

کبیر داس نے ایک عجیب و غریب قطعہ کہا تھا، جس میں ایک ایسا قاعدہ بیان کیا ہے، جس کی رو سے دنیا کے تمام الفاظ اور جملوں سے ”محمد“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا عدد (۹۲) برآمد ہوگا۔ یہ قطعہ اس تاثر کا غماز ہے کہ دنیا جہان کی کوئی چیز نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے خالی نہیں۔ قطعہ یہ ہے۔

عدد نکالو ہر چیز سے چوگن کر لو وائے  
 دو ملا کے پچگن کر لو بیس کا بھاگ جگائے  
 باقی نیچے کے نوگن کر لو دواس میں اور ملائے  
 کہت کبیر سنو بھی سادھو نام محمد آئے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

وضاحت، کبیر داس بنارسی اور بابا گوردانک دونوں نے ہی اس ۹۲ عدد والے فارمولے کا اپنے اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے۔ بابا گوردانک کے اشعار آپ امی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵ پر پڑھ چکے ہیں، جبکہ یہ اشعار کبیر داس بنارسی کے ہیں۔ دونوں میں ایک ہی فارمولے کا ذکر کیا گیا ہے

## کلی والے مجھے کلی میں چھپالے آجا

سورجہان آبادی ، منشی درگا سہائے

دل بے تاب کو سینے سے لگالے آجا      کہ سنبھلتا نہیں کم بخت سنبھالے آجا  
پاؤں ہیں طولِ شبِ غم نے نکالے آجا      خواب میں زلف کو مکھڑے سے لگالے آجا  
بے نقاب آج گیسوؤں والے آجا

نہیں خورشید کو ملتا ترے سائے کا پتا      کہ بنا نورِ ازل سے ہے سراپا تیرا  
اللہ اللہ ترے چاند سے مکھڑے کی ضیا      کون ہے ماہِ عرب، کون ہے محبوبِ خدا  
اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا

دل ہی دل میں ارمان کھلے جاتے ہیں      خاک پر گریہ کے ڈراشک لے جاتے ہیں  
تیری رسوائی پہ کم بخت تنگے جاتے ہیں      ہوں سیہ کار مرے عیب کھلے جاتے ہیں  
کلی والے مجھے کلی میں چھپالے آجا

رہائے دامانگی و سبعتِ دامانِ صراط      المدد المدد اے خضرِ بیابانِ صراط  
ہر قدم پر ننگہ ریاس ہے یارانِ صراط      دیکھتے ہیں تجھے مڑ مڑ کے ضعیفانِ صراط  
ڈگمگاتے ہیں قدم، کون سنبھالے آجا

کان میں کچھ جو ادھر عذرِ نزاکت نے کہا      مر حیا بڑھ کے ادھر شاہدِ وحدت نے کہا  
آبلائیں تری لوں جوشِ محبت نے کہا      پہنچا محبوب تو مشاطہ قدرت نے کہا  
خلوتِ راز میں اے ناز کے پالے آجا

## عظیم الشان ہے شانِ محمد

(دلورام کوثری لہ)

عظیم الشان ہے شانِ محمد  
کتبِ خانے کئے منسوخ ساے  
نبی کے واسطے سب کچھ بنا ہے  
شریعت اور طریقت اور حقیقت  
فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں  
نبی کا نطق ہے نطقِ الہی  
خدا کا نور ہے نورِ پیمبر  
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ  
علیؓ ان میں وصی مصطفیٰ ہے  
علیؓ و فاطمہؓ شبیرؓ و شبیرؓ

خدا ہے مرتبہ دانِ محمد  
کتابِ حق ہے قرآنِ محمد  
بڑی ہے قیمتی جانِ محمد  
یہ تینوں ہیں کمبیزانِ محمد  
عُلامانِ عُلامانِ محمد  
کلامِ حق ہے فرمانِ محمد  
خدا کی شان ہے شانِ محمد  
یہی ہیں چار یارانِ محمد  
علیؓ ہے رنگِ بُستانِ محمد  
بسا ان سے گلستانِ محمد

بتاؤں کوثری کیا شعل اپنا

میں ہوں ہر دم شہسازِ خوانِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

لہ کوثری پوسا قی کوثر کی نظرِ کوم، "کوثری نہایت محبت سے نعت کہتے تھے۔ بعض تنگ نظر اور متعصب ہندو کوثری کی نعت گوئی کے شدید مخالف ہو گئے، مگر کوثری کو اس ملامت اور طعنہ زنی کی کچھ پروا نہیں تھی، وہ برابر نعت میں مدح صراحت سے اور آخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کوثر علی کوثری ہو گئے۔ ان کا مزار غالباً لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں ہے۔ (ماہنامہ شام و سحر لاہور نعت نمبر)

## ہوشوق نہ کیوں نعتِ رسولِ دوسرا کا

کیفی دہلوی، پنڈت برجموہن دتاتریہ

ہوشوق نہ کیوں نعتِ رسولِ دوسرا کا  
 مضمون ہو عیاں دل میں جو لولاک لسا کا  
 تھی بعثتِ محمودِ خداوند کو منظور  
 تھا پھل وہ بشارت کا نتیجہ نہ دعا کا  
 پہنچایا ہے کس اورجِ سعادت پہ جہاں کو  
 پھر تہہ ہو کم عرش سے کیوں غارِ حرا کا  
 مخرج ہو مومن کو نہ کیوں اس کی زیارت  
 ہے غلہ بریں روضۂ پرنور کا خاکا  
 دے علم و یقین کو مرے رفعتِ شہِ عالم  
 نام اُونچا ہے جس طرح حرا اور صفا کا  
 یوں روشنی ایمان کی دے دل میں کہ جیسے  
 بطحا سے ہوا جلوہ سنگن نورِ خدا کا  
 ہے حامی و مدد و مراد شافعِ عالم  
 کیفی مجھے اب خوف ہے کیا روزِ جزا کا

## کہہ دل کا حال شاہ رسالت سے

(عرشِ ملسیانی، پنڈت بالمکند جی سے)

کہہ دل کا حال شاہ رسالت سے  
 ہو بے نیاز ذکرِ عذاب و ثواب سے  
 دل کو اگر ہے چاند بنانے کی آرزو  
 کر اکتسابِ نور اسی آفتاب سے  
 ذکرِ نبی کروں گا تو کہہ دوں گا حشر میں  
 لایا ہوں ارمغان یہ جہانِ خراب سے  
 سجدہ گزار ہو کے درِ مصطفیٰ پہ تو!  
 ہو ملتجی کرم کا خدا کی جناب سے  
 کہتی بے خلیق مجھ کو حشر اباتی نبی  
 اچھا کوئی خطاب نہیں اس خطاب سے  
 کیفِ خیالِ شاہ رسالت سے مست ہو  
 بڑھ کر کوئی شراب نہیں اس شراب سے  
 ہونا ہے عرشِ دولتِ دیں سے جو بہرہ ور  
 تو بھی رجوع کر شہِ دیں کی جناب سے

## تکمیل معرفت ہے محبتِ رسولؐ کی

سحر، کنور مہندرا سنگھ بیدی

تکمیل معرفت ہے محبتِ رسولؐ کی  
 ہے بندگی خدا کی اطاعتِ رسولؐ کی  
 ہے مرتبہ حضورؐ کا بالائے فہم و عقل  
 معلوم ہے خدا ہی کو عزتِ رسولؐ کی  
 تسکینِ دل ہے سرورِ کون و مکاں کی یاد  
 سرمایہٴ حیات ہے اُلفتِ رسولؐ کی  
 انسانیت، محبتِ باہم، تمیز، عقل  
 جو چیز بھی ہے سب سے عنایتِ رسولؐ کی  
 فرمانِ رب پاک ہے، فرمانِ مصطفیٰ  
 احکامِ ایزدی ہیں ہدایتِ رسولؐ کی  
 اتنی سی آرزو ہے بس اے ربِ دو جہاں  
 دل میں رہے سحر کے محبتِ رسولؐ کی

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)



## نبی مکرم، شہنشاہِ عالی

بھگوان، دانابھگوان داس بی لے

نبی مکرم، شہنشاہِ عالی	بہ اوصافِ ذاتی و شانِ کمالی
جمالِ دو عالم تیری ذاتِ عالی	دو عالم کی رونق تری خوش جمالی
خدا کا جو نائب ہوا ہے یہ انساں	یہ سب کچھ ہے تیری ستودہ خصالی
تو فیاضِ عالم ہے داتاِ اعظم	مبارک ترے در کا ہر اک سوالی
نگاہِ کرم ہو، نو اسوں کا صدقہ	ترے در پہ آیا ہوں بن کر سوالی
میں جلوے کا طالب ہوں اے جانِ عالم	دکھا دے دکھا دے وہ شانِ جمالی
تیرے آستانہ پہ میں جان دوں گا	نہ جاؤں نہ جاؤں نہ جاؤں گا خالی
تجھے واسطہ حضرتِ فاطمہؑ کا	میری لاج نہ کھ لے دو عالم کے الی

نہ مایوس ہونا یہ کہتا ہے بھگوان

کہ جو وہ محمدؐ ہے سب سے نرالی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## دربارِ محمد

دلو دام کوثری

شہنشاہِ اعظم محمد محمد  
زباں کا یہی ہے اشارہ لبوں پر  
رسولِ دو عالم محمد محمد  
کہیں تل کے باہم محمد محمد  
زباں پر ہو ہر دم محمد محمد  
الہی میرے منہ میں جب تک نہ ہاں ہو

اللہ غنی رونق بازار محمد  
سنتا ہوں کہ کہتے ہیں یہی دیکھنے والے  
معبودِ جہاں بھی ہے خریدار محمد  
اللہ کا دربار ہے دربار محمد  
کچھ عشقِ محمد میں نہیں شرط مسلمان  
ہے کوثری ہنید و بھی طلبگار محمد

مجھے لوگ کہتے ہیں دیوانہ تیرا  
خدا تیرا عاشق، تو عاشق خدا کا  
کہوں اور کیا ماجرا یا محمد  
میں تم دونوں پر ہوں فدایا محمد  
تیرا کوثری رہتا ہے ہندوتوں میں  
ہے ظلمت میں آب بقایا محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## ثانی کوئی نہیں پس داور رسول کا

(دِتو دام کوثری)

اول ہے سب رسولوں میں نمبر رسول کا  
 ثانی کوئی نہیں پس، داور رسول کا  
 اب تک نشانِ قمر میں ہے انگشتِ شاہ کا  
 یہ معجزہ جہاں میں ہے اظہر رسول کا  
 مصر و عرب میں، روم میں، ایران و ہند میں  
 پھیلا جہاں میں علم سرا رسول کا  
 کیوں کوثری مجھے ہو طلب عز و جاہ کی  
 کیا کم ہے یہ شرف ہوں شمار گھر رسول کا

## مَرَحَبَا مُصْطَفَا مَرَحَبَا مُصْطَفَا

(رانا بھگوان داس بھگوان)

عرشِ حق کی طرف جب چلے مجتنبے  
 کہکشاں سے بنا اک نیا راستہ  
 عرشِ اعظم سے آنے لگی یہ صدا  
 شانِ معراج سے بس یہ عقدہ کھلا  
 لائے بعدی سے قولِ محبوبِ حق  
 جلوہ آرا رہتا ہر سمت نورِ خدا  
 فرشِ خاکی سے تا سِدْرۃ الْمُنْتَهٰی  
 مَرَحَبَا مُصْطَفَا، مَرَحَبَا مُصْطَفَا  
 مرکزِ عشق ہیں حنا تم الانبیا  
 ورد اس کا ہے بھگوان صبح و مسا

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

# تُوئی جانِ دو عالم نورِ یزدانِ یارِ رسول اللہ

دانا بھگوان داس بھگوان بی لے ادیب فاضل، منشی فاضل،

تُوئی جانِ دو عالم نورِ یزدانِ یارِ رسول اللہ  
تُوئی بسترِ وجودِ بزمِ امکاں یارِ رسول اللہ  
تُوئی خاتمِ تُوئی سید، تُوئی سرور، تُوئی آفت  
تُوئی سلطانِ عالم، شاہِ شاہاں یارِ رسول اللہ  
جمیلِ عالمِ امکاں، جمالِ حضرتِ دوران  
تُوئی حسینِ دو عالم، جانِ جانانِ یارِ رسول اللہ  
تُوئی نازِ جہانی، نازشِ آیاتِ قرآنی  
متاعِ مخسرِ آدم، نازِ دورانِ یارِ رسول اللہ  
تُوئی رہبر، تُوئی مرشد، تُوئی ہادی، تُوئی مُرسل  
امیرِ تقیہ، شاہِ رسولان، حبیبی یارِ رسول اللہ  
امامِ عاشقان و سجدہ گاہِ قدسیاں باشی  
تُوئی شانِ وجودِ ربِّ سبحانِ یارِ رسول اللہ  
ترا دیدم، ترا دیدم، جمالِ کبیرِ یارِ دیدم  
عیانِ شہقِ ز عکسِ رُوئے تاباں یارِ رسول اللہ  
تُوئی مطلوبِ بھگوانِ لے حبیبِ ربِّ سبحانی  
نگاہِ لطفِ بر حالِ غریباں یارِ رسول اللہ  
وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

# توئی سید، توئی آقا، توئی خواجہ توئی مولا

بھگوان داس بھگوان بی۔ اے

شہنشاہِ دو عالم سیدِ کل انبیاءِ ہستی  
 بہ این دنیاے امکان منظرِ نورِ خدا، ہستی  
 توئی سید، توئی آقا، توئی خواجہ توئی مولا  
 بحقِ مرشد، بدلِ ہادی امامِ اقصیاءِ ہستی  
 توئی شمسِ لضحی، بدرِ الدجی و چشمِ حقِ بیناں  
 ہمہ قرآن، ہمہ لیسین، ہمہ قرآنِ نما ہستی  
 توئی درِ خلوتِ یزداں، توئی درِ صورتِ آدم  
 رئیسِ اولیاءِ ہستی، امیرِ اصفیاءِ ہستی  
 توئی درِ عشقِ ابراہیم و اسماعیل تاباں شد  
 بجاہ و سطوتِ موسی، جلالِ انبیاءِ ہستی  
 توئی درِ عفتِ یوسف، توئی درِ عصمتِ عیسی  
 بستانِ صبرِ ایوبی، جمالِ اصفیاءِ ہستی

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم،

## وہ بقعہ نور، وہ مدینہ

(امرحیند قیس جالندھری)

وہ ابر فیض نعیم بھی ہے  
 شفیق بھی ہے، خلیق بھی ہے  
 وہ علم و عرفاں کا ہے مدینہ  
 وہ پیکر نورِ سرمدی ہے  
 کوئی یہ اُس کا وتار دیکھے  
 سر مبارک پہ تاجِ اطہر  
 وہ بقعہ نور، وہ مدینہ  
 نعیم خلدِ بریں بھی اُس میں  
 ہوا جو طیبہ سے آ رہی ہے  
 یہی ہوا ہے نسیمِ رحمت  
 جنابِ موسیٰ کلیم بھی تھے  
 میرے پیسے کا ہے یہ ترہ  
 نعیم رحمتِ شمیم بھی ہے  
 رحیم بھی ہے کریم بھی ہے  
 عزیزتہ راز اس کا سینہ  
 وہ حسنِ خلقِ عظیم بھی ہے  
 پھر اُس پر یہ انکسار دیکھے  
 اور دوش پر اک گلیم بھی ہے  
 حضورِ خلوت نشیں ہیں جس میں  
 وہ رشکِ خلدِ نعیم بھی ہے  
 ہراک کلی کو کھلا رہی ہے  
 یہی لطفِ شفیم بھی ہے  
 میں بھی مانتا ہوں کلیم اُن کو!  
 خلیل بھی ہے، کلیم بھی ہے

یہ آپ کے قیس کا ہے ایماں  
 حضورؐ ہیں رہنمائے انساں  
 حضورؐ کا جو نہیں ہے فتائل  
 شقی بھی ہے وہ لیتیم بھی ہے

## پھولے پھلے گانگل گلستانِ مُصطفیٰ

(اموچند قیس جالندھری)

یہ شان، یہ وقار ہے شایانِ مُصطفیٰ  
 تراکن میں خدا ہے ثنا، خوانِ مُصطفیٰ  
 ہر بلبُلِ چین ہے ثنا، خوانِ مُصطفیٰ  
 ہر گل ہزار دل سے ہے قربانِ مُصطفیٰ  
 مجھ کو طلب نہیں ہے کسی خضرِ راہ کی  
 جب تک ہے میرے ہاتھ میں دامنِ مُصطفیٰ  
 سائل ہیں اُس کے در کے سلاطین باوقار  
 حاصل ہے جس کو تبتہ دربانِ مُصطفیٰ  
 بادِ خزاں کہ بادِ محافل چلے ہزار  
 پھولے پھلے گانگل گلستانِ مُصطفیٰ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

نعتِ احمدیہ زبانِ حنا مہ تحریر پر  
 ناز کرتا ہے مصور آپ کی تصویر پر  
 قبلہ رُوعانیاں ہے آپ کی آرام گاہ  
 ناز ہے طیبہ کو اپنی خوبیِ تقدیر پر  
 بزمِ عالم ہے ضیاءِ بارِ آپ کی تنویر سے  
 صد چراغِ طورِ شربانِ آپ کی تنویر پر

## اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

(پندتِ ہری چند اختر ایہ ہے)

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا  
 کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا  
 کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا ویریتیم  
 اور غلاموں کو زمانہ بھر کا مولا کر دیا  
 زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر  
 اللہ اللہ! موت کو کس نے مسیحا کر دیا  
 سات پردوں میں چھپایا، حُسنِ کائنات کو  
 اب کسی نے اس کو عالم آشکارا کر دیا  
 شوکتِ مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم  
 منہدم کس نے الہی، قصرِ کسریٰ کر دیا  
 کہہ دیا لَا تَقْنَطُوا اَنْتَرِکِیْسِیْ نَے کان میں  
 اور دل کو سرِ برِ محوِ تمنا کر دیا  
 آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا  
 اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا



## اک نام خدا کا ہے، اک نام محمد کا

(راجندر بہادر موج بی۔ لے، ایل ایل بی)

خالق نے سنوارا ہے ہر کام محمد کا  
 گرتوں کا سہارا ہے اک نام محمد کا  
 حضرت کی صداقت کی عالم نے گواہی دی  
 پیغامِ الہی ہے پیغام محمد کا  
 خم خانہ وحدت ہے قرآن جسے چاہیے  
 لبریز مئے عرفاں ہر جام محمد کا  
 ہر مذہب و ملت پر یکساں ہے کرم جاری  
 ہے سب کے لیے رحمتِ اسلام محمد کا  
 اوہام کی ظلمت میں اک شمع ہدایت ہے  
 بھٹکی ہوئی دنیا کو پیغام محمد کا  
 تصویرِ حقیقت ہے، اک درسِ محبت کا  
 ہر بات محمد کی، ہر کام محمد کا  
 اے موج سہارے کو طوفانِ حوادث میں  
 اک نام خدا کا ہے، اک نام محمد کا  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

# ایک انسان ہوا سدرہ نشین آج کی رات

راجندر بہادر موج بی-اے، ایل-ایل-بی

نورہی نور ہے تاعرش بریں آج کی رات

راستہ تکتے ہیں جبریل امیں آج کی رات

ہیں وہی پھول، وہی روز کے ماہ و انجم

جانے کیوں لگتی ہے ہر چیز حسین آج کی رات

بن کے گہوارہ بمطلوب دو عالم یہ زمیں

بڑھ گئی چاند ستاروں سے کہیں آج کی رات

ویکھ کر عرش پہ محبوب خدا کی آمد

رک گئی گردشِ افلاک وزمیں آج کی رات

ایک لمحے میں سفر اور زمین سے تاعرش

ایک انسان ہوا سدرہ نشین آج کی رات

بلوہ افروز ہے وہ نور میں نور عام

عرش اور فرش میں کچھ فرق نہیں آج کی رات

مذہب و قوم سے محدود نہیں فیضِ رسولؐ

جھک گئی ساری زمیں کی جبین آج کی رات

تھی جہاں بارشِ انوار، زمیں سے تاعرش

کاش ہوتا دلِ ناداں بھی وہیں آج کی رات

## عید میلاد النبیؐ کی بزم ہے آراستہ

چاند بہاری لال صبا جے پوری  
 عید میلاد النبیؐ کی بزم ہے آراستہ  
 آج ہونا چاہیے اظہارِ شانِ مصطفیٰؐ  
 اب مراد امن نہیں ہے دامنِ رحمت کے کم  
 آپڑی ہے اس پہ خاکِ آستانِ مصطفیٰؐ  
 ہم دکھا دیں گے تمہیں کعبہ ادھر آتا ہوا  
 جس طرف سجدہ کریں گے عاشقانِ مصطفیٰؐ  
 آخر انساں ہے صبا تو یہ ملا تک کہتے ہیں  
 ہو نہیں سکتا بیانِ عز و شانِ مصطفیٰؐ

## کسی سبکیں نے جب تم کو پکارا یا رسول اللہ

چاند بہاری لال صبا، جے پوری

تصویر باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ  
 خدا کا وہ نہیں ہوتا، خدا اس کا نہیں ہوتا  
 زمیں پر آگے خورشیدِ محشر میں تو ان کو کیا  
 خدا کا بکرِ رحمت اس قدر کیوں جوش میں آیا  
 خدا کا کر لیا ہم نے نظر یا رسول اللہ  
 جسے آتا نہیں ہونا تمہارا یا رسول اللہ  
 ہے جن پر سایہ دامن تمہارا یا رسول اللہ  
 کسی سبکیں نے جب تم کو پکارا یا رسول اللہ  
 خدا کا نام لے لے کر جو بس آیا، وہ لکھ لایا  
 (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)  
 مجھے کب نعت لکھنے کا ہے یا رسول اللہ

## دُنیا کو تم نے آکر پُر نور کر دیا ہے

شام سُنْد رِیَاصِرِ کَاشْمِیْرِ

دُنیا کو تم نے آکر پُر نور کر دیا ہے  
 غارِ صرّ سے نکلیں یہ نُور کی شعاعیں  
 اور ظلمتوں کو بکسر کا فور کر دیا ہے  
 اک بار تو دیارِ طیبہ کو دیکھ لیتا  
 تاریک وادیوں کو پُر نور کر دیا ہے  
 پینغامِ حق سُنّا کر مسرور کر دیا ہے  
 پابندی جہاں نے مجبور کر دیا ہے  
 وحدت کی مے پلا کر مخمور کر دیا ہے  
 چشّمِ فلک کو جس نے مسح کر دیا ہے

بِاَصْرِ سَے کیا رقم ہو وہ شانِ تمہاری  
 جس نے گداگروں کو غفور کر دیا ہے

## دُنیا کو روشن کر گئی

شام سُنْد رِیَاصِرِ کَاشْمِیْرِ

یونہی تمہیں طاری شورشیں  
 یونہی تمہیں برپا وحشتیں  
 نکلی صحرا کے غار سے  
 یا دامنِ کہسار سے  
 اک روشنی، اک زندگی  
 مشعلِ ہدایت کی بٹی  
 اور نُورِ برساتی ہوئی  
 دُنیا کو روشن کر گئی

## جو ہمارے پاس ہے وہ آپ کا ہے یا نبی

لالہ بیلی رام، رام کشمیری

جو ہمارے پاس ہے، وہ آپ کا ہے یا نبی  
 جان شیریں آپ کی، دل آپ کا سر آپ کا  
 آپ ہی محبوبِ مولا، شافعِ محشر ہیں آپ  
 آپ ہی تسنیم کے مالک ہیں، کوثر آپ کا  
 رات ہو دن ہو سحر ہو شام ہو یا دوپہر  
 منتظر رہتا ہے سائل کے لیے در آپ کا  
 نیرِ اعظم بنا ہر ذرۂ ریگِ عرب  
 اے محمد دیکھ کر روتے منور آپ کا  
 رام کو چاہے زمانہ چھوڑ دے پرواہ نہیں  
 رام سے لیکن نہ چھوٹے گا نبی در آپ کا

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

## میرے آقا کے علاوہ میرے حضرت کجے سوا

(پو بھو دیال عاشق لکھنوی)

بادشاہِ دوسرا ہے کون؟ کوئی بھی نہیں      شافعِ روزِ جزا ہے کون؟ کوئی بھی نہیں  
 صدرِ بزمِ انبیاء ہے کون؟ کوئی بھی نہیں      اور محبوبِ خدا ہے کون؟ کوئی بھی نہیں  
 میرے آقا کے علاوہ، میرے حضرت کے سوا  
 داورِ محشر ہے وہ، یہ ہیں شفیع المذنبین      وہ شہِ ارض و سما، یہ شاہِ خوبانِ زمیں  
 وہ اللہ العالمین، یہ رحمۃ للعالمین      عشقِ محبوبِ خدا، عشقِ خدا سے کم نہیں  
 اس کو کیا جانے کوئی اہلِ محبت کے سوا

## سر میں لیے پھرتا ہوں میں سوادے محمد

(پو بھو دیال عاشق لکھنوی)

دل میں رُخِ محبوبِ الہی کی ضیاء ہے      آنکھوں میں جمالِ گلِ عارض کی فضا ہے  
 آزارِ محبت مجھے قسمت میں ملا ہے      بازارِ شفا عت میں خریدارِ خدا ہے  
 سر میں لیے پھرتا ہوں میں سوادے محمد  
 سچ کہہ کہ ان آنکھوں سے کوئی اور بھی دیکھا      پایا ہے کسی نبی نے بھی یہ رتبہ؟  
 بتا تو سرِ عرشِ بریں کون ہے پہنچا      اللہ سے زینت تری لے عرشِ معلیٰ  
 جھومر ہے ترا نقشِ کفِ پائے محمد  
 (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

## سارا ظہور آپ ہی دم قدم سے ہے

مہاراجہ سیکشن پوشاد شاد سابق وزیر اعظم دولت آصفیہ، حیدرآباد

رونق جو دو جہاں میں ہے شاہ امم سے ہے

سارا ظہور آپ ہی کے دم قدم سے ہے

کبلاتے تیرے ہیں، ترے در کے فقیر ہیں

جنت سے واسطہ نہ غرض کچھ ارم سے ہے

لَا تَقْنَطُوا جے وجہ تسلی میرے لیے!

ہم سید مجھ کو تیرے ہی فضل و کرم سے ہے

اے شاد خوب نعت میں تم نے کھلائے گل

پھولی پھولی یہ شاخ تمہارے قلم سے ہے

## رسول اللہ کی سرکار کو دیکھو

مہاراجہ سیکشن پوشاد شاد

مدینے کو چلو، دربار دیکھو رسول اللہ کی سرکار دیکھو

نظر آتی ہے واں شانِ خدائی درو دیوار کے انوار دیکھو

مسخر آپ کا عالم ہے سارا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سند ہیں کافر و دیندار دیکھو

## جو محبوبِ خدا کا رتبہ پائے کس کی ہستی ہے

مہاراجہ سیرکشن پوشاد شاد

مدینے میں خداوند! عجب پُر نور ہستی ہے

جہاں ہر وقت اور ہر دم تری حمت برستی ہے

ترے رتبے میں کس کو دخل ہے کیا کوئی دم مارے

جو محبوبِ خدا کا رتبہ پائے کس کی ہستی ہے

جمالِ پاک پھر اپنا دکھا دے خواب میں مجھ کو

طبیعتِ پھر زیارت کے لیے میری ترستی ہے

## مُحَمَّدِیہ دِل اپنا شیدا ہوا ہے

مہاراجہ سیرکشن پوشاد شاد

مُحَمَّدِیہ دِل اپنا شیدا ہوا ہے ستارہ نصیبے کا چمکا ہوا ہے

زہے آپ کا کوئی ہمسرنہ ہوگا یہ دیکھا ہوا ہے یہ سمجھا ہوا ہے

خداوندِ عالم ہے جس طرح واحد حبیبِ خدا بھی تو دیکھا ہوا ہے

مجھے کوئی کافر کہے یا مسلمان کہے جس کے جو جی میں آیا ہوا ہے

فقط نعتِ گوئی سے اسے شاد مجھ کو

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

یہ عزت ملی ہے، یہ رتبہ ہوا ہے



## احمد محمد مصطفیٰ، محبوب رب العالمین

(مہاراجہ سرکشن پرشاد، شاد)

سیر دفتر کون و مکاں، شاہنشاہ دنیا و دین  
احمد، محمد، مصطفیٰ، محبوب رب العالمین

ہیں سالکِ راہِ صفا، ہیں مالکِ ملکِ خدا  
اُن کے لیے سب کچھ ہوا، خورشیدِ مہ چرخِ مبین

شمسِ الصغریٰ، بدرالدجی، خیرالوری، نورالہدی  
شانِ خدا، فضلِ الہ، شاہنشاہِ کرسی نشین

ختمِ الرُّسُل، ہادیِ کل، ہیں باعثِ سرجز و کل  
سُلطانِ دین، شمسِ الیقین، ہیں رحمۃً للعالمین

مخلوق میں یکتا ہیں یہ، کثرت میں بے ہمتا ہیں  
کیا جانے کوئی کیا ہیں یہ، ان کا کوئی ہمسر نہیں

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## سُلطان بنا سُلطانوں کا مُختار بنا مختاروں کا

مہاراجہ سرکشن پوشاد، شاد

کانِ عرب سے لعل نکل کر سرتاج بنا سرداروں کا  
 نام محمد اپنا رکھا سلطان بنا سرداروں کا  
 باندھ کے سر پر سبز عمامہ، کاندھے رکھ کر کالی کلبی  
 ساری خدائی اپنی کر لی، مختار بنا مختاروں کا  
 رُوپ ہے تیرا رتی رتی، نور ہے تیرا پتی پتی  
 مہر ذمہ کو تجھ سے رونق نور بنا ستیادوں کا  
 تیرے عرق میں گل کی بو، قامت تیرا سر جو  
 بس گنتیں گلیاں طیبہ کی، بھاگ کھلا گلزاروں کا  
 اُمی گو سب کہتے تھے، علم لدنی کا تھا علم  
 راز بھرا تھا سینے میں قرآن کے تیسوں پاروں کا  
 بُو بکر و عمر و عثمان و حیدر، تھے چار عناصر ملت کے  
 کثرتِ وحدت میں ہے جیسے حال و تھا ان چاروں کا  
 کسبِ تجلی کرتے تھے چاروں ایک ہی مہر نبوت سے  
 بختِ بسا تھا بُرجِ شرف میں تیرے چاروں یاروں کا  
 بادۂ عرفاں دیتا ہے ساقی، وحدت کے مینخانہ سے  
 شاد منقدر فضلِ خدا سے جاگا اب میخواروں کا

## شمیم جاں فزالاتی ہے مکے اور مدینے سے

منشی تلوک چند معروم

مُبَارک پیشوا جس کی ہے شفقت دوست دشمن پر  
مُبَارک پیشرو جس کا ہے سینہ پاک، کینے سے  
انہی اوصاف کی خوشبو ابھی اطرافِ عالم میں  
شمیم جاں فزالاتی ہے مکے اور مدینے سے

## سلام اُس پر کہ جس کے زُور سے پُر نور ہے دُنیا

(جگن ناتھ آزاد ایم۔ اے)

سلام اُس ذاتِ اقدس پر سلام اس فخرِ دولت پر  
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر  
سلام اُس پر جو عامی بن کے آیا غم نصیبوں کا  
رہ جو بے کسوں کا آسرا، مشفق غریبوں کا  
مددگار و معاون بے بسوں کا، زیر دستوں کا  
ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا

سلام اُس پر کہ جس کے نور سے پُر نور ہے دُنیا  
سلام اُس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دُنیا

سلام اُس پر جلالی شمع عرفاں جس نے سینوں میں  
کیا حق کے لئے بیتاب سجدوں کو جبینوں میں

سلام اُس پر بنایا جس نے دیوالوں کو فرزانہ  
مے حکمت کا چھلکا یا جہاں میں جس نے پیمانہ

بڑے چھوٹوں میں جس نے اک اخوت کی بنا ڈالی

زمانے سے تمیز بندہ و آقا مہربا ڈالی

سلام اُس پر فقیری میں نہاں تھی جس کی سلطان

رہی زیر قدم جس کے شکوہ و شان خاقانی

سلام اُس پر جو آسودہ ہے زیر گنبد خضرا

زمانہ آج بھی ہے جس کے در پہ ناصیہ فرسا

سلام اُس پر جو آیا رحمتہ للعالمین بن کر

پیام دوست نے کر صادق الوعد و امین بن کر

سلام اُس فات اقدس پر، حیات جاودانی کا

سلام آزاد کا آزاد کی رنگیں بیانی کا

اے جگن ناتھ آزاد ایم اے، پنڈت توک چند محروم کے فرزند تھے اور اگرچہ دونوں (باپ بیٹا) کو نعتِ رسول  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذوق و شوق تھا، مگر آزاد صاحب نعت گوئی میں اپنے باپ پر سبقت لے گئے الغرض  
دونوں کا مختصر کلام ساتھ ساتھ درج کیا گیا ہے۔

## خلیق آئے کریم آئے روف آئے رحیم آئے

(جگن ناتھ آزاد - ایم اے)

خلیق آئے کریم آئے، روف آئے، رحیم آئے  
 بشر بن کر جمالِ اولین و آخرین آئے  
 وہ آئے جن کو کیے فخرِ آدم، ہادیِ اکرم  
 تجلیِ عام فرماتے ہوئے شمسِ الصغریٰ آئے  
 کہا قرآن نے جن کو صاحبِ خلقِ عظیم آئے  
 متاعِ صدق لے کر صادق الوعد الامین آئے  
 وہ آئے جن کو لکھیے زندگی کا محسنِ اعظم  
 امام الانبیاء آئے، محمد مصطفیٰ آئے  
 مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین آئے  
 سحابِ رحم بن کر رحمت للعالمین آئے

## محمدؐ رہنمائے انس و جان ہے

(گوبند پرشاد فضا)

محمدؐ رہنمائے انس و جان ہے  
 وہ ہے مہرِ سپہِ رہنمائی!  
 وہ محبوبِ جنابِ کبریا ہے  
 لقب ہے سیدِ کونینِ ذیشان  
 کیے جاری قوانینِ شریعت  
 جہاں میں زینتِ آدم ہے اس سے  
 رسولِ کبریا ہے دو جہاں ہے  
 حبیبِ بارگاہِ کبریا تی!  
 شفیع المذنبین، روزِ جزا ہے  
 خدا تران میں ہے اس کا ثنا خواں  
 عیاں جس سے ہوا رازِ حقیقت  
 بنائے دینِ حق محکم ہے اس سے

نبی ایسا کوئی دُنیا میں پیدا  
 نہ تھا آگے نہ اب ہے اور نہ ہوگا  
 (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## رُخِ مُصْطَفَىٰ كَا جَمَالِ اللّٰهِ

پنڈت بال مکند عرشِ ملسیانی بیگے

زباں کا وہ حُسنِ مقال اللّٰہ	رُخِ مُصْطَفَىٰ كَا جَمَالِ اللّٰہ
جمال اللّٰہ، جلال اللّٰہ	نگاہوں کا سیکہ دلوں پر مُسَلِّط
نبوت کا اوج کمال اللّٰہ	اُتر آئے خود عرشِ کرسی سے جلوے
عرب کے فلک کا بلال اللّٰہ	جہاں کے لیے مژدہ عیدِ عرفاں
سرورِ مے و جدو حال اللّٰہ	جہاں ذکرِ احمد سے لبریز ہستی
یہ تنویرِ شمعِ خیال اللّٰہ	جہالت کی ظلمت پر ایک دل سے بھانپا
عمل سے بھی افضل خیال اللّٰہ	یہ نورِ ہدایت، یہ تفسیرِ وحدت
سوالی کا دستِ سوال اللّٰہ	سزاوارِ فیضِ درِ مُصْطَفَىٰ ہے

نبوت کا یہ اہتمام اللّٰہ	ہے جمہورِ دل در کا غلام اللّٰہ
کلیم اللّٰہ، کلام اللّٰہ	یہ نشانِ فصاحت، یہ آیاتِ مصحف
یہ بادہ یہ مینا یہ جام اللّٰہ	لبِ مُصْطَفَىٰ پر یہ اسرارِ وحدت
پیامی سراسر پیام اللّٰہ	نہ قول و عمل میں کوئی فرق مطلق

یہ ملت کی شیرازہ بندی کا آئینہ

یہ تنظیم دین کا نظام اللّٰہ

(جلّ شانہ — صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم)

## میرا سر ہے اور آستانِ مدینہ

(عروشِ ملسیانی - بی۔ اے)

کرم کیجئے مجھ پہ شاہِ مدینہ      کنارے پہ لگ جائے میرا سفینہ  
تصویر ہے برحق تمہارا تصور      مری خاتمِ دل کا ہے یہ نغمینہ  
یہی ما حاصلِ عرش ہے زندگی کا      میرا سر ہے اور آستانِ مدینہ

معطرِ فضا، مست ساری خدائی      صباؤ مشک افشاں مدینے سے آئی  
وہی نور، نورِ آفریں ہر جگہ ہے      عرب میں ہوئی جس کی جلوہ نمائی  
چل اے عرش ہو تو مدینے کا عازم      نہیں راسِ دُنیا کی ہنگامہ آرائی

طوفانِ زندگی میں سہارا تمہی تو ہو  
دریائے معرفت کا کنارہ، تمہی تو ہو  
ہاں ہاں تمہی تو ہو، دلِ عالم کے دلِ نواز  
دلدار و دلِ نشین و دلِ آرا تمہی تو ہو  
جاتی ہے عرش پر یہ تمہارے ہی فیض سے  
میری دُعا ہے دل کا سہارا تمہی تو ہو  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## لبِ اعجاز سے قم کہہ کے اٹھایا تو نے

لالہ لال چند صاحب فلك

نغمہ وحدتِ حقِ دہریں گایا تو نے  
 ربِ بے مثل کا دنیا میں بیٹھا کر سیکہ  
 پڑ گئے ماند سبھی شرکِ خودی کے اختر  
 جو شراب اور نشے کے تھے ازل سے مشتاق  
 باہمی نفرت و کینہ تھا و طیرہ جن کا  
 خوابِ غفلت میں پڑے سوتے تھے مکی مدنی  
 ریت کے ذروں کو بارود کی طاقت بخشی  
 کر دیا ایک شہنشاہ و گدا کا رتبہ  
 و اخترِ حارثِ غمگین کو رہائی بخشی؟  
 کیوں نہ قربانِ مسلمان تیرے نام پہ ہوں  
 حق پرستی کا جہنمِ طور بنا دیا تو نے

گنبد و ستقفِ فلك گوشِ زمیں گونج اٹھے

نعرہ توحیدِ اللہ کا بولگایا تو نے

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)



## اے محمد مصطفیٰ! جانِ عرب، شانِ عرب

مُنشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی

بانیِ اسلام! اے خورشیدِ تابانِ عرب  
 اے محمد مصطفیٰ! جانِ عرب، شانِ عرب  
 ظلِ اقدس میں پھلا پھولا گلستانِ عرب  
 جگمگایا نورِ وحدت سے بیابانِ عرب

آپ کے پیغام کی بنیاد تھی الہام پر  
 اک نئی دنیا بسا ڈالی خدا کے نام پر

### جو نہ سمجھیں آپ کا رتبہ، وہ اہلِ دل نہیں

مُنشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی

آپ پر نازل خدائے پاک نے قرآن کیا  
 سُرْمَتِ توحید سے وا دیدہ عرفان کیا  
 آشکارا زندگی کا جوہر پنہاں کیا  
 پیکرِ اقدس کو رشکِ کعبہ ایماں کیا  
 جو نہ سمجھیں آپ کا رتبہ وہ اہلِ دل نہیں  
 اور کوئی جاوہرِ تسلیم کی منزل نہیں  
 (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## روزِ ازل خریدار تھا سودا حضورؐ کا

دلالتِ مری دہر شاد دہلوی

جلوہ دکھا دے مجھ کو خدا یا حضورؐ کا  
 لکھنا ہے مجھ کو آج سراپا حضورؐ کا  
 چمکے گا چاند بن کے یہ تربت میں حشر تک  
 دل میں ہے میرے داغِ تمنا حضورؐ کا  
 حسرت ہے یہ حضورؐ کے قدموں میں جانِ دُول  
 ارمان ہے کہ دیکھ لوں جلوہ حضورؐ کا  
 سودا آئی ہم کو کہتے ہیں سارے زہے نصیب

روزِ ازل خریدار تھا سودا حضورؐ کا

دل شاد و فیض یاب زیارت سے وہ بھی شاد ہو  
 ہے جان و دل سے شاد بھی شیدا حضورؐ کا

## قیامت میں گنہگاروں کو تیرا آسرا ہوگا

لالہ مری دہر شاد دہلوی

جہنم کا نہ ڈر ہو گا نہ کچھ خوفِ سزا ہوگا  
 قیامت میں گنہگاروں کو تیرا آسرا ہوگا  
 تیرے دیدار کی خاطر دل مضطر تر پتا ہے  
 اگر دیدار ہو جائے گا، دردِ دل سوا ہوگا

## نعتِ خوانِ سرورِ کون و مکاں ہوتا ہوں میں

سردار کنور مہمند رینگھ پیدی سحر

نعتِ خوانِ سرورِ کون و مکاں ہوتا ہوں میں  
 دیکھنا روحِ الایم سے ہم زباں ہوتا ہوں میں  
 رات دن جس آستان پر ہیں ملائک سجدہ ریز  
 بارہا اورِ جِ تختل سے وہاں ہوتا ہوں میں  
 جب کبھی جاتے ہیں مل کر سُوئے طیبہ خوش نصیب  
 کارواں کے ساتھ گردِ کارواں ہوتا ہوں میں  
 سرورِ کون و مکاں پر بھیجتا ہوں صد درود  
 اس طرح شیریں سخنِ رطب اللسان ہوتا ہوں میں  
 عجز سے پابوس ہوتی ہے حیاتِ جاوداں  
 جب فدائے نامِ شاہِ دو جہاں ہوتا ہوں میں  
 دل میں اٹھتی ہے جو یادِ ہادی اعظم سحر!  
 اپنے دل کے شوق سے ہم داستان ہوتا ہوں میں

## سلام اے دل کے اندر بسنے والے

(سودا رکنور مہندرسنگھ بیدی سحر)

سلام اے معرفت کی مے کے ساقی  
 سلام اے دل کے اندر بسنے والے  
 سلام اے درد پیدا کرنے والے  
 سلام اے مونس اپنے غمزدوں کے  
 سلام اے جنتِ طیبہ کے باشی  
 سلام اے جلوۂ انوارِ باقی  
 سلام اے سب حسینوں کے نزالے  
 سلام اے سب کو اپنا کرنے والے  
 سلام اے مالکِ اچھوں اور بدوں کے  
 سلام اے غمزدہ صدِ جلوہ پاشی

## چلو مدینے، چلو مدینے، یہ دل سے آواز آرہی ہے

(مہندرسنگھ بیدی سحر)

پہنچ کے طیبہ میں یا الہی! نظر یہ کیا چیز آرہی ہے  
 مری نگاہوں میں آج کیسی حسین دُنیا سما رہی ہے  
 فزوں ہو اشوق کا تقاضا، تڑپ رہی ہے ہر اک تمنا  
 چلو مدینے، چلو مدینے، یہ دل سے آواز آرہی ہے  
 نوازنے کے لیے وہ دیکھو کہ اپنے لاچار بے کسوں کو  
 کسی کی بخشش پکارتی ہے، کسی کی رحمت بولا رہی ہے  
 جسے اہودے کے دل کا پالا، جسے حریمِ جگر میں رکھا  
 وہی تمنا سوتے مدینے، کشاں کشاں لے کے جا رہی ہے  
 شہِ عرب کی عنایتوں کا، سحر نہیں ہے کوئی ٹھکانا  
 مرے گناہوں کی بے پناہی، ہزار مجھ کو ڈرا رہی ہے

## یہ فیض ہے ولادتِ ختمی مآب کا

( سردار گور بخش سنگھ محمود جالندھری )

پھیلا اُفق پر نور رسالت مآب کا  
دی تو نے کفر زار میں توحید کی ازاں  
تاروں میں روشنی ہے تو پھپھولوں میں تازگی  
انوار عام ہیں ویر پاک رسول کے  
بیت سے مُنہ اُترنے لگا آفتاب کا  
بدلا ہے تو نے رنگِ جہانِ خراب کا  
یہ وقت ہے ظہور رسالت مآب کا  
اس بنوہ گہ میں کام نہیں ہے حجاب کا  
یہ فیض ہے ولادتِ ختمی مآب کا  
ظلمت کدوں میں ہیں سحر نو کی تابشیں

محمور کیفِ نور رسالت سے مست ہوں  
سب جانتے ہیں، میں نہیں نوگر شراب کا

## ہم ویر نشیں بھی ہیں ترے مدح سرا

(ستید پال اختر رضوانی)

از خاک عرب تا بہ عجم مانتے ہیں  
ہم ویر نشیں بھی ہیں ترے مدح سرا  
ہاں صاحب الطافِ و کرم مانتے ہیں  
رہبر جو تجھے اہلِ حرم جانتے ہیں

جمہور و مساوات کا پیغمبر ہے  
اے خطۂ بطلما و عرب کے باسی  
آئینۂ حالات کا پیغمبر ہے  
تو کشف و کرامات کا پیغمبر ہے

## جہانِ خدا ہے جہانِ محمد

(از بوہم ناتھ دت قاصی)

زہے عزت و قدر و شانِ محمد      جہانِ خدا ہے جہانِ محمد  
 محمد سے توحید کا راز پوچھو      بیانِ خدا ہے بیانِ محمد  
 بہارِ ازل بوستانِ ابد ہے      کتابِ خدا، ارمغانِ محمد  
 رواں تھا، رواں ہے، رواں ہی ہے گا      قیامت تلک، کھارواں محمد

بہاراں بہاراں، لطافت لطافت

خوشا گلشنِ بے حنزانِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## ہمیں فردوس ہے کوئے محمد

(شیر سنگھ شمیم فرخ آبادی سابق سٹی مجسٹریٹ)

رواں ہو جانبِ کوئے محمد      دکھا دے اے خدا روئے محمد  
 ہیں عنبر بار گیسوئے محمد      صبا لاتی ہے خوشبوئے محمد  
 جنہیں ہو دیکھنا، نورِ الہی!      وہ دیکھیں جلوۂ روئے محمد  
 حقیقت آشنا ہونے کے باعث      ہمیں فردوس ہے کوئے محمد

شمیم! ایسا بشر بھی کوئی ہوگا

نہ ہو جو شائقِ کوئے محمد

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

## لگا دو پار کشتی کو ہماری یار رسول اللہ

(منشی نند کشوریکتا)

لگا دو پار کشتی کو ہماری یار رسول اللہ  
 ہے کالی رات اندھیاری، بھنور اٹھتی بھاری  
 مصیبت میں کرو یاری ہماری یار رسول اللہ  
 تمہاری آس ہو دت کاری ہماری یار رسول اللہ  
 شفاعت ہے بڑی بھاری تمہاری یار رسول اللہ  
 لگا دو ہم کو بھی پار ہے یاری یار رسول اللہ  
 دودھ جوڑ کر کشتی، تمہاری اب کرے یکتا

میں تباؤں سے بلہاری تمہاری یار رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## از شمع خود جلی کن ایوانِ ما محمد

(دیوان نند کشور عشق)

ہر مطلبے رسیدم، در کوچہ تمنا  
 از داغ نامرادی، شبہائے تیرہ دارم  
 آمد چو از ہدایت بریانِ ما محمد  
 از شمع خود جلی کن ایوانِ ما محمد  
 ما یم بلب لانش بستانِ ما محمد  
 چوں عشق دل بستم، بر خطِ غیر اینش  
 من چوں سفال گشتم، ریجانِ ما محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## سیاسیات سے مذہب ملا دیا تو نے

لالہ دھرم پال گپتا وفاقا، سابق ایڈیٹر روزنامہ "تیج" دہلی

چھڑا کے بت کی پرستش سکھائی تھی وحدت  
 تیرے خیال کی ترویج عام ہو جائے  
 سکھایا اہل عرب کو برابری کا درس  
 کہ امتیاز کا قصہ، تمام ہو جائے  
 سیاسیات سے مذہب ملا دیا تو نے  
 کہ دین و دنیا کا سب انتظام ہو جائے  
 تیرے خیال میں یہ سخت نامناسب تھا  
 بشر کوئی بھی بشر کا غلام ہو جائے  
 رفاہ عام ہی تھا تیرا، جبکہ نصب العین  
 لقب نہ کیوں تیرا خیر الہ نام ہو جائے  
 عرب کو تو نے جہالت سے پاک کر ڈالا  
 تو کیوں نہ دل میں ترا احترام ہو جائے  
 وفاقا جہاں میں وہ عالی مقام ہوتا ہے  
 عطا جسے مے عرفان کا جام ہو جائے  
 (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)



## اورگ رگ میں بسی ہے آج بھی یادِ رسول

دھرم پال صاحب گیتا، ونا

چٹکیاں لیتی ہے دل میں ہر گھڑی یادِ رسول  
 ہو گئی ہے اب تو میری زندگی یادِ رسول  
 دفعتاً یہ دل مشالِ غنچہ گل کھل اٹھا  
 جب و فورِ یاس و غم میں آگئی یادِ رسول  
 بزمِ شعر و نغمہ تھی یا تختہ دار و رسن  
 ہم کو ہر اک حال میں آتی رہی یادِ رسول  
 کل بھی یہ چھائی ہوئی تھی جان و دل پر سب  
 اورگ رگ میں بسی ہے آج بھی یادِ رسول  
 کیا کہوں میں اب کسی سے مدعا تے زندگی  
 جب میری ہستی کا حاصل بن گئی یادِ رسول  
 اس سے پہلے بزمِ ہستی کیا تھی، اک ظلمت کدہ  
 دے گئی ہے شمعِ دل کو روشنی یادِ رسول  
 پوچھتے پھرتے ہیں ہم دنیا سے اب اپنا پنا  
 زندگی پر اس طرح کچھ چھا گئی یادِ رسول  
 بارِ غم سے جب ہوا میں ما تل فریادِ عرش  
 میرے دل کو دے گئی تسکین سی یادِ رسول  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## نور سے قلبِ مرا مخزنِ انوار تو ہے

(ڈاکٹر ماما پرشاد ذیب بویلو)

آرزو گنبدِ خضرا کی ضیا۔ بار تو ہے  
 دامنِ ہوش و خرد مطلعِ انوار تو ہے  
 باعثِ فخر ہے عرفانِ عقیدتِ مندی  
 غم نہیں راحتِ دنیا جو میسر نہ ہوتی  
 میرا عقیبی ہے منور آپ کی تنویروں سے  
 میرا لغزہ میرا آہنگِ مرا سازِ ادب  
 دید سے تیری منور نہیں آنکھیں لیکن  
 فرضِ ملت کی قسم، حکمِ مشیت کی قسم!

زندگی جنتِ طیبہ کی طلب گار تو ہے  
 دلِ مرا نورِ محمد کا ضیا۔ بار تو ہے  
 جذبہٴ دل میں مرے عظمتِ سرکار تو ہے  
 زندگی تیرے تصور سے سکوں بار تو ہے  
 میری دنیا آپ کے پیغام سے گلزار تو ہے  
 جذبہٴ نعتِ محمد کا سزاوار تو ہے  
 نور سے قلبِ مرا مخزنِ انوار تو ہے  
 نہ سہی کچھ بھی مرے طرف میں ایتار تو ہے

میرے جذبات میں ہے نعتِ رسولِ عربی  
 ذیب آہنگ نہیں ساز میں جھنکار تو ہے  
 (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## کسی صورت پہنچ کر دیکھ لوں روضہ مدینے کا

(وشنو کمار شوق لکھنوی)

لڑاتا ہے نظر سورج سے ہر ذرہ مدینے کا  
 رسول اللہ سے اتنا بڑھا رتبہ مدینے کا  
 جو محبوبِ خدا ہے کیفِ اس کا کارنہ ہے  
 انوکھا کیوں نہ ہو عالم سے میخانہ مدینے کا  
 جہاں کا گوشہ گوشہ نورِ حق سے ہو گیا روشن  
 دکھاتا ہے کچھ ایسے جلوے آئینہ مدینے کا  
 میسرے مجھ کو بھی قسمت سے ہو تو فیتق مے نوشی  
 بھرا ہے نور کی صہبا سے پیما نہ مدینے کا  
 نہیں پوشیدہ ہے اس سے کوئی بھی راز قدرت کا  
 بہت ہوشیار ہے عالم میں دیوانہ مدینے کا  
 اگر جاں بھی نکل جائے مری طیبہ کی راہوں میں  
 تو سمجھوں گا بہت سستا ہوا سودا مدینے کا  
 ابھی تو خواب ہی دیکھا ہے اب تعبیر دیکھوں گا  
 نکاہوں میں لیے پھرتا ہوں میں نقشہ مدینے کا  
 بس اب تو شوقِ دل میں اک یہی ارمان باقی ہے  
 کسی صورت پہنچ کر دیکھ لوں روضہ مدینے کا

## تھا وہ گیانی لاثانی پر میشر کے اوتاروں میں

(سندر لال صاحب حمید)

وہ سندر چہرہ نور بھرا، وہ رام سرولی متوالا

دلدار تھا دلداروں میں سروا تھا سرداروں میں

لولاک لبا کاتاج دھرے وہ کلبی والا منجھن

توحید کی مایا لے کر جو پھرتا تھا بازاروں میں

میں سیس نواؤں چرنن لاگون نام محمد جس کا ہے

شدر اور ویس کیسے سب داخل جس نے پیاروں میں

آنند کے گرسکھائے گیوا اور گھٹ گھٹ میں بتلائے گیوا

تھا وہ گیانی لاثانی، پر میشر کے اوتاروں میں

ہم داس رہیں گے مرتے دم تک یارو اس گر گیانی کے

ہیں روپ سروپ محمد کے یاں قدرت کے اوتاروں میں

تم لے لے اس کا نام حمید اپدیش کر اس نگری میں

یہ گیان دھرم کی آن نہیں جا کر پھینا غاروں میں

رصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## بادشاہِ دو جہاں، خاتمِ پیغمبران

ڈاکٹر شیر پرتاب سنگھ کشتل

بادشاہِ دو جہاں، خاتمِ پیغمبران  
 حاکمِ جن و ملک، رہنمائے عاصیاں  
 آپ ہی کو عرش پر حق نے کر کے مہماں  
 ساری کائنات کا کر دیا ہے رازداں  
 آپ سردارِ جہاں، ہادیِ برانس و جاں  
 رہبرِ راہِ نجات پیشوائے مُرملان  
 مجھ پہ بھی نگاہِ مہر، اے شفیعِ عاصیاں  
 بادلوں میں کفر کے کوندتی ہیں بجلیاں  
 چاند تاروں کو ملی آپ سے چمکے مک  
 آپ سے ہے نور بار یہ زمین و آسماں  
 نمود کا ہے آئینہ، نقشِ نقشِ بر قدم  
 راستہ ہے آپ کا آسماں پہ کبکشاں  
 فکرِ کچھ نہیں ہمیں حشر کے حساب کی  
 عاصیوں کو آپ شامل کیا ہے مہرباں  
 حشر کا جب آئے دن رکھیے گا کشتل کو بھی یاد  
 اے شفیعِ عاصیاں، اے شفیعِ عاصیاں  
 (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## ہمسرے کون شان رسالت مآب کا

منشی پیارے لال رونق دہلوی

چمکا جو نورِ حسن رسالت مآب کا  
 روشن ہوا چراغِ جہانِ خراب کا  
 حاصل شرف ہے کس کو خدا کی جناب کا  
 ہمسرے کون شان رسالت مآب کا  
 عاشق ہوں اس جناب رسالت مآب کا  
 کو نہیں ایک ذرہ ہے جس کی جناب کا  
 رونق سخن کو میرے نہ حاصل ہو کیوں شرف  
 مداح ہوں میں جناب رسالت مآب کا

تو ہے محبوب، خدا چاہنے والا تیرا  
 مرتبہ سازے رسولوں میں ہے بالائیرا  
 نور سے تیرے منور ہوئے دونوں عالم  
 نظر آتا ہے ہر اک سمت اُجالا تیرا  
 ہو گیا شوق میں وہ آج نشا را احمد  
 دل جو رونق! تھا بڑے تازوں کا پالا تیرا  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

## آئے جو آپ چاند سا چہرے لیے ہوئے

(بسمل صاحب الہ آبادی)

یوں جاگزیں ہے دل میں مرے یادِ مصطفیٰ  
جیسے صدف ہو گوہر یکتا لیے ہوئے  
ذیہا تمام نور کے سانچے میں ڈھل گئی  
آئے جو آپ چاند سا چہرہ لیے ہوئے  
لطف بہار گلشنِ طیبہ نہ پوچھیے !  
ہر پھول ہے بہشت کا جلوہ لیے ہوئے

## معلوم ہے کچھ تم کو محسوس کا مقام

(فراق گورکھپوری)

انوار بے شمار، مسدود نہیں  
رحمت کی شاہراہ، مسدود نہیں  
معلوم ہے کچھ تم کو محسوس کا مقام  
وہ اُمتِ اسلام میں محدود نہیں

## سارا عالم ہے منور آپ کے انوار سے

(ساحر ہوشیار پوری پروفیسر دہلی کالج)

ہے زمانے بھر میں شہرہ اب مرے اشعار کا  
 ذکر ہے اُن میں جناب احمد مختار کا  
 اک زمانہ تک رہا ہے مجھ کو بھی تعظیم سے  
 ہے مری آنکھوں میں جلوہ سید ابرار کا  
 جسمِ خاکی میں نہاں اک مخزنِ تنویر ہے  
 ہے مرے دل میں تصویر احمد مختار کا  
 خار سے بڑھ کر مدینے کی گلی ہے دل نواز  
 پھول سے خوشتر نظار ہے عرب کے خار کا  
 دھوم ہے سارے جہاں میں آپ کی گفتار کی  
 اک زمانہ معتقد ہے آپ کے کردار کا  
 دولتِ دنیا کی اس زردار کو خواہش نہیں  
 مل گیا جس کو حشرانہ آپ کے دیدار کا  
 سارا عالم ہے منور آپ کے انوار سے  
 سارا عالم آئینہ ہے آپ کے انوار کا  
 ہے فرشتوں کو تمنا، اس کی درباری کریں  
 کس قدر اونچا ہے رتبہ آپ کے دربار کا  
 معجزے سے کم نہیں یہ بھی کہ ساحر ہے غلام  
 اپنے آقا، اپنے مولا، احمد مختار کا



## طیب آپ ہیں یا محمد دلوں کے

ردوشن لال نعیم

ترے معجزے جو کہ تھے یا محمد  
 انہیں برحق و بر ملا، دیکھتے ہیں  
 ترے پاک پند و نصائح میں حضرت  
 ہم اک جوشِ صدق و صفا دیکھتے ہیں  
 طیب آپ ہیں یا محمد دلوں کے  
 ہم اس ذکر کو دار الشفا دیکھتے ہیں  
 ترا عشق ہے مومنوں کے دلوں میں  
 وہ ہر وقت شانِ خدا دیکھتے ہیں

بن جاؤں میں دیوانہ سرکارِ مدینہ  
 لگ جائے الہی مجھے آزارِ مدینہ  
 حسرت ہے کہ دم نکلے در شاہِ عرب پر  
 مدفن ہو تہ سایہ دیوارِ مدینہ  
 چھا جائے مری قبر پہ رحمت کی بدایا  
 دُر بارِ شب و روز ہوں انوارِ مدینہ  
 مرجائے نعیم الفتِ سرور میں الہی  
 تعویذِ لحد ہو دُرِ دربارِ مدینہ

## آپ کی تعریف ہو سکتی نہیں

(رشی پٹیا لوی)

اے رسول اللہ! اے صلّی علی  
ہر طرف ہے آپ سے نور و ضیا

آپ نے ابدنی کو اعلیٰ کر دیا  
آپ نے دل میں اُجالا کر دیا

آپ کی تعریف کوئی کیا کرے  
مجھ سے بے بس مجھ سے بے مقدور

آپ کی تعریف ہو سکتی نہیں  
آپ کی توصیف ہو سکتی نہیں

## جیتے جی روضۂ اقدس کو نہ آنکھوں دیکھا

(شکر لال ساقی سہارنپوری)

جیتے جی روضۂ اقدس کو نہ آنکھوں دیکھا  
روح جنت میں بھی ہوگی تو ترستی ہوگی  
میں اگر خاک نشین درِ احمد ہوں گا  
رفعتِ عرش کی ہمسری پستی ہوگی  
نعت لکھتا ہوں، مگر شرم مجھے آتی ہے  
کیا مری اُن کے شمارِ خوانوں میں مستی ہوگی

## تھی شبِ معراج میں سارے فلک پر چاندنی

شکر لال ساقی سہارنپوری

تھی شبِ معراج میں سارے فلک پر چاندنی  
 نورِ محبوبِ خدا سے تھی منور چاندنی  
 عرشِ دکرسی پر کہاں تھا باہ کا نام و نشان  
 روتے احمد چاند تھا، تھی اُس سے یکسر چاندنی  
 کیا کہوں جلوہ تھا کیا، صلیٰ علیٰ صلِّ علیٰ  
 رہ گئی تھی دیکھ کر حیران و ششدر چاندنی

فلک پر دھوم تھی، شاہِ دو عالم آنے والا ہے  
 مدینے کی زمیں سے عرشِ اعظم تک اُجالا ہے  
 مرا بر لفظِ لغتِ احمدی سے دُرِ بیکتا ہے  
 لکھا جو دائرہ ہے، وہ مہِ کامل کا ہالا ہے  
 ہوئی کا فورِ نورِ مصطفیٰ سے شرک کی ظلمت  
 ندامت کی سیاہی سے دلِ کفار کالا ہے  
 صفاتِ ذاتِ احمد لکھ سکوں کیا میری طاقت ہے  
 خیالِ اہلِ دانش جب یہاں مگر ٹری کا جالا ہے  
 رِصلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

## بہت گھبرا گیا ہوں یا نبی! آلامِ دنیا سے

نودیوسنگہ آشک جالندھوی

کہوں کیا کس قدر بالانشیں ہے ایشیاں تیرا  
 فرازِ عرش پر دیکھا ہے اے سرورِ نشاں تیرا  
 اسے دونوں جہاں کی نعمتیں حاصل ہیں دنیا میں  
 بنایا جس نے دل میں اے رسول اللہ! کہاں تیرا  
 اگر کوئی تمنا ہے، میرے دل میں تو یہ آقا!  
 دمِ آخر جبیں میری ہو، سنگِ آستاں تیرا  
 بہت گھبرا گیا ہوں یا نبی! آلامِ دنیا سے  
 سکوں مل جائے مجھ کو بھی ملے جو آستاں تیرا

## ہزار میں پوشیدہ ہیں اسرارِ دو عالم

سادھورام آرزو سہارنپوری

ہے صبحِ ازل صورتِ خندانِ محمد  
 ہزار میں پوشیدہ ہیں اسرارِ دو عالم  
 اور شامِ ابد زلفِ پریشانِ محمد  
 اللہ سے یہ وسعتِ دامنِ محمد  
 آنکھوں میں ہے تصویرِ گلستانِ محمد  
 ہندوہوں، مگر ہوں میں شہِ نثارِ خوانِ محمد  
 ہے یہ بھی آرزو اک معجزہ احمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

## کتنا ارفع ہے مقامِ مصطفیٰ

(از کوشش لال موہن بی اے آنرز، ایم اے انگریزی)

ہے پیامِ حق، پیامِ مصطفیٰ	مہمنت آگئیں ہے نامِ مصطفیٰ
یہ ہے شان و اہتمامِ مصطفیٰ	ہیں سلاطین بھی غلامِ مصطفیٰ
مشعلِ رہ ہے کلامِ مصطفیٰ	اہلِ ایماں کے لیے ہر گام پر
تھا فرازِ عرشِ ہامِ مصطفیٰ	معرفت کی روشنی کے فیض سے
کتنا ارفع ہے مقامِ مصطفیٰ	اہلِ دنیا پر کھلا معراج سے
ساغرِ وحدت ہے، جامِ مصطفیٰ	ایک ہوں کیوں کرنے محمود و ایاز
جلوۂ حسنِ تمامِ مصطفیٰ	چھا گیا ہے عرصۂ کونین پر
برہمن بھی احترامِ مصطفیٰ	کر رہے ہیں اس کی عظمت کے سبب

بے گماں اے کرشن موہن ثبت ہے

قلبِ گیتی پر دوامِ مصطفیٰ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## انسان کی تاریخ بہ عنوان محمد

(مہر لال سوئی ضیاء بی۔ اے آنرز۔ ایم اے انگریزی)

اسلام کی تعلیم ہے فرمانِ محمد  
 توحید کا نشہ ہے عرفانِ محمد  
 ملتی ہے یہاں رُوح کو برنائی و تسکین  
 ہے سایہ حق، رہا ہے دامنِ محمد  
 ہر نقشِ قدم اُس کا نشانِ بہ منزل  
 سب قافلے والے ہیں تبارِ خوانِ محمد  
 گھٹی گئی کوتاہی چشمِ دولِ انسان  
 بڑھتی ہی گئی شوکتِ دینِ شانِ محمد  
 لکھی گئی دنیا میں ضیاءِ نورِ یقین سے  
 انسان کی تاریخ بہ عنوانِ محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم،

## فخرِ آدم، احمدِ مختار کی باتیں کریں

گوسون لال ادیب لکھنوی، ایم اے فارسی

السلام لے رہبرِ دنیا و دین      السلام اے رحمتہ للعالمین  
السلام اے فخرِ آدم السلام      السلام اے نازشِ روح الامیں

تیرا نقش پا چراغِ حق نما      ہر سخن، تفسیرِ قرآن میں  
ہر قدم تیرا دلیلِ راہِ دوست      تذکرہ تیرا حدیثِ دل نشین  
بے وہ دل آئینہ صدق و صفا      جس میں ہو تیرا تصور جاگزیں

آؤ ہم سب مل کے بیٹھیں پیار کی باتیں کریں  
سرزمینِ طیبہ سرکار کی باتیں کریں  
دو جہاں کے سرور و سردار کی باتیں کریں  
فخرِ آدم، احمدِ مختار کی باتیں کریں

# ہو روح مری بکبل بستانِ مدینہ

تیج و نت رائے سا حرسنا می بی لے پٹیا لہ

اے باعثِ صد فخرِ جہاں شانِ مدینہ  
اے نغمہ سرا بکبلِ بستانِ مدینہ

اے موجبِ صد شانِ وطن، جانِ مدینہ  
اے رنگِ وفازِ بنتِ ایوانِ مدینہ  
کہتے ہیں تجھے اہل نظر جانِ مدینہ

کرتا تھا ہمیں بادۂ غمِ فہاں سے شرار  
تو نورِ صداقت کا تھا دنیا میں علمدار

تو تھا نہ کسی سے، نہ کوئی تجھ سے تھا بیزار  
ایمان کا رہبر تھا، تو اے پیکرِ انوار  
کہتے ہیں تجھے شمعِ شبستانِ مدینہ

لب پر مرے اب اک یہ دُعا صبح و مسابہ  
میرے دلِ مضطر کی فقط اب یہ صدا ہے

اب کوئی دُعا ہے، تو یہی میری دُعا ہے  
ہو روح مری بکبلِ بستانِ مدینہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم



## نورِ خدا ہے نورِ رسولِ کریم کا

(پنڈت دُلادام دتن پنڈوری ادیب فاضل، منشی فاضل)

آیا ہے لب پہ نامِ رسولِ کریم کا  
 جلوہ تڑپ اٹھا ہے ریاضِ نعیم کا  
 بحرِ عدن میں لاکھ ہوں لوگوں کے شاہور  
 کچھ رنگِ روپ اور ہے درِ نسیم کا  
 اے اہلِ بزم! جانبِ بطحا چلا ہوں میں  
 پیغامِ لے کے آیا ہے جھونکا نسیم کا  
 وحدت کو ناز کیوں نہ ہو احمد کی ذات پر  
 سمجھایا جس نے راز الف لام میم کا  
 شافع اگر حضور رسالت مآب ہوں  
 پھر کیوں نہ فیضِ عام ہو ربِ کریم کا  
 شاہد نہ ہو سکا، کبھی شہو سے الگ  
 نورِ خدا ہے نورِ رسولِ کریم کا  
 کیوں کریاں ہو مدحتِ خیر البشر رتن  
 ہے تنگ قافیہ مری طبعِ سلیم کا  
 (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

## اس حُسنِ لا محدود کو محدود کیوں کریں؟

(از جگن ناتھ کمال کوتار پوری بی اے فاضل اُردو، فاضل قاری)

جب آمدِ جنور کے آثار ہونگے ، نزدیک و دور پرچہ و اخبار ہونگے  
 جن و ملکِ سلام کو تیار ہونگے حاضر سبھی ثوابت و سیار ہونگے  
 دستِ خدا نے کھول کے بابِ انقلاب کا  
 سورج کیا طلوع رسالت مآب کا

اعمالِ اصفیاء کا خلاصہ حضور تھے اوصافِ اولیاء کا خلاصہ حضور تھے

افضالِ انبیاء کا خلاصہ حضور تھے تخلیقِ کبریاء کا خلاصہ حضور تھے

اب اور وصفِ گوہر مقصود کیوں کریں؟

اس حُسنِ لا محدود کو محدود کیوں کریں؟

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

# جا کر نبی کے روضہ اطہر کے سامنے

(لالہ تارا چند تارا لہوری)

یہ وصفِ مصطفیٰ کبھی خالی نہ جاتے گا  
بل جاتے گا صلہ مجھے داور کے سامنے  
پر دازِ مرغِ رُوح کرے میری اسے خدا  
جا کر نبی کے روضہ اطہر کے سامنے

ہیں جہاں میں گو بظاہر مائلِ زنار ہم  
دل سے ہیں مفتونِ حُسنِ احمدِ مختار ہم

اس تمنا میں درِ دیدہ سدا رہتے ہیں وا  
شاید مقصود کا دیکھیں کہیں دیدار ہم  
گردینے کی طرف جاتے تو لکھ بھیجیں وہاں

دامنِ بادِ صبا پر اپنا نامالی زار ہم  
خالِ رخسارِ نبی کی کیا صفت تارا لکھتے  
کہہ نہیں سکتے ہیں سرگزناؤں تاناں ہم

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## عرش تک فرش سے مری تسخیر میں ہے

(منشی لخصمن نوائن ستغابی اے مری مجسٹریٹ جے پو)

شرح اوصافِ پیمبر مری تقریر میں ہے  
 مری تقریر میں ہے جو وہی تحریر میں ہے  
 ہوں غلامِ شہزادیں عرش پہ رکھتا ہوں دماغ  
 لطفِ دنیا کی یہ کب عزت و توقیر میں ہے  
 دل میں گر عشقِ نبی ہو تو ہے انساں، انساں  
 ورنہ کیا خاک، پھر اس خاک کی تصویر میں ہے  
 ہم نے وہ شمس میں دیکھی نہ تسمیر میں دیکھی  
 بات جو روضۂ پُر نور کی تنویر میں ہے  
 جب سے ہے نامِ نبی نقشِ نگینِ دل پر  
 عرش تک فرش سے جو ہے مری تسخیر میں ہے  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

## گلزارِ ارم ہے مجھے صحرائے مدینہ

مُنشی لچمن نوائن سنگھابی۔ اے

ہمیشیا رہیں باویہ پیمائے مدینہ  
 جنت کے عوض دے نہ دیں صحرائے مدینہ  
 سودا زدہ ہوں وہ کہ ہے سودائے مدینہ  
 گلزارِ ارم ہے مجھے صحرائے مدینہ  
 مجھ کو تو وہاں کا خس و خاشاک ہی لادو  
 پر کیف ہیں مستوں کو سب اشیکائے مدینہ  
 قدسی سے سُنور و صندِ اطہر کی بزرگی  
 عرشِی سے سُنورِ تہ و والائے مدینہ  
 بے بات وہی کہیے انہیں زمینتِ مکہ  
 یا کہیے انہیں انجمن آرائے مدینہ  
 صیاد ستاتے ہیں کبھی اور کبھی گلچسپیں  
 لے خبر جلدائے چمن آرائے مدینہ  
 اب ویر نہ کر اس دل ویراں کو سہنا کے  
 آباد کرے انجمن آرائے مدینہ  
 رصلى الله تعالى عليه وآله وسلم

## نعرۃ اللہ اکبر سے فضا معمور کی

(لالہ چند ہی پوشاد)

نور سے معمور تھی، شمع شبستانِ عرب  
 جس کے جلوے سے منور ہو گئی شانِ عرب  
 کر دیارِ رنگین وحدت سے گلستانِ عرب  
 کلمہ گو حق کے ہوتے سب بت پرستانِ عرب  
 پیش کی وہ سامنے ہر اک کے صوتِ نور کی  
 نعرۃ اللہ اکبر سے فضا معمور کی

ابیر رحمت ریز بن کر کون تھا جلوہ فگن  
 کھل گیا اک دشتِ خارستانِ وحدت کا چمن  
 ہو گئی شانِ مقدس ہر طرف وہ جوشِ زن  
 بن گئے ریگِ رواں کے ذرے رشکِ یاسمن  
 بادِ صرصر میں شمیمِ راحت افزا آگئی  
 وہ مہک تھی شرک و بدعت کی کلی مرجھا گئی  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## یہ کمال نعت گوئی اور پھر بندوبست ہے

(لالہ چمنو مل ناقد دہلوی)

دیدہ تراخونِ دل، شامل یہ کیوں آنسو میں ہے  
 جب تشفی کے لیے یادِ نبی پہلو میں ہے  
 بھرا احمد میں ہوا ہوں اس قدر گریہ کیاں  
 نوح کے طوفان کا عالم ہر اک آنسو میں ہے  
 اچھے اچھے اور بھی دیکھے ہیں گلشنِ دہریں  
 گلشنِ بطلی مگر بے مثل رنگ و بو میں ہے  
 کیا مدینے کے چمن سے ہو کے آئی ہے ابھی  
 کس لیے یہ دل کشی قمری! تری گوگو میں ہے  
 اُلفتِ حضرت کا ناقد! ایک ادنیٰ ہے یہ وصف  
 یہ کمالِ نعت گوئی! اور پھر بندوبست ہے

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## مسلم ہی نہیں بستہ دامانِ محمد

(ستیش چند طالبِ دہلوی)

حلقہ ہے مرہ نو کا گریبانِ محمد  
 ہے مطلع انوار کہ دامانِ محمد  
 کیا خوب ہے ارشاد یہ اربابِ نظر کا  
 فرمانِ مشیت بھی ہے فرمانِ محمد  
 کیا درسِ مساوات دیا نوعِ بشر کو  
 اترے گانہ سر سے کبھی احسانِ محمد  
 کیوں ایسی اسیری پہ نہ صدقے ہو باقی  
 آزادِ دو عالم ہیں غلامانِ محمد  
 معراج کو تب کون تھا مہمانِ خدا کا  
 اللہ سے یہ مرتبہ و شانِ محمد  
 یہ ذاتِ مقدس تو سرانساں کی ہے محبوب  
 مسلم ہی نہیں بستہ دامانِ محمد  
 طالب اُسے انسان بھی کہنا نہیں زیبا  
 جو مردِ مسلمان نہیں شایانِ محمد  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم



## خدا نے خود پیمبر کی شمار کی

عوش صہبائی

شمار ہے میرے لب پر کبریا کی  
 ضیاء ہے میرے دل میں مصطفیٰ کی  
 مجھے کافی ہے سایہ مصطفیٰ کا!  
 مجھے حسرت نہیں غلج ہبسا کی  
 یہ قرآنِ مقدس سے ہے ظاہر  
 خدا نے خود پیمبر کی شمار کی  
 چلا ہے ذکر یہ محفل میں کس کا  
 ہراک سو گونج ہے صلیٰ علیٰ کی  
 خدا، قرآن، نبی پر لاؤ ایساں  
 یہی ہے راہ اک صدق و صفا کی  
 صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

## ثنا بخوان محمد کا سارا جہاں ہے

(سوداری لال نشتر میٹھی)

جناب محمد شہ انبیاء تھے  
 طلسمِ عداوت کو حضرت نے توڑا  
 یتیموں کے محسن نگہبان تھے وہ  
 گناہوں کے جس وقت طوفاں پیا تھے  
 کیے صاف پہلے تو دل کاوشوں سے  
 بچایا ہر انسان کو لغزشوں سے  
 ہدایت کا دنیا میں پیغام لائے  
 نہ کی رنج و غم کی شکایت کسی سے  
 نہ غصتہ، نہ خفگی، نہ نخوت کسی سے  
 زمانے میں کس طرح رہتی اسلامی  
 ہیں ممنون احسان ذاتِ گرامی

مگر دستگیر امیر و گدا تھے  
 حلالق میں رشتہ محبت کا جوڑا  
 غریبوں پر سودل سے قربان تھے وہ  
 وہی کشتی دہر کے ناحدا تھے  
 جلا دی پھر اخلاق کی تابشوں سے  
 رہائی جہاں کو ملی شورشوں سے  
 وہ شمعِ تجلّائے اسلام لائے  
 نہ رکھی جہاں میں عداوت کسی سے  
 نہ کینہ، نہ رنجش، نہ نفرت کسی سے  
 کہ تھے آپ آزادیوں کے پیامی  
 عراقی و ترکی، مجازی و شامی

فقط ایک نشتر ہی کیا مدح خواں ہے

ثنا بخوان محمد کا سارا جہاں ہے

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

## نور سے تیرے اندھیرے میں درخشانی ہوئی

(بابو برج گوپی ناتھ بیکل امرتسری)

آج لب پر ذکرِ محبوبِ خدا آنے کو ہے  
 ناز کا پھر وقت لے بختِ سا آنے کو ہے  
 اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی  
 ہر طرف خلقِ خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی  
 شاخِ دینداری کی تھی بے طرح مچھائی ہوئی  
 لہلہا اٹھی تیری جب جلوہ آرائی ہوئی  
 تیرے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر  
 پاگئی راحت تیرے آنے سے چشمِ منتظر  
 کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھے  
 کیوں نہ راہِ حق میں اپنا رہنما مانیں تجھے  
 نور سے تیرے اندھیرے میں درخشانی ہوئی  
 تیرے آگے آبر و کفار کی پانی ہوئی

رصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## تجھ پہ یوں صدہا سلام

لالہ رام سروپ شیدا بی۔ اے

اے رسولِ پاک باطن، منزلِ حق آشنا  
 پیشوائے دین و ملت، حامیِ ملکِ خدا  
 تیری الفاظ و معانی سے بے بالا تر تبار  
 شان میں تیری کہا، شمسِ الضحیٰ، بدرالذہبی  
 بھجی جتنی خلقِ خدا ہے تجھ پہ یوں صدہا سلام

ہیں احادیث آپ کی دنیا میں بہر انتظام  
 ہے زبانوں پر رواں وہ آپ کا شیریں کلام  
 آپ کے الطاف کے شیدا یہاں ہیں خاص عام  
 آپ ہی کا نام دنیا میں ہوا خیر الانام  
 ہے زمانے میں رواں یہ آپ کا سکہ سلام  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
یا محمد مصطفیٰ

(گنیش لال خستہ دہلوی)

کاشفِ اسرارِ وحدت یا محمد مصطفیٰ  
آن کر تو نے عرب کا پارہ بیڑا کر دیا  
جاہلوں اور وحشیوں کو لایا راہِ راست پر  
آفریں بہمت پہ تیری یا محمد مصطفیٰ  
بادی برحق کہوں یا تجھ کو نورِ معرفت  
پارہِ وحدت کا سمجھوں تجھ کو سچا رہنما  
ناز ہے اہلِ عرب ہی کو نہ تیری ذات پر  
حشر تک تجھ پر کرے گا فخر سارا ایشیا  
آج تیری قوم پر افسوس آتا ہے مجھے  
فرقہ بندی نے جسے زنجیرِ دریا کر دیا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## سلامی دیتی ہیں بلکہیں، نگاہیں جھوم جاتی ہیں

(اذاودھے نامہ نشتر لکھنوی)

بنائے کن فکاں، نورِ خدا کی بات کرتے ہیں  
 ادب کے ساتھ ختم الانبیاء کی بات کرتے ہیں  
 سلامی دیتی ہیں بلکہیں، نگاہیں جھوم جاتی ہیں  
 خوشی میں جب حبیبِ کبریا کی بات کرتے ہیں  
 غرض تسنیم و کوثر سے، نہ ہم کو کامِ جنت سے  
 کہ ہم دل سے محمد مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں  
 مٹائیں ظلمتیں جس نے، دکھائی راہِ حق جس نے  
 ہم اُس نورِ خدا، اُس رہنما کی بات کرتے ہیں  
 نہ کیوں حسنِ سخن پر ہوں ہمارے رحمتیں صدقے  
 زباں کوثر سے دھو کر مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں  
 سلام اُس ذاتِ عالی پر، درود اُس نورِ اقدس پر  
 پڑھو صلّ علی، ہم مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں  
 وہ جس کے نور سے روشن ہیں یہ شام و سحر نشتر  
 اسی شمسِ لفظی، بدرالذہبی کی بات کرتے ہیں  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

## بی۔ ڈی کنیز، احمد مختار ہوگئی

(ہندو شاعروہ شریعتی بُواد دتی)

میں کس لیے ہوں زلیست سے بیزار ہوگئی  
 میری حیات کس لیے دُشوار ہوگئی  
 فرقت نے کس کی ہے مجھے مجنون کر دیا  
 میں کس کی جان و دل سے خریدار ہوگئی  
 کافر ہوگئی ہے میرے دل کی تیسرگی  
 شکر خدا کہ خواب سے بیدار ہوگئی  
 احلاق احمدی نے ہے حیراں کیا مجھے  
 بی۔ ڈی کنیز احمد مختار ہوگئی

اے محمد

(ہندو شاعروہ راہ پیاری لکھنوی)

اے محمد! تم نے ذلت سے بچایا ہے ہمیں  
 پریم اور پریت کا رستہ بتایا ہے ہمیں  
 اے محمد! ہو ترا پیغام دُنیا میں بلند  
 چاند سُدج کی طرح چمکے زمانے میں دوچند

# کتابیات

دارمی  
 شرح صحیح مسلم (از امام نووی)  
 اشعة اللمعات  
 افضل الصلوات  
 شفاء شریف  
 خصائص کبری  
 نسیم الریاض  
 وفاء الوفاء  
 طبقات الشافعیہ  
 مواہب لدنیہ  
 زرقانی علی المواہب  
 طبقات ابن سعد  
 جامع المعجزات  
 حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين  
 کشف الغمہ (امام شعرانی)  
 جذب القلوب (تاریخ مدینہ)  
 تاریخ الخلفاء (السیوطی)  
 سیرت ابن ہشام  
 مدارج النبوة  
 دلائل النبوة  
 شواہد النبوة

قرآن مجید فرقان حمید  
 تفسیر سیدنا ابن عباس  
 تفسیر ابن کثیر  
 تفسیر روح البیان  
 تفسیر خازن  
 تفسیر منطہری  
 تفسیر نور العرفان  
 تفسیر خزائن العرفان  
 تفسیر ضیاء القرآن  
 تفسیر البیان فی ترجمۃ القرآن  
 صحیح بخاری شریف  
 صحیح مسلم شریف  
 سنن ترمذی شریف  
 سنن نسائی شریف  
 سنن ابن ماجہ  
 سنن ابی داؤد  
 مشکوٰۃ شریف  
 مسند امام اعظم  
 مسند امام احمد  
 شمائل ترمذی  
 حدرک حاکم



محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (احمد رضا مصری)  
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (محمد حنیف)

انفاس العارفين

دوسرا مدینہ

سیرت رسول عربی

شان حبیب الرحمن

مقالات کاظمی

قصیدہ بڑوہ شریف

اظہار الحق

بائبل سے قرآن تک (اردو ترجمہ اظہار الحق)

بائبل قرآن اور سائنس (موسس بولائیے) اردو ترجمہ

تاریخ طبری

ابن خلدون

مذہب اخلاق کی انسائیکلو پیڈیا (بجوالہ سیرت رسول عربی)

مصباح اللغات

مخزن حکمت

ارمغان نعت

نذرانہ عقیدت

ہفت روزہ الاعتصام

ماہنامہ ضیائے حرم

روزنامہ جنگ لاہور و جمعہ میگزین

روزنامہ نوائے وقت لاہور

روزنامہ مشرق لاہور

روزنامہ امروز لاہور

ہفت روزہ ترجمان القرآن، لاہور

ہفت روزہ خدام الدین، لاہور

ماہنامہ شام و سحر نعت نمبر

انجیل برنباس (بجوالہ ضیاء القرآن)

بائبل عہد نامہ قدیم (توراہ، زبور و صحائف انبیاء)

کُل تعداد کتب و صحائف ۳۹ عدد

بائبل عہد نامہ جدید (انجیل متی، انجیل مرقس،

انجیل لوقا، انجیل یوحنا، رسولوں کے

اعمال اور خطوط، کل تعداد کتب و

مکتوبات ۲۷ عدد

رسالہ تکشیف التثلیث از قائم دین مسیح

قدامت و اصلیت انجیل اربعہ از برکت اللہ مسیح

تفسیر بائبل از آدم کلارک،

تفسیر بائبل .. ہورن بجوالہ

تفسیر بائبل .. ہنری اسکاٹ اظہار الحق

کیٹھولک ہیئرلڈ

اسلام پر خیالات از کانٹ ہنری ڈی کارٹری

اشاعت مذہب عیسوی اور اس کے مخالف مسلمان

از پروفیسر ایڈوانر مونتے

اسلام کا اخلاقی و روحانی پایہ

از میجر آر تھر کلارن لیونارڈ

محمد رسول اللہ، از جان جاک ولیک

انحطاط و زوال سلطنت و ما از ڈاکٹر طرکین

ترجمہ قرآن پاک، از مسٹر جارج سیل

عربوں کی مختصر تاریخ از مسٹر پی کے ہیٹی

NYD

1. THE LIFE OF MUHAMMAD  
BY SIR WILLIOM MEUOUR
2. MUHAMMAD AND MUHAMMADENISM  
BY BOSIOORTIH SMITH
3. SOCIAL LAWS OF QURAN  
BY DR. ROBERTSON.
4. MUHAMMAD RASOOLULLAH  
BY JHAN JOC WALIK
5. HEROES AND HERO WORSHIP  
BY T. CARLY LE
6. ISLAM AND MODERISM  
BY MR. MARMA DUKE PICKTHAL
7. HISTORY OF THE MORISH EMPIRE IN EUROPE  
BY MR.S.P. ASCOT
8. THE LIFE AND TEACHINGS OF MUHAMMAD  
BY MR. RENIBENT .
9. HISTORY OF THE ARAB  
BY PROFESSOR STADIO
10. THE LIFE OF MUHAMMAD  
BY ALEX LEWASEN
11. MUHAMMAD  
BY MARGOLETH

